

اس مضمون کو ہم یہیں تک ختم کرنا مناسب سمجھتے ہیں اور ذیل میں مضمون موجود کو
درج کرتے ہیں۔

تعمیل احکام تورات و انجیل کی نسبت

اسلامی اعتقاد

زمانہ نبوت سے اس وقت تک موجود تورات و انجیل وغیرہ کتب سابقہ کی نسبت
اہل اسلام کا یہ اعتقاد متواتر چلا آیا ہے کہ ان کتب کے جو احکام و نجاتیہ
اور وہ منسوخ یا اہم سابقہ سے مخصوص نہیں وہ امت محمدیہ کے لئے واجب العمل
ہیں۔ ان احکام پر مسلمانوں کا عمل احکام قرآن پر عمل کے ضمن میں پایا جاتا ہے کیونکہ
قرآن مجید جملہ احکام واجب العمل کتب سابقہ کا جامع ہے اور ان سب متون کی گویا
اپک شرح۔ لہذا احکام قرآن کی تعمیل بعینہ ان کتب کے احکام واجب التعمیل
کی تعمیل ہے۔

یہ اعتقاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب اور ان سے پچھلے مسلمانوں
میں کسی پر منقول نہیں کہ موجودہ تورات و انجیل سے بلا واسطہ قرآن اخذ احکام

۱) حدیث صحیح بھی قرآن کے حکم میں ہے گو اس میں تطہیر و طہارت کا فرق ہے لہذا

جو حکم حدیث صحیح میں وارد ہے اسکو بھی مسلمان حکم قرآنی سمجھتے ہیں اور قرآن کی
مثل واجب العمل جانتے۔ گو مفید یقین و اعتقاد نہیں سمجھتے ہیں کہ وہ حد
تواتر کو پہنچے۔ بنا علیہ جو حکم شرع سابقہ حدیث میں بلا انکار منقول ہے وہ بھی گویا

واجب ہے۔ اور قرآن کی مانند ان کتب سے تمک کرنا مسلمانوں کا فرض ہے۔ اور
 یہ عمل اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے بلا واسطہ قرآن ان کتب پر اعتماد کیا ہو۔ اور
 واقعات و حوادث روزمرہ میں ان کتابوں سے فتویٰ لیا ہو۔

اس زمانہ میں بعض مسلمانوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ موجودہ توریت و
 انجیل بلا واسطہ قرآن واجب العمل ہے اور ان کتب میں اور قرآن مجید میں بلحاظ عمل و
 تمک کوئی فرق نہیں ہے۔

اور ان کا یہ عقول ہے کہ مسلمان ان کتابوں کو دیکھا ہی پڑھیں جیسا کہ قرآن مجید کو
 پڑھتے ہیں اور ان واقعات و حوادث میں جو ان کو روزمرہ پیش آتے ہیں ان
 کتابوں سے فتویٰ لیں اور اخذ احکام کریں جیسا کہ قرآن ہی اخذ احکام کرتے ہیں
 خصوصاً ان مسائل میں جو قرآن میں نہیں ہیں اور ان کتب میں موجود ہیں۔
 بعض حضرات قرآن پر یہ باری کرتے ہیں کہ ان کتابوں کے رتبہ کو رتبہ قرآن
 سے کمتر سمجھتے ہیں مگر رتبہ حدیث سے بڑھ کر یا اس کے برابر خیال کرتے ہیں۔
 اور ان کا یہ عقول ہے کہ جو حکم قرآن سے نہ ملے وہ ان کتب سے اخذ کیا جائے۔ ان کتب
 میں وہ حکم نہ ملے تب کتب حدیث سے لیا جاوے اور کم سے کم یہ کہ ان کتب کو کتب
 حدیث کے برابر سمجھا جاوے۔

اس مضمون میں ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ یہ دونوں خیال و عقول کتاب و
 سنت و تعامل و توارث سلف امت کے مخالف ہیں اور عقائد اس سیل حکام
 کتب سابقہ کی نسبت وہی ہے جو صدر مضمون میں بیان ہوا اور موجودہ توریت
 و انجیل کے احکام بلا واسطہ قرآن واجب الاخذ نہیں اور ان کتب کا رتبہ
 بلحاظ عمل صحیح حدیث کے برابر بھی نہیں۔ چہ جائیکہ بتقرآن مجید کے

پس واضح ہو کہ احکام تورت و انجیل وغیرہ کتب سابقہ بلحاظ عمل تفسیر

قسم میں

قسم اول - وہ احکام ہیں جنکا واجب العمل ہونا بشہادت قرآن ثابت ہے۔ اس قسم کے دو نوع ہیں۔

نوع اول وہ احکام جو احکام قرآن کے مطابق ہیں یا یوں کہیں کہ وہی احکام بعینہا احکام قرآن ہیں (جیسے احکام متعلق توحید و صفات و اصول اعتقادات و بعض عملی فروعات ناقابل تبدیلیات) نوع دوم وہ احکام یا افعال و آثار ہیں جنکو کتب و انبیاء سابقین سے قرآن نے نقل کیا ہے اور ان کی تفہیم سے منع نہیں کیا اور نہ خاص کر انکی تفہیم کا حکم دیا ہے بلکہ عام طور پر اس قسم کے احکام کی پیروی کو بہاری کے مشروع کیا ہے

وطن داودا فافتناہ فاستغفر ربہ و
ضررا کاعا وانا ب سورہ ص ۲۶
اولئک الذین ہدی اللہ نبھدھم
(سورہ العام ۱۶)

رہے حضرت داود کا سجدہ توبہ جکا سورہ
ص میں ذکر ہے اور اسکی پیروی کا
حکم سورہ النعام کے اس عام حکم سے کہ "تم

انبیاء سابقین کی پیروی کو مستنظ ہو سکتا ہے۔

اس قسم کے دو نوع مسلمانوں میں واجب العمل سمجھے جاتے اور عمل میں آتے ہیں۔

نوع اول کا عمل میں آنا تو صاف ظاہر ہے کیونکہ مسلمان احکام قرآن کی تفہیم کرتے ہیں اور یہ بعینہ ان احکام تورت و انجیل کی تفہیم ہے جو قرآن کے مطابق بلکہ عین احکام قرآن ہیں۔ ایسا ہی نوع دوم کا مسلمانوں کے عمل میں آنا ظاہر ہے مسلمان گو اس نوع احکام کی تفہیم میں بیان و نقل قرآن کی تفہیم کرتے ہیں پیروی تورت و انجیل کا قصد نہیں رکھتے مگر اس میں پیروی احکام تورت

خود بخود ہو جاتی ہے۔

ان دونوں نوع کی تعمیل کا ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کے افعال اقوال ذیل میں پایا جاتا ہے۔

صحیح بخاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ فعل منقول ہے کہ آپ نے فعل

عن ابن عباس قال لم یسمن من عزام

السجود وقد رایت النبی صلی اللہ

علیہ وسلم یسجد فیھا۔

(بخاری ص ۱۲۶)

حضرت داؤد علیہ السلام کے موافق سجدہ

کیا۔ سنن نسائی میں آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کے یہ قول منقول ہے کہ حضرت داؤد کے

توبہ سجدہ کیا تھا ہم اسکے شکر میں

سجدہ کرتے ہیں۔

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ

وسلم سجد فی ص وقال یسجدھا

داؤد توبۃً وھن یسجدھا شکرًا

(نسائی ص ۱۶۱)

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس سے

منقول ہے کہ اون سے کسی نے پوچھا کہ

کیا سورہ ص میں سجدہ ہے؟ آپ نے

فرمایا بیشک او میں سجدہ ہے۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کرتے

ہوئے دیکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ

آلہ وسلم پہلے نبیوں کے فعل کی

پیروی سے ماور تھے۔

عن مجاہد قلت لابن عباس یسجد فی ص

فقر من ذریتہ داؤد وسلم من ذریتہ

اقتداً فقام ابن عباس ینبیکہ عن امران یقتدا

بھم۔ (بخاری ص ۲۸۶ و ص ۲۸۷ وغیرہ)

ان ہی افعال و اقوال سے علماء

اسلام نے استدلال کیا ہے کہ جو فعل یا حکم انبیاء سابقین سے قرآن میں منقول

ہو اور کوئی حکم اس کا مخالف یعنی ماسخ ہماری شریعت میں وارد نہ ہو وہ حکم اہل اسلام

کے لئے لایق و تاویز ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے کہ خدا تعالیٰ کے اس قول میں کہ ”ان لو کون منہ ہدایت کی ہے“

لا شبعہ فی ان قوله اولئك الذين هدي
 الله هم الذين تقدم ذكرهم من الانبياء
 ولا شك في ان قوله فيهد هم اقصد
 امر لحد عليه الصلوة والسلام واما
 الكلام في تعيين الشئ الذي امر الله
 بهدا ان يقتدى فيه هم من الناس
 من قال المراد انه يقتدى بهم في الامر
 الذي اجمعوا عليه وهو القول بالتوحيد
 والتنزيه عن كل ما لا يليق به في الذات
 والصفات والافعال وسائر العقليات
 وقال اخرون المراد الاقتداء بهم في
 جميع الاخلاق الحميدة والصفات الرضية
 الكاملة من الصبر على اذى المشركين
 والعفو عنهم وقال اخرون المراد
 الاقتداء بهم في شرائعهم الا ما خصه
 الدليل وهذا التقدير كانت هذه الآية
 دليلاً على ان شريعة من قبلنا يلدنا -
 (تفسیر کہ بر ص ۱۲۶ ج ۲)

اون کی ہدایت کی پیروی کرو ہدایت
 یافتہ لوگوں سے انبیاء مراد ہیں اور
 اون کی پیروی کا حکم آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کو ہوا ہے۔ ان امور کی
 تعیین میں علماء کا اختلاف ہے جنہیں
 پیروی کا حکم ہوا ہے بعض کہتے
 ہیں ان امور سے وہ امور مراد ہیں جنہیں
 سب انبیاء کا اتفاق ہے (جیسے توحید
 خدا کا قائل ہونا اور خدا کی ذات صفات
 و افعال کو نامناسب اعتقاد و خیال سے
 پاک سمجھنا) بعض لوگوں کا یہ قول
 ہے ان امور سے جملہ اخلاق حمیدہ اور
 صفات کاملہ مراد ہیں جنہیں صبر عفو وغیرہ۔
 بعض کا یہ قول ہے کہ ان کے سبھی
 احکام شریعت مراد ہیں بجز ان احکام کے
 جنکو مستثنیٰ و مخصوص کیا گیا ہے اس
 قول سوم کے روسی پہلی شریعتیں ہمارے لئے
 واجب العمل بھرتی ہیں۔

ایسا ہی تفسیر فتح البیان میں لکھا ہے۔ اور قول سوم کی تائید میں
 ان احادیث سے استدلال کیا ہے جو بخاری اور نسائی سے منقول ہو
 چکی ہیں۔

صاحب فتح البیان کے کتاب حصول المامول میں اس قول سوم کو درج حصول

المامل میں دوم ہے (الترخیصیہ و شافعیہ اور مالکیہ اور ایک جماعت اہل کلام اور امام محمد بن حن اور ابن حابط کا قول قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ بعض علمائے اسپین یہ تفصیل کی اور شراکتانی ہے کہ کثرت سے سابقین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے معلوم ہوا اور وہ امت سابقہ سے مخصوص یا منسوخ نہوا اور کہا ہے کہ اس تفصیل کو امام قرطبی وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور یہ تفصیل اس قول کے ساتھ ضروری ہے کیونکہ کتب سابقہ میں تحریف و تبدیل کا واقع ہونا معلوم ہو چکا ہے لہذا جس شخص نے ان کتب کے احکام کو جو بہ العمل کہا ہے اس کی کلام میں یہ قید ملحوظ و ماخوذ ہے جس سے کوئی شخص

الثانی انه كان متعبدا للشيخ من قبله الا ما نسخ منه وبه قال اكثر الشافعية والحنفية وطائفة من المتكلمين اختاره محمد بن الحسن وابن الحجاب وذهب اليه معظم المالكية الثالث التوقف وفصل بعضهم فقال اذا بلغنا شرح من قبلنا على لسان الرسول او لسان من اسلم لعبد الله بن سلام وكعب الاحبار ولم يكن منسوخا ولا مخصوصا فانه شرع لنا ومن ذكر هذا القرطبي ولا بد من هذا التفصيل على قول القائلين بالتعبد لما هو معلوم من وقوع التحريف والتبدل فظلالهم مقيد بهذا القيد ولا اظن احدا منهم ياباه -
(حصول المامل ۹۶)

انکار نہیں کر سکتا۔

نقل عبد الله بن سلام وامثاله من صلى اهل الكتاب لا يجدي نفعا اذا كان اصل الكتاب محرفاً فهو كالعوان كالفواصدين في النقل فانما ينقلون من اصل محرف فقول من اعتبر فقام انما صدر من قلة تدبر فلذا لم يتعرض بتدريج هذا لقول في المتن (ايدائير)

نمبر سوم جلد یازدہم

تفصیل احکام تورات و انجیل کی نسبت اسلامی عقائد

کتاب توضیح میں ہے پہلی شریعتیں بعض علماء کے نزدیک اہل اسلام کے حقین
 فصل فی شراعیہ من قبلنا وہی تارنا حتی یقیم
 الدلیل علی النسخ عند البعض بقولہ تعالیٰ
 بعد ہم اقتدہ وقولہ تعالیٰ و صدقا
 لما ینزیہہ وعند البعض لا بقولہ تعالیٰ
 اکل جعلنا منکم شرعہ ومھا احکام
 الاصل فی الشراعیہ الماخیة للخصوص
 الابدالی کما فی مکان وما ذکرنا وهو
 قولہ تعالیٰ فھم اقتدہ وقولہ تعالیٰ
 مصدقا لما ینزیہہ فذلک فی اصول
 الدین وعند البعض تارنا علی انہ شرعنا
 نقولہ تعالیٰ تارنا کتاب الدین
 اضطفینا الایہ والارث بصیر ملکنا
 لوارث مخصوصا بہ فنعمل بہ علی انہ
 شریعة لنبینا محمد صلی اللہ علیہ السلام
 بقولہ علیہ السلام لو کان موسیٰ حیا
 لما وسعہ الا اتباعی وما ذکرنا واخیر
 مختصر بالاصول بل فی الجیم علی ان النسخ
 لیس تغیرا بل ہو بیان لمدة الحکم واللذہب
 عندنا ہذا لکن لما سبق للاعتقاد علی کہتم
 التحریف شریطان یقرر اللہ علینا

واجب العمل میں جب تک کہ از انجیل کسی حکم کے
 منسوخ ہوئے پر کوئی دلیل قائم نہ ہو۔ اس پر وہ
 قول خداوندی دلیل پیش کرتے ہیں۔
 ہے رسول تو اون انبیاء علیہم السلام کی امت
 کی پیروی کر۔ اور یہ قول کہ ”قرآن الگلی
 کتابوں کی تصدیق کرتا ہے“
 بعض علماء کا یہ قول ہے کہ ہمارے لئے
 ان شریعتوں کی پیروی واجب نہیں ہے
 کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”تم
 تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک شریعت بنا دی
 ہے“ اور یہ بھی اسکی وجہ ہے کہ پہلی شریعتیں
 خاص خاص اوقات اور مکانات کے لئے
 مخصوص رہی ہے اور ان اقوال خداوندی
 میں جسے پیروی کا لزوم ثابت کیا جاتا ہے
 اصول اعتقادی (توحید وغیرہ) اور میں
 نہ فروعات علمی۔ بعض علماء کا یہ
 قول ہے کہ وہ شریعتیں ہمارے لئے واجب العمل
 ہیں مگر اس اعتقاد سے کہ وہ پہلوں کی
 شریعتیں ہیں بلکہ اس اعتقاد سے کہ وہ اب
 ہمارے لئے شریعتیں بن گئی ہیں۔ کیونکہ

من غیر انکار

(توضیح ص ۲۳۳)

خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر تمہیں کتاب کا وارث

ایون لوگوں کو بنایا جبکہ چن لیا (یعنی مسلمان

کیا) اور پھر کسی کی وراثت میں آتی ہے وہ اسکے ملک ہو جاتی ہے (یعنی تورات کے ملک نہیں رہتی۔ لہذا ہم ان شریعتوں پر اس اعتقاد سے عمل کریں گے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت ہے۔ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے صحیح ثابت ہوتی ہے کہ اگر اس وقت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ بھی میرے پیرو ہوتے اور جو انہوں نے کہا ہے کہ پہلی شریعتیں جاری شریعت ہے وہ صرف اصول میں مخصوص نہیں ہے بلکہ بہی احکام کو شامل کیا ہے جو جن فرامات میں داخل ہیں۔ اور انہوں نے بعض احکام منسوخ ہو گئے ہیں تو اس سے شریعت بدل نہیں گئی بلکہ ان احکام کی حثت تعمیل بیان ہوئی ہے۔ ہمارے نزدیک مذہب حق یہی (قول سوم) ہے لیکن اس میں یہ شرط ضروری ہے کہ ان شریعتوں کا حکم کچھ خدا تعالیٰ کے بیان سے (قرآن میں یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر) ہو۔ یہود و نصاریٰ کی موجودہ کتب سے ان شریعتوں کا حکم و لفظین حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان کتابوں میں تبدیل و تحریف ہو چکی ہے۔ لہذا ان کتابوں کی نقل و بیان پر اعتماد نہیں رہا۔ ان عبارات حصول المامول اور توضیح میں جو تحریف کا ذکر ہوا ہے اور کا تفصیلی ثبوت غریب دیا جائیگا۔

ان اقوال و آثار سے سچوٹی ثابت ہے کہ احکام قسم اول کے دو نوزوع کی اہل اسلام جزوی تعمیل کرتے ہیں مگر تعمیل احکام قرآن کے ضمن میں باقرآن کی نقل و شہادت۔ اس تعمیل میں وہ موجودہ تورات و انجیل سے بلا واسطہ تک نہیں کرتے اور نہ ان کو اس لائق سمجھتے ہیں۔

اس امر کی تائید میں ہم امام رازی کا ایک اور بھی قول نقل کرنا مناسب عمل خیال کرتے ہیں۔ امام رازی اپنی کتاب محصول میں فرماتے ہیں۔ اس دعویٰ

<p>الحجة الثانية انه عليه السلام دوكان متعبدا بشرع من قبله لوجب على علماء الاعصار ان يرجعوا في الوقائع الى من قبله ضرورة ان الناسي به واجب حيث لم يفعلوا اذ ذلك علمنا بطلان ذلك الحجة الثالثة دوكانت تلك الكتب حجة علينا وكان حفظها من ضرور الكفائيات كما في القدران والاحبار ولرجعوا اليه في مواقع اختلافهم حين اشكل عليهم كسئلة العول وميراث الجدة والمنقوضنة وبيع ام الولد وحسد الشرب والذاني غير النسبة ودية الخنثى والرد بالعبث بعد الوطني والتقاء الفئتين وغير ذلك من الاحكام فلما ينقل عز واحد منهم مع طول اعمارهم وكثرة وقائعهم واختلافاتهم مراجعة التوراة لاسيما وقد اسلم من اجارهم من يقوم بالحجة بقولهم كعب الله بن سلام وكعب وهب ووخيرهم ولا يجوز القياس الا بعد لياس من الكتاب وكيف يحصل لياس قبل التعلم فدل على انه ليس بحجة الحجة الرابعة انه عليه السلام صوب معاذ اعلى حكمه</p>	<p>کڑھیل کتابوں کا اتباع ہم پر واجب نہیں۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان شہرتوں کی (یعنی جو ان کتابوں میں پائی جاتی ہے) پیروی کرتے تو علامہ زمانہ پر یہ امر واجب قرار پاتا کہ وہ اپنے واقعات اور حوادث پیش آئندہ میں ان کتابوں کی طرف رجعت کریں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل کی پیروی اُس پر واجب ہے اور جب انہوں نے یقیناً ایسا نہیں کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی وقوع میں نہیں آیا۔ اس جو ان کتابوں کا واجب العمل ہونا باطل ہوا۔ تیسری دلیل۔ اگر وہ کتابیں ہمارے لئے لائق دستاویز ہوتیں تو ان کتابوں کو یاد کرنا ہمارے لئے فرض کفایہ ہوتا جیسا کہ قرآن و حدیث کا یاد کرنا فرض کفایہ ہے اور نیز علماء باہمی اختلاف کے موقعوں پر ان کتابوں کی طرف رجوع کرتے جب انکو بعض سائل میں اشتباہ ہوا تھا جیسا کہ بعض کا</p>
---	---

یا اجتہاد بنفسہ اذا عدم حکم الحادثة
 فی الکتاب والسنة ولو کان متبعدا بحکم
 التوراة کما تبعدا بحکم الکتاب لم یکن له
 العمل باجتہاد بنفسہ حتی ینظر فی التوراة
 والانجیل فان قلت الرسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم لم یصوب معاذا
 فی العمل بالاجتہاد الا اذا عدم فی الکتاب
 والتوراة کتاب ولا تعلم یدکر التوراة
 لان فی القرآن آیات دالة علی الرجوع
 الیہا کما انہ لم یدکر الاجماع لهذا السبب
 قلت الجواب عن الاول من وجہین الاول
 انه لا یفهم من اطلاق الکتاب الا القرآن
 فلا یعمل علی غیرہ الا بالکلیۃ الثانی انہ لم
 یجسد من معاذ قط تعلم التوراة والانجیل
 والعنایة بتیض الحرف منہا عن غیرہ کما یفہم
 منہ تعلم القرآن وبہ ظہر الجواب عن الثانی
 (محصل رازی)

مسئلہ اصول را اور جسدہ زن (مصلحت کی میراث
 اور ام ولد کی) بیع اور شراب کی حد اور
 محنت کی وثیت اور زبرد گنیزک عیدار
 کا ہم بستری کے بعد واپس کرنا اور مباشرت
 بلا انزال سے غسل کا واجب ہونا وغیرہ وغیرہ
 اور یہ امر کسی ایک سے بھی منقول
 نہیں کہ اوہوں نے اپنی تمام
 عمر میں باوجود کثرت اوقات اور
 باہمی اختلافات کے تورات کی
 طرف رجوع کیا ہو خاکہ اسکا آٹھ تہین جبکہ
 جو یوں کے علماء مسلمان ہو گئے
 تھے (جیسے عبداللہ بن سلام اور کتب اصبار
 اور وہب بن نہہد جیسے اقوال بیان احکام
 تورت میں الاق من تھم) انکو اور یہ رجوع بیان
 تھا۔ پہنچا اور آں مسائل میں اوہوں نے
 اپنی ہی قیاس کی طرف رجوع کیا۔ جو حکم

کتاب اللہ کو جو تورت سے ناپوسی کے بعد جائز ہوتا ہے اور ناپوسی کتاب اللہ کو کہنے کے
 پہلے ہو نہیں سکتی جب اوہوں نے ان کتابوں کو نہیں سیکھا اور نہ اون کا حکم پوچھا
 تو اس سے معلوم ہوا کہ اوہوں نے ان کتابوں کو لائق دستاویز نہیں سمجھا

چوتھی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ کے اس قول کو کہ "میں کتاب اللہ اور سنت میں کوئی حکم نہ پاؤں گا تو اپنے اجتہاد سے فتویٰ دوں گا" پسند کیا۔ اور اگر اونکو تورات کی پیروی کا حکم ہوتا تو اون کا اپنے اجتہاد پر عمل کرنا جائز نہ ہوتا جب تک کہ تورت و انجیل کو دیکھ نہ لیتے۔ اس دلیل پر اگر یہ اعتراض ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاذ کو یہی اجتہاد کی اجازت دی ہے جب کتاب اللہ میں کوئی حکم نہ ملے اور تورت بھی تو کتاب اللہ ہے دوسرا اعتراض تورت کا صاف نام اونہوں نے اسلئے نہیں لیا تھا کہ تورت کی طرف رجوع کرنے کا حکم قرآن میں لکھا ہے۔ لہذا قرآن کی طرف رجوع کرنا خود تورت کی طرف رجوع والا ہے تو پہلے اعتراض کا جواب دو وجہ سے ہے وجہ اول یہ کہ (مسلمانوں میں) فقط کتاب اللہ ہی قید ہوا جاتا ہے تو اس سے قرآن مراد ہوتا ہے۔ لہذا اس سے تورت و انجیل بلا دلیل مراد نہیں ہو سکتی۔ وجہ دوم یہ ہے کہ حضرت معاذ بن جبل سے کہیں ثابت نہیں ہوا کہ اونہوں نے تورت و انجیل کو دیکھا۔ لہذا ان کے غیر مجتہد احکام سے مجتہد احکام کی تمیز کی ہو جیسا کہ قرآن کا پڑھنا اور سیکھنا ان سے بخوبی ثابت ہے۔ اس وجہ سے دوسرے اعتراض کا جواب بھی ادا ہوا کہ موجودہ تورت و انجیل کی طرف ہر بات میں رجوع کرنے کا قرآن میں حکم ہوتا تو حضرت معاذ ان کتابوں کو پڑھتے اور سیکھتے اور ان کی طرف کبھی رجوع کرتے۔

اس بحث سے ہمارے بیان کی پوری تائید ہوتی اور یہ بات بخوبی صاف ثابت ہوتی ہے کہ مسلمانوں کا عمل جو قسم اول کے دو نونوع پر پایا جاتا ہے وہ بعض احکام قرآن یا واسطہ نقل و بیان قرآن پایا جاتا ہے۔ یہ کتابیں بلا واسطہ مسلمانوں میں لایا جاتا ہے۔

قسم دوم۔ وہ احکام ہیں جو احکام قرآن کے صریح مخالف ہیں۔ یہ احکام بھی

دو نوع ہیں۔

نوع اول - وہ احکام جن کو کتب یا انبیاء سابقین سے قرآن مجید نے نقل کیا ہے۔

نوع دوم - وہ احکام جو تورات و انجیل میں موجود ہیں۔

اس قسم کی نوع اول کی نسبت مسلمانوں کا یہہ اعتقاد ہے کہ ان احکام کو احکام قرآن نے منسوخ کر دیا ہے اور اب ان کی تفصیل کا وقت نہیں رہا۔
تجزیہ نسخ پر جو عیسائی لوگ اعتراضات کرتے ہیں وہ جدا گانہ ہیں جن کا جواب اہل اسلام ان کو دے چکے ہیں اس تجزیہ سے مسلمانوں سے ترک عمل کا الزام تو دور

(۱)

تجزیہ نسخ پر عیسائی ایک عقلی اعتراض کرتے ہیں کہ حکام سلطنت کسی حکم کو

جب ہی منسوخ کرتے ہیں جبکہ وہ سب کوئی نقصان شادہ کرتے ہیں جیسا کہ وقت

تجزیہ حکم نہیں رکھتے اور یہ امر خدا و تعالیٰ کی شان مقدس کے مخالف ہے۔

دوسرا عقلی اعتراض کہ حکام تورات کی نسبت انجیل متی باب ۵ - آیت ۱۷

میں صاف کہا گیا ہے۔ یہ خیال مت کر دو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتاب منسوخ

نہیں کرتا بلکہ پورا کرنا آیا ہوں (۱۸) کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں

کہ جیسا کہ آسمان زمین اہل بنامین تورت کا ایک لفظ یا شوشہ ٹٹلے گا پھر

کیونکہ ممکن ہے کہ احکام تورت احکام قرآن سے منسوخ ہوں۔

اہل اسلام اقرار میں اول کا یہ جواب دیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا بعض احکام تورت کو

منسوخ کرنا حکام سلطنت کے نسخ کی مانند نہیں ہے جبکہ اپنے قانون کی تاثیر کا علم

پہلے سے نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ نسخ ان ظاہری تبدیلیات حکیم عاویق کی مانند ہے

جبکہ اپنی تجویزات اور ادویہ کی تاثیر کا پورا علم ہوتا ہے پر وہ تبدلات مزاج مرض کے

(۱)

تعمیل احکام توہیت و خلیل کی نسبت اور
اہل حق تعالیٰ

ہوگا کیونکہ کسی عمل کا تارک وہی شخص کہلاتا ہے جو اس عمل کا مجاز و مامود ہو۔ اور جو شخص
کسی عمل سے اپنے آپکو ممنوع کر دے گا گیا (خیال کرے وہ اسکی ترک سے تارک نہیں کہلا
سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان قرآن کے تارک العمل نہیں کہلاتے ہیں۔ باوجودیکہ
بعض احکام قرآن کے منسوخ ہو کر وہ عمل میں نہیں لاتے۔
اور اس قسم کے نوح و دوہم کی نسبت اول تو مسلمانوں کو یہ شک ہے کہ شاید
اس نوح میں ہو و نہضاری کی تحریف و تبدیل کا دخل ہو۔ لہذا وہ اس نوح کی نسبت
پہلی عقائد کہتے ہیں جو قسم سوم کی نسبت بیان ہوگا اور بعض تسلیم اس امر کے کہ وہ
احکام منجانب اللہ میں ہو و نہضاری کی تحریف کا اس میں دخل نہیں ہے ان احکام

→ کی رعایت سے ان تجویزات داوود میں نظر پر تبدیلیاں کرتا ہے (جو صرف
مریض کی نظر میں تبدیلیات دکھائی دیتی ہیں۔ حکیم کے علم و قرار داوود میں تبدیلیات
نہیں ہوتیں) مثلاً جب حکیم حاذق ایک بیمار کو صفراوی بخار میں مبتلا دیکھتا
ہے تو اویس کے حق میں بیکارگی یہ تجویزین پڑا لیتا ہے کہ پہلے اسکو برسات استعمال
کراؤ لگا۔ پھر منضج ملاؤ لگا اسکے بعد سہل دو لگا۔ اسکے بعد کونین وغیرہ کہلاؤ لگا
ان تجویزات کے مطابق پہلے وہ اسکو گنجبین وغیرہ پلاتا ہے پھر اسکو منضج
کے کے بقیہ وغیرہ کا نفع دیتا ہے پھر اسکو منضج کر کے نادر وغیرہ کا سفوف دیتا
ہے پھر اسکو کر کے کونین کہلا دیتا ہے۔ اسکے بعد شربت لیمون وغیرہ پلاتا دیتا
ہے۔ اس منالج میں گو مریض کی نظر میں حکیم نے چند تبدیلیاں کی ہیں مگر اسکے
علم و قرار داوود میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی ہے۔ یہ ظاہری تبدیلیاں پہلے
سے اس کے علم میں مقرر تھیں اور ان کا طور تبدیلیات شرعی مریض کے
مطابق اور مناسب حال ہوا ہے ان تبدیلیات کے سبب سے اس حکیم کو

کی نسبت بھی وہ نسخ کا اعتقاد رکھتے ہیں جیسا کہ نوع اول کی نسبت رکھتے ہیں اور سوج سے وہ اس نوع کے احکام کے بھی تارک نہیں کہلا سکتے۔
 قسم سوم ان کتابوں کے وہ احکام ہیں جنکی تصدیق یا مخالفت سے قرآن اور صاحب قرآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساکت ہیں۔ ان احکام کی نہ قرآن یا حدیث میں تائید و موافقت پائی جاتی ہے نہ رد و مخالفت اس قسم کی نسبت مسلمان یہ شرطی و اجہالی اعتقاد رکھتے ہیں کہ اگر وہ احکام منجانب اللہ ہیں تو ہم نے ان کو مانا اور ان کے موقعہ پر ان کا واجب العمل ہونا تسلیم کیا۔
 اس اعتقاد کی بدانت آنگو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی ہے

چنانچہ صحیح بخاری میں یہ حدیث مروی ہے کہ یہودی مسلمانوں کو عبرانی میں تورات پر پڑھ سکتے اور عربی میں اوس کا ترجمہ کر کے اوس کا مطلب سمجھاتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مسلمانو! تم نہ اہل کتاب کی تصدیق

عزالی ہزیرہ قال کان اهل الكتاب یقرؤن التورۃ بالعبرانیۃ و یفسرہا بالعربیۃ لاهل الاسلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تصدقوا اهل الكتاب ولا تکذبوہم و قولوا انما باللہ وما انزل آیتہ (بخاری ص ۶۵۲ - ۱۰۹۲ - ۱۱۲۵)

کو نہیں کہہ سکتا کہ انہیں پہلے نسخ میں کوئی نقصان دیکھا تب اوسکو بدلا۔

پہلے سے اوسکو اس نقصان کا علم نہ تھا۔ ہوتا تو وہ پہلے سے وہ نسخ تجویز کرتا جو خیر بخیر کیا۔

دوسرے اعتراض کا جواب اہل اسلام ہر دینے ہیں کہ بعض احکام تورات کو (جیسے سبت کی تحریم و غنہ وغیرہ وغیرہ) انجیل والوں نے خود بدل دیا ہے۔

دیکھو اس پر ایش باب ۲ - آیت ۳۰ و باب ۹ - آیت ۱۲ و آیت ۱۳ و آیت ۱۴ و آیت ۱۵ و آیت ۱۶ و آیت ۱۷ و آیت ۱۸ و آیت ۱۹ و آیت ۲۰

کرو اور نہ تکذیب۔ اور یہ کہو کہ ہم اس پر ایمان لائے۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے
آتا۔ لکھیے۔

امام احمد و بزار و غیرہ کی حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تورات

کا عربی ترجمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
آر و سلم کے سامنے پڑھا تو آنحضرت صلی
اللہ علیہ و آلہ وسلم کا چہرہ مبارک (عفتہ
سے) متغیر ہو گیا اور آپ نے فرمایا تم ان
کتاب سے کچھ پوچھا کرو وہ خود گمراہ ہو
گئے ہیں مگر کبھی ہدایت نہ کریں گے۔
(ان سے تم پوچھو گے تو) حق کی تکذیب
کرو گے (یعنی اگر حق بات کو نہ مانا) یا
ناحق کی تصدیق کرو گے (یعنی اگر
سہی باتوں کو مان لیا)۔

واحد و ابزار واللفظہ من حدیث
حارث قال نسخ عمر کتابا من التورہ بالقرآن
فجاء به الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فجعل یقرء ووجہ النبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم یتخیر فقال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انساوا اهل
الکتاب عن شئی فاقولن یدوکم وقد
ضلوا وادانکم ایمان تکذبوا بحق او
تصدقوا بباطل واللہ لو کان نبوی
ممن اتهم کم ماصل لہ الا اتباعی
(قسطانی شرح بخاری ص ۱۰۳)

آیت ۱۱ و احبار باب ۱۲۔ آیت ۱۳ جن میں سبت و قننہ کے احکام ہیں۔ اور
اعمال ۱۵ آیت ہے۔ اور قلمیوں باب ۲۔ آیت ۱۴ جن میں ان احکام
کو نسخ کیا گیا ہے جس میں تبدیلی کا جواب انجیل کی طرف سے ہے یہی قرآن
کی طرف سے ہے۔ بعض عیسائی اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ان تبدیلیات
میں انجیل نے احکام تورات کی تکمیل کی ہے نہ محض تبدیل یہی جواب قرآن کی
طرف سے دیا جاسکتا ہے کہ قرآنی تبدیلیات میں احکام سابقہ کی تکمیل ہوئی ہے۔

تعمیل احکام تورات و انجیل کی نسبت

اس ارشاد ہدایت بنیاد کی وجہ یہ ہے چنانچہ مجمع البحار وغیرہ میں لکھا ہے کہ ان کی کتابوں میں تحریف و تبدیل واقع ہو چکی ہے۔ لہذا جن باتوں کی قرآن

وح لا تصدقوا اهل الكتاب فلعلمہ
ما هو محرف ولا تکذبوا هم فلعلمہ حق
بل قولوا امنا بحمیم ما انزل قالکان
حقایدخل فیہ والاکلا۔
(مجمع البحار ج ۲ ص ۲۳۹)

یا حدیث میں تصدیق یا مخالفت پائی نہیں جاتی۔ ان کی تصدیق مناسب ہے کیونکہ شاید وہ انکی بناوٹی اور محرف باتوں ہوں اور انکی کتب مناسب ہو کہ شاید وہ بنیاد اور غیر محرف ہوں ان کی نسبت شیخی علی ابن ابی تمیم

کہ اگر وہ باتیں منجانب اللہ ہوں تو ہمارا ان پر ایمان ہے نہیں تو نہیں ان کتابوں میں تحریف کے وقوع اور وجود سے قرآن مجید نے خود خبر دی ہے۔ ایک آیت میں ارشاد

انقطعون ان یؤمنوا لکم وقد
کان فریق منکم یسمعون کلام اللہ
ثم یحرفونہ من بعد ما عقلوا
وہم یعلمون۔
(بقرہ رکوع ۹)

ہو ہے اور مسلمانوں (کیا تمہیں یہ امید ہے کہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) تمہاری تصدیق کریں گے۔ اوں میں تو ایسے لوگ ہیں جو خدا کا کلام سنتے ہیں پھر

تجان بوجھ کر اوسکو بدل ڈالتے تھے

حضرت تبدیل

جس مہربان دوست کی پانچا طر سے یہ مضمون لکھا گیا ہے وہ اس امر کا قابل ہے کہ بعض احکام تورات احکام قرآن سے منسوخ ہو گئے ہیں۔ اسوجہ سے ہم اس بحث میں زیادہ تفصیل ضروری نہیں سمجھتے۔ اور حضرات عیسائیوں کی تالیفات تو ہمیں پہلے تو لیں کہ مناظرہ اہل کتاب بخوبی کر چکے ہیں۔ لہذا انکی خاطر

تعمیل احکام تورات

ایک اور آیت میں ارشاد ہے اور ان کے لئے خرابی ہے جو اپنے ہاتھوں سے خویلوں للذین یکتبون الکتب باید ہیثم ثم یقولون هذا امر عند اللہ لیشتر وہی ثمنا قلیلاً۔
(بقرہ رکوع ۹)

ایک اور آیت میں ارشاد ہے۔ "یہودیوں میں ایسے لوگ ہیں جو خدا کے بول (آیات و الفاظ کتاب) لکھتے ہیں پھر یہ کہتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہیں تاکہ اُس پر عقوبت (دنیاوی) مولین۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہے۔ "یہودیوں اور ان کے بول (یعنی آیات و کلمات) کو اپنے ہتھکانے سے بدل دیتے ہیں اور اُنھ سے کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور دل سے کہتے ہیں کہ ہم نے نہیں سنا۔"

ایک اور آیت میں ارشاد ہے۔ "یہودیوں کی عہد شکنی کے سبب ہم نے ان کو ہتھکارا اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا ہے وہ خدا کے بول اپنے ہتھکانے سے لے لیتے ہیں اور رخصت سے فائدہ لیتا ہوا کہتے ہیں تو ہمیشہ ان کی خیانت یعنی کتاب میں بدل دیکھتا ہے گا۔ سچے قصورے لوگوں کے

ایک اور آیت میں ارشاد ہے۔ "یہودیوں کی عہد شکنی کے سبب ہم نے ان کو ہتھکارا اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا ہے وہ خدا کے بول اپنے ہتھکانے سے لے لیتے ہیں اور رخصت سے فائدہ لیتا ہوا کہتے ہیں تو ہمیشہ ان کی خیانت یعنی کتاب میں بدل دیکھتا ہے گا۔ سچے قصورے لوگوں کے

ایک اور آیت میں ارشاد ہے۔ "یہودیوں کی عہد شکنی کے سبب ہم نے ان کو ہتھکارا اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا ہے وہ خدا کے بول اپنے ہتھکانے سے لے لیتے ہیں اور رخصت سے فائدہ لیتا ہوا کہتے ہیں تو ہمیشہ ان کی خیانت یعنی کتاب میں بدل دیکھتا ہے گا۔ سچے قصورے لوگوں کے

ان میں سے۔
ایک اور آیت میں ارشاد ہے یہودیوں میں بعض جاہل مکر تے ہیں
→ یہ تفصیل ضروری نہیں وہ ان کتابوں کو ملاحظہ فرمائیں اور انکی دلائل کا جواب دین اگر
کچھ عذر کہتے ہیں۔

66 کی شرح اللہ یبارک و تعالیٰ
بسم جلد ۱۱

وَمَنْ الذِّينَ هَادُوا اسْمَعُونَ الْكُذِبَ
اسْمَعُونَ لَعْنَةَ اٰخِرِيْنَ لَمَّا تَوَلَّوْا حِجْرًا
الْكَلِمَةُ مِنْ جَعْلِهَا مُوَاضِعَهُ
(مائدہ - رکوع ۶)

جھوٹ بولنے کو۔ وہ جاہلوں میں دو مردان
کے جو تیرے پاس نہیں آئے۔ وہ
خدا کے بول بدل ڈالتے ہیں اوس کی جگہ
مقرر ہونے کے بعد۔

اس تحریف کے باب میں اگر علماء اسلام کا یہی قول ہے کہ اس سے
تحریف لفظی معنوی و درو مراد میں۔ اہل کتاب نے اپنی کتابوں کے بعض
الفاظ کو بھی بدل دیا ہے جیسا کہ اون کے معانی میں باطل تاویلین کی ہیں بعض
علماء کا یہ قول ہے کہ ان کتابوں میں صرف معنوی تاویلین ہوئی ہیں نیز اہل
کتاب نے تورات و انجیل کے معانی و مراد کو تاویل باطل سے بدل دیا ہے۔ ان کے
الفاظ میں تصرف نہیں کیا۔

اس قول دوم کے قابل ایک امام بخاری ہیں جو اپنی کتاب صحیح کے خاتمہ

قال ابن عباس یکتا الخیر والنہی -
یحرفون یریلون ویسراحد یزیل
لفظ کتاب من کتب اللہ وکنتم یحرفونہ
یتاویلونہ علی غیر تاویلہ۔
(بخاری ص ۱۱۲)

میں حضرت ابن عباس سے ایک اور لفظ
"زقیب" کی تفسیر نقل کرتے کے بعد
فرماتے ہیں کہ "یحرفون" بمعنی "یریلون"
ہے جبکہ مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب اپنی
کتابوں سے کچھ نکال ڈالتے یا مکاریتے

ان کے بعد آپ فرماتے ہیں کتاب اللہ کے الفاظ کو کوئی شخص کتاب سے نکال نہیں
سکتا۔ اور اگر ازاں سے یہی مراد ہے کہ وہ لوگ اسمیں ایسی تاویل کہتے جو حقیقت کی
تاویل مراد ہوتی۔

دوسرا قابل اس قول دوم کا حضرت ابن عباس کو بنایا گیا ہے۔ اور امام
بخاری کا یہ قول اخیر حضرت ابن عباس کا قول ٹھہرایا گیا ہے۔ اور حقیقت میں یہ

صرف اشتباہ یا مخالفت ہے یہ قول بخاری کا اپنا قول ہے۔ اباب مین ابن عباس کا قول ہے تو صرف اس سے پہلا قول ہے کہ "یجر فون" یعنی یزیون ہے جس سے بلا تکلف تعریف عقلی مراد ہو سکتی ہے اور اسکی تفسیر صحیح و صحیح یہین سکتی ہے کہ اہل کتاب الفاظ تورات کو تورت سے نکال دیتے تھے اور انکی جگہ اور الفاظ اپنی طرف سے لکھ دیتے۔ اس پر ایک روشن دلیل یہ ہے کہ یہ بات حضرت ابن عباس نے صاف اور صحیح کہی ہے۔ چنانچہ اسی صحیح بخاری کی کتاب التوحید و کتاب الاعتصام و کتاب الشہادت وغیرہ میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ انہوں نے سداً توحیح

ان ابن عباس قال یا معشر المسلمین تشکون اهل الكتاب عن شئ و کتابکم الذی انزل علیکم کہ احدث الاحباء اللہ محضاً لم یشب و قد حدتکم اللہ ان اهل الکتاب بدلوا کتاب اللہ و غیرہ و کتابوا بایدیہم الکتاب و قاتوا هو من عن اللہ لیشترک بہ فمنا قلیل اولایہم ما جاءکم من العلم عن مسلم لا و اللہ ما راینا منهم رجلاً یسئلکم عن الذی انزل علیکم۔
(بخاری ص ۳۶۹-۱۰۹۸-۱۱۱۲)

مخاطب ہو کر فرمایا ہے تم اہل کتاب سے کیونکر کچھ پوچھتے ہو۔ حالانکہ تمہاری کتاب جو تمہارے نبی پر نازل ہوئی ہے خدا کی طرف سے ویچھے کر یا نئی آئی ہے۔ وہ خالص ہے۔ اس میں کچھ ملوثی نہیں ہوئی اور اہل کتاب کی نسبت خدا نے تمکو یہ خبر دی ہے کہ انہوں نے اپنی کتابکو بدل دیا ہے۔ اپنے ہاتھوں سے کچھ لکھا اور کہہ دیا کہ یہ خدا کی طرف سے ہے تاہ اسلے بدلے تمکوڑا مول لین۔ کیا جو

تمکو خدا نے علم دیا ہے وہ اہل کتاب کے استفسار سے تمکو مانع نہیں ہے؟ بخدا ان میں کوئی ایسا نہیں ہے جو تمہارے دین کی بات تم سے پوچتا ہو (یعنی پھر تم ان کے دین کی باتیں ان سے کہیں پوچھتے ہو)۔
اس قول میں حضرت ابن عباس سے صاف ثابت ہے کہ خالص اور ملوثی

صرف قرآن مجید ہے۔ اور پہلی کتابوں میں اہل کتاب کے اہل ل کی بھی لونی ہے۔
جس سے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ وہ قول امام بخاری کا اپنا قول ہے حضرت ابن عباس
کا وہ قول ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور اس قول کی دستاویز سے ابن عباس کو قابل تحریف
معنوی بنانا اشتباہ و مغالطہ ہے وہیں۔

تیسرا قابل قول دوم کا امام رازی کو بنایا گیا ہے جس کا منشا یہ ہے کہ امام رازی نے
بعض آیات قرآن میں (جن میں تحریف اہل کتاب کا بیان ہے) تحریف معنوی کا
مراد ہونا بیان کیا اور اسکو واضح کہا ہے۔ اس سے بعض لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ امام
صرف تحریف معنوی کے قابل ہیں اور ایسا سمجھنے میں انہوں نے دھوکا کھایا اور یہ
خیال بچھا کر آیات کی تفسیر میں امام نے کیا فرمایا ہے۔ بیشک امام نے بعض
آیات قرآن کی تفسیر میں (جن میں تحریف معنوی کی طرف اشارہ ہے) تحریف
معنوی کا مراد ہونا بیان کیا اور اسکو واضح کہا ہے۔ مگر جن آیات میں اہل کتاب
کی تحریف لفظی کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے اور انکی تفسیر میں تحریف لفظی کا بخوبی
اثبات کیا اور ایک بہتر قرار دیا ہے

الفرض جن آیت سے جو مفہوم ہوا اسکی تفسیر میں اسکا اثبات کیا۔ جن لوگوں
نے امام کی ایک کلام مثبت تحریف معنوی کو دیکھ کر اور انکو صرف تحریف معنوی کا
قابل قرار دیا ہے انہوں نے سخت دھوکا کھایا ہے اور اس مصرعہ کا مصداق
بکر و کھاویع حفظت شیئا وغابت عنک اشیاء

یہ اس مقام میں امام رازی کے وہ اقوال نقل کرتے ہیں جن میں انہوں نے
تحریف لفظی کا اثبات کیا اور اسکو بہتر قرار دیا ہے۔
آیت سورہ بقرہ کی تفسیر میں آپ نے فرمایا ہے کہ یہ تحریف لفظی میں
ہے یا معنی میں، لیکن لفظی تحریف کی تجویز معنوی تحریف کی تجویز سے بہتر ہے

تعمیل احکام توزیت و اخیل کی نسبت

کیونکہ اگر کلام الہی اپنی اصلی صورت پر
 باقی رہے اور صرف اسکے معنی میں تاویل
 ہو تو اس صورت میں وہ لوگ کلام الہی
 کو بدلنے والے نہیں کہلاتے صرف اس کے
 معنی کے محرف بنتے ہیں (حالاںکہ وہ کلام
 الہی کے بدلنے والے قرار دینے کے ہیں)
 اس تحریف سے یہ معنی (تحریف لفظی کے)
 مراد لیتے جا سکیں۔ جیسا کہ ابن عباس
 سے مروی ہے کہ "اہل کتاب نے ان
 کتابوں میں کمی و بیشی کی ہے" تو انہی
 معنی کی تجویز بہتر ہے۔ یہ معنی نہ ہو سکیں

قال القاضی ان التحریف اصلان یکون فی اللفظ
 او فی المعنی وحمل التحریف علی تغییر اللفظ
 اولی من حمل علی تغییر المعنی لان کلام اللہ
 تعالیٰ اذا کان باقیاً علی حجتہ وغیرہ تاویلہ
 فانما یکون مغیرین لبعناہ لان نقل الکلام
 المسموع فان امکن ان یحیل علی ذلک
 کما روی عن ابن عباس "من اعم زادوا
 ونقصوا" فهو اولی وان لم یکن ذلک
 فیجب ان یحیل علی تغییر تاویلہ وان کان
 التزیل ثابتاً۔
 (تفسیر کبیر ص ۷۷۵-۷۷۶)

تب تحریف معنوی مراد لینا واجب ہے۔ امام رازی کو قابل تحریف
 معنوی بنانے والے اصناف کی عینک لگا کر ان
 الفاظ کو پڑھیں۔

اور آیت سورۃ نسا کی تفسیر میں آپ نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس مقام
 (سورۃ نسا) میں لفظ "عن مواضع" فرمایا ہے۔ اور سورۃ مائید میں

"من بعد مواضع" ان دونوں
 الفاظ میں فرق یہ ہے کہ سورۃ نسا
 کے لفظ میں تاویل باطل مراد ہے اور اس
 آیت کے یہ معنی ہیں کہ وہ لوگ آیات
 توزیت وغیرہ کی باطل تاویلین کرتے۔

ذکر اللہ تعالیٰ ہمنان مواضعہ و فی
 المائدۃ من بعد مواضعہ والفرق
 انا اذا فسرت التحریف بالتاویلات الباطل
 فہمنا قولہ یحرفون الکلم عن مواضعہ
 معناه انہم یدکرون التاویلات

<p>الفاسدة تلك النصوص وليس فيه بيان اھمہ یخرجون تلك النقطة من الكتاب واما الآية المذكورة في سورة المائدة فهي دالة على اھمہ جمعوا بين الامرین فكانوا يذكرون التاويلات الفاسدة وكانوا يخرجون اللفظ ايضا من الكتاب فقوله يخرجون الکلم اشارة الى التاويل الباطل وقوله من بعد مواضعه اشارة الى اخرجہ عن الكتاب -</p> <p>(تفسیر کبیر ص ۳۳۸ ج ۳)</p>	<p>اس میں یہ بیان نہیں ہے کہ وہ ان الفاظ کو کتاب اللہ سے نکال دیتے اور جو لفظ سورہ مائدہ میں فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دو توخر یضین عمل میں لائے۔ تاویل باطل بھی کرتے اور الفاظ بدل بھی ڈالتے۔ اس آیت کے لفظ "یخرجون الکلم" میں تاویل باطل کی طرف اشارہ ہے اور لفظ "من بعد مواضعہ" میں الفاظ کو کتاب میں سے نکال ڈالنے کی طرف اشارہ ہے۔ اس قول کو بھی آنکھ کھول کر دیکھنا چاہئے۔</p>
---	--

ان اقوال سے صاف ثابت ہے کہ امام رازی پہلی کتابوں میں تحریف لفظی و منوی دونوں کے وجود کو مانتے ہیں اور ان کو صرف تحریف معنوی کا قائل نظر نہ آتے اور مخالفت ہے۔

صرف تحریف معنوی کا قائل ان میں اکابر کو بتایا گیا تھا جن میں انجیر و کا قائل تحریف لفظی ہونا نہیں ثابت کروا۔

اب سے تیسرے بزرگ (امام بخاری) سو ان کا قول اسباب میں قابل احتجاج و استناد نہیں ہے۔ حدیث کے تصحیح یا تصدیق اور رجال کے جمع و تعدیل میں اولیٰ کا قول اور دونوں سے مقدم و مستند ہے مگر فقہان حدیثیہ کے علاوہ مسائل فقہیہ و کلامیہ میں وہ دونوں سے مقدم نہیں ہے کہ وہ ایک جمہور علماء کا مقابلہ کر سکیں خصوصاً اس حالت میں کہ اپنے قول کے بجز ظن و تخمین

کوئی مند نہ رکھتے ہوں۔

ہمارا یہ خیال ہے کہ امام بخاری نے اصل کتاب تورات و انجیل کو کبھی نہ دیکھا ہوگا کیونکہ ان کے وقت میں ان کتابوں کا عربی یا فارسی زبانوں میں (جن سے امام بخاری واقف تھے) ترجمہ نہ ہوا تھا۔ اور ان کا عبرانی۔ یونانی۔ سریانی وغیرہ جانتا بھی ثابت نہیں ہوا اور نہ بجز روایت و تحقیق حدیث و تنقید رجال اور کوی اس قسم کا شغل ان سے منقول ہوا ہے لہذا انہوں نے صرف ظن و تخمین سے یہ فرما دیا ہے کہ کتاب اللہ کے الفاظ کو کون کمال یا بدل سکتا ہے اور ان کو یہ علم ہوا کہ اس کتاب میں ایسے الفاظ موجود ہیں جو خدا کے الفاظ ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اور نہ ان کو یہ خیال آیا کہ ظالموں نے خدا کی کتاب کو جلا دیا۔ خدا کے بندوں کو ترسیخ کیا بعض الفاظ کتاب کا بدل دینا تو اس سے ہلکا اور آسان امر ہے۔

علماء اسلام نے امام بخاری کے اس قول کا خوب معارضہ و مقابلہ کیا ہے۔ اور انکی ظنی دلیل کا کافی جواب دیا ہے اور واقعات تاریخی سے ثابت کیا ہے کہ ان کتابوں میں بظنی تحریف موجود ہے۔ ذیل میں ہم ان علماء کے اقوال نقل کرتے ہیں۔ ان اقوال سے ہمارا یہ دعویٰ بھی ثابت ہوگا کہ اکثر علماء اسلام ان کتب میں وجود تحریف

نہیں ہے اس خیال کو کوئی تعجب کی نگاہ سے نہ دیکھے سلف میں بہت لوگ ایسے گمراہ ہیں جو ایک

فن کے امام تھے دوسرے فنوں سے باہل یا آشنا تھے وہ بھی طبقہ الحفاظ میں کہا ہے۔
 فکور من امام فی فن مصنفین غیر کیوید مثلاً امامی
 الخو لا یدرک الحدیث و کیم امام فی الحدیث و الاخر
 المرہبہ و کانی تو اس اس فی الشعر عربی عن عمر و
 عبد الرحمن بن محمدی امام فی الحدیث لا یدری
 ما الطب قط و محمد بن الحسن یاس فی الفقه
 و لا ینرک ما الفراء و کتفص امام فی الفراء تالف
 فی الحدیث و نہ یرب رجال اعرب و نا کھا۔
 (مخلص طبقات الحفاظ ذہبی)

بہرے لوگ ایسے گمراہ ہیں جو ایک فن میں بہت تھے دوسرے فنوں سے باہل یا آشنا تھے وہ بھی طبقہ الحفاظ میں کہا ہے۔ فکور من امام فی فن مصنفین غیر کیوید مثلاً امامی الخو لا یدرک الحدیث و کیم امام فی الحدیث و الاخر المرہبہ و کانی تو اس اس فی الشعر عربی عن عمر و عبد الرحمن بن محمدی امام فی الحدیث لا یدری ما الطب قط و محمد بن الحسن یاس فی الفقه و لا ینرک ما الفراء و کتفص امام فی الفراء تالف فی الحدیث و نہ یرب رجال اعرب و نا کھا۔ (مخلص طبقات الحفاظ ذہبی)

نقذی کے قابل میں۔

وقد صرح كثير بيان اليهود والنصارى
بدلوا اللفاظ كثيرا من التوراة
والانجيل واقوا بغيرها من عند
انفسهم وحرروا ايضا كثيرا من
المعاني بتاويلها على غير الوجه ومنهم
من قال بدوها كلها ومن ثم قيل
بامتهاها وقيل نظرا ذالآيات و
الاخبار كثيرة في انه بقي منها اشياء
كثيرة لم تبدل منها آيت الذين يتبعون
الرسول النبي الامي وقصته بجم اليهود
وقيل التبديل وقع في السير منها و
قيل وقع في المعاني دون الالفاظ
وهو الذي ذكره ههنا وقيل نظر
فقد وجد في كتابين ما لا يجوز
ان يكون بهذه الالفاظ - من عند الله
لا وقد نقل بعضهم الاجماع على انه
لا يجوز الاشتغال بالتوراة والانجيل
ولا كتابتهما ولا نظرها x x والاولى في
هذه المسئلة المقررة بين من لم يتمكن
ويصير من الراسخين في الايمان فلا يجوز له

قططانی نے شرح صحیح بخاری میں

امام بخاری کے اس قول کے مقابلہ میں فرمایا
ہے بہت سے علماء اسلام نے تبصریح
کہا کہ یہود و نصاری نے بہت سے الفاظ
توریت و انجیل کو بدل دیے بعض کا قول ہے
کہ انہوں نے ان کتابوں کو بالکل ہی
بدلایا ہے اس خیال سے وہ ان کتابوں
کی بے ادبی کر نیکو جائز سمجھتے ہیں مگر یہ قول
محل اعتراض ہے۔ بہت سی آیات و
احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کتابوں
کی بہت سی چیزیں اپنے اصل پر ہیں اور
رحم وغیرہ۔ بعض کا قول ہے کہ قصور کے
الفاظ میں تبدیلی ہوئی ہے۔ بعض کا قول
ہے کہ صرف معانی میں تبدیلی ہوئی ہے نہ
الفاظ میں چنانچہ بخاری نے ذکر کیا ہے
مگر یہ قول بھی محل اعتراض ہے ان کتابوں
میں ایسے الفاظ موجود ہیں جو خدا کی طرف
سے ہرگز نہیں ہو سکتے بعض علماء نے
اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ ان کتابوں کا
شغل رکھنا اور انکو لکھنا دیکھنا مایہ نہیں

النظر في شئ من ذلك بخلاف الساسم
 فيه ولا سيما عند الاحتياج الى الرد على
 مخالف ويدل للمقل الاثمه قديما
 وحديثا من التوراة والزمامم التصديت
 محمد صلى الله عليه وآله وسلم ايتي
 من كتابهم -
 (قسطلاف ج ۱۰ ص ۱۳۵)

اسکے بعد قطلانی نے اس حدیث احمد و بزار
 کو نقل کیا ہے جو ص ۶۹ میں نقل ہو چکی
 ہے اس کے بعد کہا ہے اس (ان کتابوں
 کے شغل و مطالعہ کے باب میں بہتر قول یہ ہے
 کہ جو شخص صاحب تیز بصیرت نہ ہو اس کو
 ان کتابوں کا شغل جائز نہیں اور جو صاحب
 تیز ہو اور علم و دین میں مضبوط ہو اس کے

لئے جائز ہے خصوصاً اس حالت میں جبکہ مخالفین اسلام کو ان کتابوں کی مدد سے
 جواب دینا پڑے اس پر دلیل یہ ہے کہ علماء قدیم سے اب تک تورات سے ایسی باتیں
 نکالتے آئے ہیں اور ان سے منکرین نبوت محمدیہ کو الزام دیتے رہے ہیں۔
 حافظ امام بن حجر نے فتح الباری شرح صحیح البخاری میں بذیل اس قول

قال شيخنا ابن الملقن في شرحه هذا الذي
 قاله احد القولين في تفسيره والاية
 وهو بخاره (اي البخاري) وقد صح
 كثير من اصحابنا بان اليهود والنصار
 يدوا التوراة والانجيل وفعوا على
 ذلك امتهان اور اقما وهو مخالف
 ما قاله البخاري همنا اتقى وهو كالتصريح
 في ان قوله وليس احد من كلام
 البخاري ذيل به تفسير ابن عباس
 وهو يتحمل ان يكون بقية كلام ابن

بخاری کے کہ کتاب اللہ کے لفظ کو
 کوئی نکال یا تلا نہیں سکتا، فرمایا ہے
 ہمارے شیخ ابن ملقن نے کہا ہے کہ یہ
 جو بخاری نے کہا ہے یہ تفسیر تیسرے یحزقون
 میں ایک قول ہے۔ جبکہ امام بخاری نے
 یہ کیا ہے مگر یہ۔ اکثر علماء نے تصحیح
 کہا ہے کہ یہ وہ نصاریٰ نے الفاظ
 تورات و انجیل کو بدل ڈالا ہے اور اس پر
 انہوں نے یہ سکہ متفرع کیا ہے۔ کہ ان
 کتابوں کی بے ادبی کرنی جائز ہے مگر یہ

<p>بات قول بخاری کے مخالف ہے۔ ابن کثیر کا قول تمام ہو اسمین گویا صاف کہا گیا ہے کہ یہ قول بخاری کا اپنا قول ہے جسکو انہوں نے ابن عباس کی تفسیر لفظ "یخرفون" کے ذیل میں بیان کیا ہے اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ یہ ابن عباس کا قول ہے بعض پچھلے شارحین بخاری نے کہا ہے کہ اس مسئلہ تحریف میں کئی قول ہیں۔ ایک کہ تورت و تخیل سب کی سب بدلی گئی ہے۔ آج کتابوں کی بے ادبی کا جواز اسی قول کا مقتضا ہے۔ گو یہ زیادتی ہے۔ اور اس قول کی یہ تاویل ضروری ہے کہ تحریف کل سے اگر حصہ کی تحریف مراد ہے۔ ورنہ یہ بیجا ہے جھگڑا ہوگا۔ کیونکہ بہت سی آیات و احادیث سے ثابت ہے کہ ان کتابوں میں بہت سی چیزیں اپنے اصل پر ہیں جن میں تبدیلی نہیں ہوئی۔ ایک آیت میں ارشاد ہے۔ وہ جو رسول کی پیروی</p>	<p>عباس فی تفسیر الایۃ۔ وقال بعض الشراح المتأخرین اختلفت فی هذه المسئلة علی اقوال احدھا انها بدلت کما هو مقتضی القول بالحکی جواز الاتمهان وہی افراط وینبغی حل الطلاق من اطلاق علی اکثر واکثر من کایة فالایات والاخبار کثیرة فی ان بقی منها اشیاء کثیرة لم تبدل من ذلک قوله تعالی الذین یتبعون الرسول النبوی الامی الذی یحیدونہ مکتوباً عندہم فی التوریتہ الایۃ ومن ذلک قصة رجم الیہودیین وفیه وجود ایت لرجم ویویدۃ قوله تعالی فاتوا بالتوریتہ فاتلوها ان کنتم صدقین۔ تاہم ان التبدیل وقع لکن فی معظمھا وادلتہ کثیرة وینبغی حل الاول علیہ ثالثھا ووقع السیر منھا و معظمھا باقی علی حالہ را بعضا انما</p>
--	---

جس میں خیال و احتمال ہو گون نے دعو کا کہا ہے اور اس قول سے حضرت ابن عباس کو

قابل تحریف منوی بنادیا۔

تعمیر احکام تورات و تہمیل کی نسبت

دفعہ التبديل والتغير في المعاني
 لاني اللفاظ وهو المذكور
 ههنا وقد مثل ابن تيمية عن هذا المسئلة
 مجرورة فاجاب في فتاواه ان للعلماء في
 هذا القولين احدهما وقوع التبديل
 في اللفاظ ايضا نائيهما لا تبديل الاني
 المعاني واجتمعت في من اوجه كثيرة
 منها قوله تعالى لا تبديل بكلماته وهو
 معارض بقوله تعالى من بدله بعد ما سمعه
 فانما هم على الذين يبدون ولا يعين
 بجمع بما ذكر من المحل على اللفظ في النفي و
 على المعنى في الاثبات لجواز المحل في النفي
 على الحكم وفي الاثبات على ما هو اعم من اللفظ
 والمعنى ومنها ان نسخ التوراة في المشرق
 والغرب والمجنوب والشمال لا يختلف و
 من المحال ان يقع التبديل فتوارد
 النسخ بذلك على مناهج واحد وهذا
 استدلال عجيب لا فاذ اجاز وقوع التبديل
 جاز اعدام المبدل والنسخ الموجودة
 الان هي التي استقر عليها الامر عندهم
 عند التبديل والاعتبار بذلك طائفة

کرتے ہیں جسکو وہ اپنے پاس تورت میں
 لکھا ہوا پاتے ہیں۔ واز انجیل حدیث قصہ
 برجم ہی جس میں مذکور ہے کہ تورت میں
 حکم برجم موجود ہے۔ اس امر کا موید خدا کا یہ
 قول ہے۔ تورت لاؤ۔ اور اس کو
 پرکھو اگر تم سچے ہو۔ دوسرا
 قول یہ ہے کہ تحریف ان کتابوں کے اکثر
 حصہ میں ہوئی ہے۔ اس قول کو لایں
 (یعنی شواہد اور ان کتابوں میں اس کی
 امثال) بکثرت موجود ہیں۔ اور پہلے
 قول کو اسی قول کے معنی میں لینا واجب
 ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اکثر حصہ ان
 کتابوں کا محفوظ ہے تھوڑے حصہ
 میں تبدیل ہوئی ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ تبدیلی صرف معنی
 میں ہوئی ہے الفاظ بھی محفوظ ہیں۔
 صحیح بخاری کے اس مقام میں یہ قول
 بیان ہوا ہے۔ شیخ ابن تیمیہ سے اس مسئلہ کا
 سوال ہوا۔ تو انہوں نے اس کے جواب
 میں ایک فتویٰ لکھا۔ جس میں کہا ہے کہ
 اسباب میں علماء کے دو قول ہیں۔

<p>ایک یہ کہ الفاظ میں ہی تبدیلی ہوئی ہے دوسرا یہ کہ صرف معانی میں ہوئی ہے۔ اس دوسرے سے قول کے ابن تیمیہ نے بہت سے دلائل پیش کئے ہیں از انجیل ایک یہ ہے کہ خدا تمہارے لئے فرمایا ہے "خدا کی باتوں کے لئے تبدیلی نہیں ہے" اس کے مقابلہ میں یہ قول خداوندی پیش کیا گیا ہے کہ "جو شخص خدا کی بات کو رجو وصیت کے باب میں ہے) بدل دے وہ گناہگار ہوگا" جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کو بدل دینا ممکن ہے۔ ان دونوں آیتوں میں جو اوہوں نے یہ وجہ موافقت بیان کی ہے کہ پہلی آیت میں جو تبدیلی کی نفی ہوئی ہے</p>	<p>اما فيما يتعلق بالتوراة فلان تحت تصرف ما عزا بيت المقدس واهل بيتي اشيل ومن يهوبين قبتيل واسير اعلام ايتهم حتى صار عزيزا مالا عليهم واما فيما يتعلق بالانجيل فان الروم لما دخلوا في النصرانية جمع ملكهم اكارهم على ساقى الانجيل الذي بايديهم وتخر لفظهم المعاني لا ينكر بل هو موجود عندهم بكثرة وانما النزاع هل حرفت الالفاظ اكلاد وقد وجد في الكتابين ما لا يجوز ان يكون بهذه الالفاظ من الله عز وجل اصلا وقد سرد ابن حزم في الفصل في اللل والنخل اشياء كثيرة من هذا الجنس نحو ان انتي لو طبعه هلاك قومہ ضاحضه كل منها باها بعد ان سقطت الخ فوطي كلا منها نخلت من الی غیر خلاك من المنكرة وقال في موضع آخر وبلغنا عن قوم من المسلمين انهم يكرهون</p>
---	---

①

﴿آیت﴾ "من بدل نعمة الله" کے ایک معنی ہیں دوسرے معنی جو مشہور ہیں یہ ہیں کہ شخص

وصیت کنندہ کی بات کو بدل دیا وہ گناہگار ہوگا +

①

ان التورۃ والانجیل اللتین بایڈیا
 لليهود وخرقان وقل شتم القرآن والستہ
 علی انعمہم عرفون الکلم عن مواضعہ و
 ليقولون علی اللہ الکذب وهم یعلمون ویقولون
 هو من عند اللہ وما هو من عند اللہ
 ویسبون الحق بالباطل ویلقون للحق
 وهم یعلمون ویقال لہؤلاء المنکرین
 قد قال اللہ فی صفة الصحابة وذلك مشہم
 فی التورۃ ومنتہم فی الانجیل کذبح
 اخرج شطارہ الی اخر السورۃ ولس
 بایڈی اليهود والنصارى عن ہذا
 شئ ویقال لمن ادعی ان نقلہ نقل متواتر
 قد انفقوا علی ان لا ذکر ل محمد صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم فی الکتابین فان
 صدقہم وہم فیما بایڈیہم کونہ
 نقل نقل التواتر فصدقہم یا زعمہ
 ان لا ذکر ل محمد المصطفی صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم ولا اصحابہ رضی اللہ
 عنہم والا فلا يجوز تصدیق بعض و
 تکذیب بعض من مجیثا مجیثا واحدا
 فی البیانی شرعہ صحیح الیاری

اور اس سے لفظ کی تبدیلی
 مراد ہے اور دوسری آیت
 میں جو اس کا اثبات ہے
 اس معنوی تبدیلی سے
 ہے یہ وجہ التسلیم نہیں
 ہے کیونکہ جابر نہیں کہ آیت
 نفی میں یہ حکم مراد ہو کہ کلمات
 خدا میں تبدیلی نہ کرو۔
 اور آیت اثبات تحریف لفظی
 و معنوی دونوں کو شامل
 ہو۔

دوسری دلیل یہ بیان کی
 جاتی ہے کہ تورت و انجیل کے
 نسخے مشرق و مغرب جنوب
 و شمال میں ایک سے ہیں۔ اور
 یہ بات محال ہے کہ سب کے سب
 ایک نقطہ سے بدلائے گئے ہوں۔ بلکہ
 یہ استدلال عجیب ہے۔ جب
 تبدیلی کا ہو جانا جائز ہے تو اصل
 لفظ کا سب نسخوں سے تعدد و مرجع
 کیا شکل ہے۔

اور یہ جسے جہان کے پاس اس وقت موجود ہیں وہ سب کے سب اس وقت سے بعد کے ہیں جبکہ ان میں تبدیلی ہو چکی تھی۔ اس امر کی مصدق خبریں بکثرت موجود ہیں۔

توریت کے متعلق یہ خبر ہے کہ نخت نصر نے جب بیت المقدس پر چڑھائی کی اور بنی اسرائیل کو قتل کر دیا تو ان کی تمام کتب کو معدوم کر دیا۔ پھر عزیر آئے تو انہوں نے صرف یاد سے انکو لکھا۔ انجیل کی نسبت یہ خبر ہے کہ جب رومی مذہب عیسائی میں داخل ہوئے تو ان کے بادشاہ نے موجودہ انجیل پر سب کو متفق کیا۔ تحریف معنوی سے تو کسی انکار نہیں ہے۔ شراغ تو اس میں ہے کہ معنوی کے ساتھ لفظی تحریف بھی ہوئی ہے یا نہیں سو ان کتابوں میں ایسے الفاظ موجود ہیں جو کلام الہی ہرگز نہیں ہو سکتے۔

حافظ بن حزم کی کتاب ملل و معین میں اس قسم کے بہت سے الفاظ بیان کئے ہیں۔ اور انجیل تورات کے یہ الفاظ ہیں لوط کی بیٹیوں نے اپنے باپ لوط کو شراب پلائی اور ان سے بد فعلی کرا کے حاملہ ہوئیں۔ ایسا ہی اور بری باتیں اسمیں

موجود ہیں۔

حافظ ابن حزم نے ایک اور جگہ فرمایا ہے کہ بعض مسلمانوں سے کہو یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ تورات و انجیل میں لفظی تحریف واقع ہونے سے منکر ہیں۔ اور قرآن و حدیث میں آپ کا ہے کہ یہ وہ دو نصاریٰ خدا کے کلام کو بدل دیتے ہیں۔ اور خدا پر دیدہ و دانستہ جھوٹ بانڈتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ یہ بات خدا کی طرف سے ہے حالانکہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہوتی اور وہ حق بات کو چھپاتے ہیں

اس خبر کی تفصیل میں یہ پایا جاتا ہے کہ بہت سے فنون کو اس وقت نکالا گیا ہے۔

دیکھو اعجاز عیسوی ص ۲۱ تا ۲۲۔ جسکی اصل عبارت اس رسالہ میں بابت تحریف لفظی کی تاج میں منقول ہوگی۔

تفصیل احکام تورات و انجیل کی نسبت اسلامی متقاو

اور وہ جانتے نہیں کہ وہ حق ہے " منکرین تخریف کو یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں اصحاب نبوی کے حق میں کہا ہے کہ ان کا حال و صفت تورت و انجیل میں یوں موجود ہے کہ وہ ایک کھیتی کی مانند زمین جسے لگا لایا پھاٹھا " تا آخر " اور اب تورت و انجیل میں اصحاب کی یہ صفت مذکور نہیں ہے۔ ان منکرین تخریف سے جو یہ کہتا ہے کہ تورت بہ نقل سواتر منقول ہے پر اس میں تخریف کیونکر ممکن ہے۔ اسکے جواب میں کہا جاتا ہے کہ یہود و نصاریٰ ایسا ہی پر متفق ہیں کہ تورت و انجیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا ذکر موجود نہیں ہے۔ اب اگر تم انکی اس کتاب کی (جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کا ذکر نہیں) تصدیق کرو گے تو تمکو اس امر کی بھی تصدیق کرنی پڑیگی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کا ذکر تورت و انجیل میں نہیں ہے (جس سے تصدیق قرآن فوت ہوگی) اور اگر اس امر کی تصدیق نہ کرو گے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ باقی سب کتاب کی تصدیق کرو اور اسکو تخریف سے محفوظ مان لو کہیونکہ وہ سب بیکان ہے۔"

حافظ ابن القیم حنبلی نے کتاب اغاثۃ اللہمقان میں فرمایا ہے موجودہ

تورت میں تخریف لفظی کے وقوع و عدم میں تین قول ہیں۔ ایک فرقہ اسلام کا یہ قول ہے کہ وہ سب کی سب یا اکثر بد لائی گئی ہے۔ اس میں بعض نے زیادتی کی ہے اور کہہ دیا ہے کہ اس کتاب کے اوراق سے استخراج کرنا جائز ہے۔ ایک فرقہ اجمہدیت و فقہ و کلام کا یہ قول ہے کہ تبدیلی صرف تاویل میں ہوئی ہے الفاظ میں۔ بخاری نے اپنی کتاب میں کہا ہے "یحونون" بمعنی "یریلون" ہے۔

(۱) اجمہدیت سے شاید نام بخاری مراد ہیں اور اہل فقہ و کلام سے امام رازی جنکو غلطی سے صرف

تخریف معنی کا خیال بنایا گیا ہے۔

<p>اور کوئی شخص کتاب اللہ کے لفظ کو بدل نہیں سکتا و لیکن وہ لوگ اسکی تائیل ایسی کرتے تھے جو اسکی تائیل نہ تھی۔ یہی قول امام رازی نے اختیار کیا ہے اور یہی اپنے ایسا (ابن تیمیہ) کو یہ کہتے تھے کہ اس باب میں فضلاء اہل اسلام کا اختلاف ہے۔ پہلے انہوں نے اس مذہب کو جائز رکھا اور اس کے خلاف کو ضعیف کہا۔ کسی نے اس پر انکار کیا تو انہوں نے اس پر پندرہ دلائل قائم کئے اور انہوں نے ایک یہ دلیل کہ تورات کے نسخے مشرق و مغرب جنوب و شمال میں پھیلے</p>	<p>فصل وقد اختلف فی التورۃ التي بایدیمہ هل ہی سیدلہ ام التبدیل وقع فی التائیل دون التذیل علی ثلث اقوال قالت طائفة کلھا او اکثرھا سیدلہ وغلا بعضهم حتی قال یجوز الاستحار بها و قالت طائفة من ائمة الحدیث الفقه والکلام انما وقع التبدیل فی التائیل قال البخاری فی صحیحہ یحرفون بزیلون و لیس احد یزیل لفظ کتاب من کتب اللہ و لکن یتاؤنہ علی غیر تائیل و هو اختیار الرازی ایضا و سمعت شیخنا یقول وقع التزام بین الفضلاء عابداً</p>
---	---

(۱)

(۱)

عبارت افاش میں نہ اس اختلاف کو ابن تیمیہ سے نقل کیا ہے اور نہ یہ بیان کیا ہے کہ اس اختلاف کی کس جانب کو انہوں نے جائز کیا یعنی پسند کیا۔ اور کس مذہب کو ضعیف کیا۔ قرینہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف کے اقوال ہی نہیں ہونگے جو ابن القیم نے بیان کئے ہیں اور مذہب جائز اور پسندیدہ اور مذہب سے قول سوم رازی کو کیونکہ اسی قول سوم کو ابن تیمیہ نے الجواب صحیح لمن بدل دین اللہ میں پسند فرمایا ہے۔ اور جس مذہب کو ضعیف کہا ہے اس سے قول اول مراد ہے جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ کتاب میں سب کی تبدیلی گئی ہے تب ہی ابن تیمیہ اسکو رد کیا اور ثابت کیا ہے کہ وہ سب کی سب نہیں بدلائی گئیں۔

<p>ہذا المذہب ووقی غیرہ فانکر علیہ فانظر حسنة عشر نقلا به ومن حجة هو كما ان التوراة قد طبقت مشارق الارض ومغاربها وانتشرت جنوبا وشمالا ولا يعلم عدد نسخها الا الله فيتمتع التواصي على التبديل والتغير في جميع تلك النسخ حتى لا يبقى في الارض نسخة الا منبذة وهذا مما يحيله العقل قالوا وقد قال الله لبيته قل فاتوا بالثورة فاتوا بها ان كنتم صدقين قالوا وقد اتفقوا على ترك فريضة الرجم ولم يكفهم تغيرها من التوراة ولما اقرروها على النبي صلى الله عليه وآله وسلم وضع القاري يد على آية الرجم فقال له عبد الله بن سلام ارفع يدك فرفعها فاذا هي تلوم تحتها و توسطت طائفة فقالوا قد تريد فيها وغير اشياء وسيرة جدا واختره</p>	<p>گوین اس کے نسخوں کا شمار بجز خدا کی معلوم نہیں ان سب نسخوں کی یکساں تبدیلی کا وقوع عقلاً محال ہے۔ دوسری دلیل خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تورت لاؤ۔ اور سچے ہو تو اسکو پڑھو۔ تیسری دلیل اوہنوں نے یہ بیان کی ہے یہودیوں نے خدا کے اس حکم کو کہ زانی کو سنگسار کیا جائے بالاتفاق ترک کر رکھا تھا مگر وہ اسکو تورت سے بدل نکلے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ان کے قاری نے تورت کو پڑھا تو آیت رجم پر پڑھا کہ کیا عبد اللہ بن سلام نے اور سکا اٹھا اٹھا تو بیچے سٹی آیت رجم ظاہر ہوئی اس باب میں سہرا ومعتدل یہ تیسرا قول ہے کہ اس میں کچھ تغیر و تبدل ہوا ہے ہمارے استاد ابن تیمیہ نے اپنی تالیف الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح میں اس قول کو پسند فرمایا اور اسکی</p>
---	--

یہی ہی بقیہ دلائل ہونگی جنکو افاتہ اللہ ان من نقل نہیں کیا۔ ان دلائل سے اس
 مذہب کا ضعف ثابت ہوتا ہے کہ تورت سب کی سب بدل گئی ہے نہ اس مذہب (قول
 سوم) کا جسکو ابن تیمیہ نے خود پسند کیا ہے۔

شیخانی الجواب الصمیم لمن بدل دین المسيح
 قال وهذا كافي التوراة عند هـ
 ان الله سبحانه قال لابراهيم اخبر ابنك
 برك او وحيدك اسحاق قلت والزيادة
 باطلا من وجوه عشرة الاول ان بكره
 ووحيد اسمعيل باتفاق الملل لثلاث
 الثاني انه بيضا امر ابراهيم ان ينقل
 هاجر وابها اسمعيل عن سارة ويسكنها
 في بريمكة لتلا تغار سارة فامر به بالاعد
 السرية وولدها معها فكيف يامر بعد هذا
 بذبح ابن سارة وابقاء ابن السرية
 هذا مما لا يقتضيه الحكمة والثالث
 ان قصة الذبح كانت بمكة قطعا ولذا
 جعل الله سبحانه ذبح الهدايا والقرابين
 بمكة تذكيرا للائمة بما كان من ابراهيم
 مع ولده هنالک الرابع ان الله بشر سارة
 ام اسحق باسحق ومن وراثته يعقوب
 فبشرها بهما فكيف يامر بعد ذلك بذبح
 اسحق وقد بشر ابويه بولده ولذا الخامس
 ان الله لا يذكر قصة الذبح وتسلية نفسه
 لله وان اقام ابراهيم على ذبحه فخرج من

تفہیل میں بیان کیا ہے کہ انکی موجودہ
 تورت میں مذکور ہے کہ خدا ایتھالے
 نے ابراهیم کو یہ حکم دیا تھا کہ اپنے پلوٹھیے
 اکلوتے بیٹے اسحق کو ذبح کریں۔ میں
 (ابن القیم) کہتا ہوں کہ لفظ اسحاق
 از خود بڑھایا گیا ہے اور یہ دس وجہ سے
 غلط و باطل ہے۔ وجہ اول یہ کہ حضرت
 ابراهیم کے پلوٹھے اور اکلوتے بیٹے
 باتفاق اہل اسلام وہو وولہ ہوا ہے
 حضرت اسمعیل تھے نہ اسحق۔

وجہ دوم یہ کہ خدا ایتھالے نے حضرت ابراهیم
 علیہ السلام کو انکی بی بی سارہ کی پانچواں
 سے بی بی ہاجرہ اور اس کے بیٹے اسمعیل
 کو اپنے سے جدا کرنے اور مکہ کے میدان
 میں بیچ دینے کا حکم دیا تاکہ اس کے پاس
 رکھنے سے سارہ کو غیرت پیدا نہ ہو کہ چونکہ
 ممکن تھا کہ خدا تعالیٰ اسی سارہ کے
 بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیتا۔

وجہ سوم۔ یہ کہ ذبح کا واقعہ مکہ میں ہوا
 ہے۔ اسی بیٹے اسمعیل علیہ السلام کے
 ساتھ جو مکہ میں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ خدا

قصۃ قال بعدها وبشرنا باسحق نبیا
 من الصالحین فبشرنا الله لاستسلامه
 وبذل ولده له وجعل من آياته على ذلك
 ان انا اسحق فنجي اسمعيل من الذبح
 و زاد عليه اسحاق السادس ان
 ابراهيم عليه السلام سال ربه الولد
 فاجاب دعاه و بشره به فلما بلغ
 معه السعي امره بذبحه قال الله تعالى
 وقال اني ذاهب الي ربي سيهدين ه رب
 هب لي من الصالحين فبشرنا بعلم صلیم
 فلهذا دليل على ان هذا الولد امنسا
 بشر به بعد دعائه وسواله ربه ان
 يهب له ولدا وهذا البشیر هو المأمور
 بذبحه قطعاً تبص القرآن واما اسحق
 فانه بشر به من غير دعوة منه بل
 على كبر السن وكون مثله لا يولد واما
 كانت البشارة به لامرأة سارة ولذا
 تعجب من حصول الولد منها وانظر
 تفاوت سياق البشائر تیر فانه
 فی الاصلی - قال اني ذاهب الي ربي
 سيهدين رب هب لي من الصالحين

مکہ میں ان کی یادگار کو قائم رکھا۔ اور
 وہ ان قربانیان کرنے کا حکم دیا۔
 وچہ چہارم۔ یہ کہ خدا تعالیٰ نے سارہ کو
 تولد اسحق کی بشارت دی۔ اس کے
 بعد یعنی اسی کی پشت سے تولد یعقوب
 کی بشارت دیدی۔ پھر کہو نہ کہ ممکن تھا کہ
 وہ اس کے فرج کرنے کا حکم دیتا۔
 وچہ پنجم۔ یہ کہ خدا تعالیٰ نے قصہ فرج کو
 نقل کرنے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام
 کے اس حکم کی تعمیل سے فرج ہو جانے کے
 بعد فرمایا ہے کہ میں نے ابراہیم علیہ السلام کو
 اسحق کی بشارت دی۔ اور وہ اسی قبل
 حکم کی جزا تھی۔
 وچہ ششم۔ یہ کہ جس بیٹے کے فرج کرنے کا
 خدا نے حکم دیا تھا وہ حضرت ابراہیم
 کی دعا سے پیدا ہوا تھا۔ خدا نے اس
 دعا کو قبول کیا اور لڑکا دیا۔ جیسوہ
 چلنے پھرنے لگا تب اس کے فرج کا حکم دیا
 اور حضرت اسحق علیہ السلام تو حضرت ابراہیم
 کے بڑے بیٹے میں دعا کے بغیر پیدا ہوئے
 تھے اور انکی بشارت حضرت سارہ کو دی گئی

فبشرناه بعلم حلیم ذی الثانیة ولقد
 جمعت رسولنا ابراهیم بالبشری قالوا
 سلنا قال سلم قال لیس ان جاء بحبل
 حنید فلما رای ایدیم لاقض الیه
 نکرهم و او جن هم حنیفة قالوا
 لا نعف اننا ارسلنا الی قوم لوطه و انهم
 قائمة فضکت فبشرها باسحاق
 و من ذراعا اسحاق یعقوب قالت
 یویلی عالدانا عجز و زهدا بعلم شیخا
 ان هذا لشی عجب ه قالو العجبین
 من امر الله و کون مخرج الهمدی البشارتین
 ضری مخرج الاخری و البشارة
 الاولی کانته له و الثانیة
 کانته لها و البشارة الاولی
 هی التی یا مرفها بیدیم
 من بشریه فیها دون الثانیة السالم
 ان ابراهیم لم یقدم باسحاق الی مکة
 البتة و لم یفرق بنیه و بین امه و کیف
 یا مره الله ان یدهب یا بن امرته فیذبحه
 یوضعه امرتها و فی بلد هار و یدع ابن فرقا
 الثامن ان الله لما اتخذ ابراهیم خلیلا

تھی نہ حضرت ابرہیم علیہ السلام کو۔
 و ہجرت تم۔ یہ کہ حضرت ابرہیم علیہ السلام
 حضرت اسحق کو کہی کہ میں نہیں لیکن
 اور نہ ان کی والدہ سارہ سے ان کو جدا
 کیا ہے۔ حالانکہ فرج فرزند کہ معظیہ میں
 ہوا تھا۔ یہ بھی کہ پیکر ممکن تھا کہ ان کے
 فرزند کو موت کی جگہ بیجاتے۔ اور
 وہ ان جاگرا اسکو فرج کرتے اور موت کے
 فرزند کو بچا لیتے۔

و ہجرت تم۔ یہ کہ حضرت ابرہیم علیہ السلام کو
 خدایتا کے نے رتبہ ملت عطا فرمایا تھا
 ملت الہی ارجح کا نام ہو جو خدایا قلب میں ہوا اور
 خدا اسکا تعلق کسی کو نہ ہوا پھر نہ ہونے بیٹے کے
 لئے دعا کی۔ تو خدا نے ان کا دلی تعلق
 بیٹے کی طرف سے قطع کرنے کے لئے
 ان کو اس بیٹے کے فرج کرنے کا حکم دیا۔
 جس وہ اس بیٹے کو فرج کرنے پر آمادہ
 ہو گئے تو ان کے ملت کا پورا امتحان
 ہوا اور ثابت ہو گیا کہ ان کا دلی تعلق
 خدا ہی سے ہے بیٹے سے وہ تعلق نہیں
 رہا۔ لہذا وہ حکم منسوخ ہوا۔ یہ امتحان

خدا کا امتحان

<p>واللہ تتضمن ان يكون قلبه كله متعلقا بوليس فيه سعة غيره فلما سال الولد وهب له اسمعيل فعلق به شعبة من قلبه فاراد ان تخلص تلك الشعبة له فامتحنه بذبح ولده فلما امثل خلصت تلك الخلة لله فسنم الامم بذي الحصول الغرض وهو العزم وتوطين النفس على الامتثال ومن العلوم ان هذا يكون في اقل الاولاد في الآخر فلما حصل هذا المقصود مع الولد الاول لم يمتح الى مثله الولد الآخر فانه نوزحت حجة الولد الآخر الخلة لامر بذي فلو كان المأمور بذبحه هو الولد الآخر كان قد اقره في الاول على زاحمة الخلة به مدة طويلة تمامه بما ينزل المزام بعد ذلك و هو خلاف مقتضى الحكمة فليتامل التاسع ان ابراهيم انما رزق استحو على الكبر واسمعيل رزقه في عنقوان شبابه والعادة ان القلب اعلق</p>	<p>اسی فرزند کے فیج کے حکم سے ہونا چاہی تھا سو ہوا۔ یہ بات مکت کے خلاف ہے کہ تعلق اور محبت تو پہلے فرزند سے ہوا اور اس تعلق کو قطع کرنے کو لئے دوسرے فرزند کو زوج کرنے کا حکم دیا جائے۔ اور یہ بھی مخالف حکمت ہے کہ تعلق محبت ابتداء جو انی میں اور اس کے قطع کا حکم آخری عمر میں دیا جائے اور اتنا عرصہ وہ تعلق باقی ہے۔ وجہ نہم۔ یہ کہ حضرت اسحق علیہ السلام بڑے میں حضرت ابراہیم کو رحمت ہوے۔ اور اسماعیل ابتداء جو انی میں اور عادت یہی ہے کہ پہلے فرزند سے ولی تعلق ہوتا ہے۔ پس اس سے قطع کرنا صحیح تھا۔ وجہ دہم۔ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خزی طوید پر فرمایا کرتے تھے کہ میں دو زوجوں کا فرزند ہوں یعنی اپنے باپ عبدالمد اور جد اسماعیل کا ان ولایں سے ثابت ہے کہ لفظ اسحق تورت میں ہیرو دیوں نے</p>
--	---

<p>بِالْأُولِ الْعَاشِرَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالْأَهْلِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْتَضِرُ بَابَهُ ابْنِ النَّبِيِّينَ بِعِنِّي أَبَاهُ عَبْدِ اللَّهِ وَفِيهِ إِسْمَاعِيلُ وَالْمَقْصُودُ أَنَّ هَذِهِ النِّقْطَةَ تَمَّازُ أَزْدَهُ فِي التَّوْرَةِ وَالسَّبَبُ فِي ذَلِكَ أَنَّ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ صَانَ التَّوْرَةَ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ خَوْفًا مِنْ أَقْتِرِ الْقَوْمِ بَعْدَهُ فِي تَأْوِيلِهَا وَتَفَرَّقَ قَوْمٌ مِنْهَا وَأَمَّا دَفْعُهَا إِلَى أُمَّةٍ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَاحِدَةً اشْتَمَلَتْ عَلَى ذَمِّ طَائِفَتِهِمْ وَأَنْفُسِهَا لِقَوْلِ شَرِيحَةِ التَّوْرَةِ وَأَنَّ السُّخْطَ يَأْتِيهِمْ بَعْدَ ذَلِكَ لِتَكُونَ شَاهِدَةً عَلَيْهِمْ وَلَمْ يَكُنْ حِفْظُ التَّوْرَةِ فَرِضًا عَلَيْهِمْ وَلَا سِتْرًا بَيْنَ كَانِ الْوَجْهِ يَحْفَظُ فَصَلَاتِهَا وَالْآخِرُ يَحْفَظُ فَصَلَاتِهَا خَرَفَ لَهَا قَتْلَ نَجْتِ نَصْرِ الْمَلِكِ مَنْ يَحْفَظُ أَكْثَرَ التَّوْرَةِ مِنْ الْأُمَّةِ الطَّارِئِينَ وَاحْرَقَ هِيَ كَلْفَهُمْ جَمْعَ عَزِيرٍ مِنْ مَحْفُوظَاتِهَا اجْتَمَعَتْ مِنْهُ هَذِهِ التَّوْرَةُ الَّتِي بَابُهَا هَيْمَ وَأَمَّا ذَلِكَ عِيَابًا عَلَيْهِمْ وَلِذَا يَأْتِي</p>	<p>بڑا ویسا ہے تورات کی تحریف لفظی کا یہ سبب ہوا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے تورت کو عام بنی اسرائیل سے بچا کر رکھا تھا۔ اس خوف سے کہ وہ آئندہ بعد اسکی تاویل میں مختلف الماسے نہ ہوتے۔ اور فرقہ فرقی نہ پڑیں۔ وہ کتاب صرف بنی اسرائیل کے پیشواؤں کے سپرد کر دی تھی۔ نیز ایک سورتہ کہ میں میں بنی اسرائیل کی طبیعتوں کی برائی کا بیان تھا اور یہ کہ وہ شریعت تورت کے مخالف ہو جائیں گے اور ان پر خدا کا غضب نازل ہوگا تاکہ وہ سورتہ ان پر گواہ ہو۔ تورت کو نہ بانی یاد کرنا ان پر فرض نہ تھا اور نہ سنون بلکہ ان میں کوئی ایک باب کو یاد کرنا لیتا۔ کوئی دوسرے کو۔ جب نجت نصر نے بنی اسرائیل کے سرداروں کے شکوے اکثر حصہ تورت کا یاد تھا۔ قتل کر دیا اور ان کے بعد کو گرا دیا تو عزیر نے اپنی یادداشت سے اس قدر تورت لکھی جس سے موجودہ</p>
--	---

نمبر چہارم جلد ہفتم

برہ جہاد

۹۳

تفسیر احکام تورات و انجیل کی نسبت علماء و اہل عقائد

فی تعظیم حتی غلوا فیہ فہذہ التورۃ	توریت جمع ہوئی۔ پھر وہ توریت ان
الموجودۃ عندہم من املاء	لوگوں کے حوالہ ہوئی جو فرقہ فرقہ ہو گئی
عزیر فیہا کثیر من التورۃ ثم تداہلتھا	اور اس کے متن میں متن خرابیاں
امتد من مھا اللہ فالحقہا امود ثلاثہ	پیدا ہو گئیں۔ ایک کئی بیشی الفاظ
الاول بعض الزیادۃ والنقصان	میں۔ دوسرا اختلاف اسکے تراجم میں
الثانی اختلاف الترجمۃ الثالث	تیسرا اختلاف اس کی تاویل میں تحریف
اختلاف التاویل و یذکر من ذلک	مسنوی کی کئی مشالیں ذکر کجائی
امثلۃ (بتعمیر الشیطان بتقریباتہ اللہ فیہ)	میں۔

ان تمثیلات کو سمجھنے کے لئے نقل نہیں کیا کہ تحریف معنوی محل نزاع نہیں۔ محل نزاع تحریف لفظی ہے جسکی ایک مثال ابن القیم کی عبارت منقولہ بالا میں مذکور ہوئی ہے۔ ایک اور مثال اس تحریف لفظی کی ابن القیم کی اس کلام میں مذکور ہے جو عبارت منقولہ سے پہلے انہوں نے فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں

اس (قصہ لوط کے بیٹوں) سے عجیب تر یہ قصہ توریت میں موجود ہے کہ یعقوب کے بیٹے

واعجب من ذلک ان فی التورۃ لیسے	یہود اے اپنے بڑے بیٹے کا ایک عورت
یا یدھیمان یہود ابن یعقوب زوج	(تا نام) سے نکاح کر دیا وہ اس سے فعل بد
ولدہ الاکبر بائرمۃ یقال لھا تا ما وکان یا تھا	خلاف وضع فطرت کیا کرتا اسپر خدا کا غصہ
مستدیراً فغضب اللہ من فعلہ فاھلکہ	ہوا اور خدا نے اسکو ہلاک کیا۔ پھر اسے
فزوج ہا وولدہ الاخر کان یعزل عضا	اس عورت کو چھوٹے بیٹے سے بیاہ دیا وہ
علماً منہ بان اول مولود ینسب الی الخیہ	اس سے عزل (خارج میں انزال) کرتا
فکرہ اللہ من ذلک فاماتہ فامرہا	رہا اس خیال سے کہ جوڑا کا پہلے پیدا ہو
یہودا بالحق الی بیت ایسا حتی یکبر	وہ بڑے بہائی کا کہلاوے۔ اس سے بھی

<p>و لا یضرہ و ینتم عقلہ حذر امن ان یصیبہ ما اصاب اخویہ فاقامت فی بیت ابیہا و بعد یوما الی منزلہ فلست زوجۃ ابنہ فی الزوانی و تعصت لہ فتر و ذہا و رهن عندها عصاه و خاتمہ باجرعہا۔ و دخل ہما فعلقت منہ فلما اخیر یھود ان زوجۃ ابنہ علقت من الزنا اذن باخرعہا۔ فبعثت الیہ بحاتمہ و عصاہ فاعتذر بما لم یعرفہا ولم یستحل معاودتہا قالوا و من ولدہا من ذلک الزنا داؤد بنی علیہ السلام (تبعید الشیطان بقریہا غاثتہ اللہ فان)</p>	<p>خدا ناما خوش ہوا۔ اور اسکو مارویا۔ پھر اپنی بھوکو بیوہا حکم کیا کہ وہ اپنی باپ کو گریہ میں جاری رہے میں اسکا چوٹا بیٹا ہوا کہ عقل میں ہو جائی اس کو اسکا نکاح ہو تو وہ اسکو کام نہ کری۔ ایک روز۔ اپنی بہت پر چڑھا تو اپنی بھوکو دیکھا کہ وہ بیکار کھڑا تو اسکا لباس لٹکا ہوا ہے وہ اسکو سخت مہنگا اور وہ اسکا طالب فعل ہوا اور اسکی اجرت میں اپنی لائٹھی اور انگوٹھی میں رکھ دی۔ اور مرتکب فعل بد ہوا اسکا اسکو عمل ہوا۔ جب یہود کو لوگوں نے خبر دی کہ تیری بیوی نے اس سے حاملہ ہوئی ہے تو اسنے اسکو جلانے کا حکم دیا۔ تب اسنے اسکی لائٹھی اور انگوٹھی اس کے پاس بھجادی جس پر اسنے عذر کیا اور کہا کہ بیٹے اسکو نہیں پہچانا تھا اور میں اس سے بجز ایک دفعہ کے پھر فعل بد نہیں کیا۔ یہودی کہتے ہیں کہ اسی دنیا کی نسل سے حضرت داؤد بنی پیدا ہوئے ہیں۔</p>
---	---

امام راہی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ اگر کوئی یہ شہد کرے کہ جس کتاب کے الفاظ و حروف

<p>خان قیل کیف یکن ہذا فی الکتاب الذی بلغت اُحاد و حروفہ و کلماتہ مبلغ التواتر المشہور فی الشرق الغرب قلنا لعلہ یقتل القوم کانوا قلیلین والعلماء بالکتاب کانوا فی غایۃ</p>	<p>کی شہرت حد تو اترو کہ پہنچ گئی ہو اس و الفاظ میں تبدیلی کیونکر ممکن ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ جو وقت اسکی تبدیلی ہوئی تھی اس وقت شاید اس قوم میں قلت ہو اور توریت کے جاننے والے علما اور بھی</p>
--	--

القلۃ فقد روا علی هذا التحریف
(تفسیر کبیر ص ۳۲۸ ج ۳)

کم مہن۔ اسلئے وہ اس تبدیلی پر قادر ہو گئے۔

ماقل کتبہ ہے کہ اس احتمال قلت کی مصدق و موید حاملان تورات کی ابتدائی حالت ہے جسکا حافظ ابن القیم کے اس قول میں ذکر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت تورت عامر بنی اسرائیل کے حوالہ ہی نہیں ہوئی اور نہ یہی حفظ کی گئی۔ پھر وہ حالت جب کہ سخت نصر کے ہاتھوں سے بنی اسرائیل کی تباہی ہوئی۔ پھر وہ حالت جب عبدالشوکس میں آگنی بربادی ہوئی۔ ان حالات میں تورت کے محافظوں کی قلت عمل انکار نہیں اور اس حالت میں تحریف لفظی کا واقع ہونا مشکل تھا۔ (ان حالات کی تفصیل فقیر یہ ہوگی۔) عبارت منقولہ بالا میں صرف تحریف لفظی تورت کی مثالین بیان ہوئی ہیں نہ تحریفیات لفظی انجیل کی۔ اور نیز وہ علماء اسلام کی عبارات میں جو ان مسلمانوں کو ہدایت و طمانیت بخش ہیں جو علماء اسلام کو ہدایت پر جانتے ہیں اور ان کی نقل و بیان پر اعتماد رکھتے ہیں۔ ان ہی لوگوں کی حیانت و استقامت کی غرض سے وہ عبارات منقول ہوئی ہیں تاکہ ان عبارات کو دیکھکر وہ لوگ اسوقت کے خط و ضلالت سے بچے رہیں اور تعیل تورت و انجیل کی نسبت وہی اعتقاد رکھیں جو اس وقت تک اہل اسلام میں متواتر چلا آیا ہے اور آجکل کے مجتہدین نے علم کی باتیں نہ کر کے دھوکا میں نہ آجائیں۔

اب وہ رہے حضرت مجتہدین بلا علم جو اس وقت تک کے مسلمانوں کو گمراہ قرار دیتے ہیں اور اپنے نئے اعتقاد کو ہدایت سمجھ کر لوگوں کو اس کی طرف دعوت کرتے ہیں۔ وہ ان عبارات سے نفع نہ اٹھائیں گے بلکہ ان کے جواب میں صاف فرمائیں گے کہ امام رازی ابن حجر و ابن قیمہ و غیرہ خود گمراہ تھے (معاذ اللہ) ہم ان عبارات کو کیا جانتے ہیں اور انکی نقل و بیان کو کب جانتے ہیں۔

ان حضرات کی ہدایت و نصیحت کی عرض سب سے عبارت مذکورہ کی انبیا
 میں اصل کتب تورات و انجیل کی عبارات نقل کرتے اور ان کتابوں کے
 حامیوں اور عیسائی مذہب کے مصنفوں کے اقوال ان کو سالتے ہیں شاید
 تعصب و نفسانیت کو کام میں نہ لائیں تو اس سے نفع اٹھائیں اور راہ راست پر
 آجائیں۔ ان اقوال میں لفظی تحریف انجیل کی مثالیں بھی مندرج ہیں جو پہلی عبارت
 میں مذکور نہیں ہوئیں۔

پس واضح ہو کہ حافظ ابن حجر کی کلام میں جو ذکر ہوا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام
 کی بیٹیوں نے اپنے باپ کو شراب پلائی اور ان سے بد فعلی کرانی فی قصہ تورت
 کی کتاب پیدائش باب ۱۹ میں بالفاظ ذیل مرقوم ہے۔

۳۰۔ اور لوط صغیر سے اپنی دونوں بیٹیوں سمیت نکل کر پہاڑ پر چار ماہ کیونکہ حضرت
 میں رہنے سے اُسے دہشت ہوئی۔ اور وہ اور اُسکی دونوں بیٹیاں ایک غار
 میں رہنے لگیں۔ تب پلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بوڑھا ہے اور زمین پر
 کوئی مرد نہیں جو تمام جہان کے دستور کے موافق ہمارے پاس آندے آوے۔
 آؤ ہم اپنے باپ کو پلا دیں اور اُس سے ہم بستر ہو دیں۔ تاکہ اپنے باپ سے
 نسل باقی رکھیں۔ سو انہوں نے اسی رات اپنے باپ کو پلائی اور پلوٹھی اندر گئی
 اور اپنے باپ سے ہم بستر ہوئی پھر اُس نے اُس کے لیٹے اور اٹھتے وقت اُسے نہ چھپانا
 اور دوسرے روز آیا ہو اگر پلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ دیکھ کل رات میں اپنے باپ
 سے ہم بستر ہوئی۔ اور آج رات بھی اُسکو نے پلا دیں اور تو بھی جا کر اُس سے ہم بستر ہو
 کہ اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں۔ سو اُس رات کو بھی انہوں نے اپنے باپ کو پلائی
 پلائی اور چھوٹی اور چھوٹی اور اُس سے ہم بستر ہوئی اور اُس کے لیٹے اور اٹھتے وقت
 اُسے نہ چھپانا۔ سو لوط کی دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے جا کر ہوئیں اور بڑی ایک بیٹیا

جی اور اس کا نام مواب رکھا وہ موابیون کا جو ایک ہین باب ہوا اور چھوٹی بھی ایک
بیاضی اور اس کا نام بن محی رکھا وہ بنی عمرون کا جو اب تک ہین باب ہوا توحید
سلوہ صحت ہر مرد مطیع ارض سکون مزر الودع (۱)

اس قصہ کے جعلی اور عرف ہونے پر بہت سی دلائل شاہد ہیں۔ از انکہ
ایک یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام بنی تھے۔ جنکی نبوت کو قرآن نے ثابت کیا ہے
اور اہل انجیل نے بھی ان کو رسالت تسلیم کیا ہے چنانچہ پطرس جواری نے
اپنے خط کے باب ۲۔ آیت ۸ میں لکھا ہے کہ وہ (یعنی لوط علیہ السلام) راستباز
ان کی بے شرع باتوں کو دیکھ کر ہر روز اپنے سینے دل کو شکنجہ میں کھینچتا تھا اور پھر
کیونکہ ممکن تھا کہ خدا تعالیٰ شیطان کو اوپر مسلط کرتا اور ایسی قدرت دیتا کہ وہ انکو
شراب پلائے اور ان سے بیٹیوں کے ساتھ زنا کرائے۔

عیسائی اس امر کو جائز رکھتے ہیں ان کو اختیار ہے۔ چکوانس مقام میں اُنہ

بحث نہیں قرآن میں خدا نے صاف فرما
وہا ہے کہ شیطان نے کہا اے میرے خدا
تو نے جو مجھے بہکایا ہے میں اس کے
برسے بنی آدم کو زمین میں نہیائش مکھا کر
گمراہ کروں گا بجز تیرے مخلص بندوں
کے۔ خدا نے فرمایا یہی راہ سید ہی
میرے دشمن ہے۔ میرے بندوں پر

قال رب بما اغویتہ لاریمن ظنم
فی الارض ولا غویتہم اجمعین
الاعبادک منہم المخلصین
قال هذا صراط علی مستقیم ان
عبادی لیس لک علیہم سلطان
الامن ابتعک من العوین۔
(الحجر رکوع ۳)

یرا تسلط ہوگا۔ بجز ان گمراہوں کے جو تیری پیروی کریں گے۔

اور فرمایا شیطان کا ان لوگوں پر تسلط
ہوگا جو مومن ہیں اور اپنے رب پر ہوس

انہ لیس لہ سلطان علی الذین
امنوا علی ریحہم یتوکلون انما

سلطنتہ علی الذین یتولوئذہ والذین
 ہمہ بہ مشرکون
 (التخل رکوع ۱۳)

رکتے ہیں اسکا تسلط ان ہی کو کون پر ہے
 جو اس کے دوست ہیں اور اس کو خدا کا
 شریک بناتے ہیں۔

اس قصہ کو اگر صحیح مانا جاوے تو اس سے ان ارشاد خداوندی کے برخلاف یہ ثابت
 ہوتا ہے کہ شیطان نے حضرت لوط علیہ السلام پر پورا تسلط کیا ان کو شراب بلا کر گتے
 بیٹھین کے ساتھ دنا کر ایا جکا کوئی حافل قابل نہیں ہرکتا۔ چہ جائے کہ مسلم
 بھی ہے۔

ابن سیر علیہم السلام سے خطایا زلت کا سرزد ہو جانا بعض مسلمانوں کے نزدیک جائز ہے
 مگر ایسی بے حیائی اور ذلت رکینگی کا صدور نہیں ہونا علیہم السلام سے محقق اہل اسلام
 تجویز نہیں کرتے لہذا وہ اس قصہ کو صحیح نہیں کہہ سکتے گوہیسی اسکو صحیح جانیں

پہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فقہ اکبرین فرمایا ہے کہ ابن سیر علیہم السلام کفر وغیرہ
 کہا اور فوجش سے منزه ہیں۔ فقہ کبیر کی شرح میں ملا علی قاری صاحب نے کہا ہے
 کہ وہ ایسے صفائے سے بھی منزه ہیں جن میں خست و ذلت پائی جاتی ہو جیسے
 لقمہ کی چمکی وغیرہ۔ ایسا ہی شرح مواقف میں فرمایا ہے۔

اللہ ما زنی نے تفسیر کبیر جلد اول میں صفحہ (۴۵۸) ابن سیر علیہم السلام کا
 کہا اور صفائے سے معصوم ہونا آیات قرآن سے ثابت کیا ہے اور جن دلائل
 سے اس کا خلاف مفہوم ہوتا ہے اسکا کافی جواب دیا ہے۔ ان دلائل کو
 دیکھ کر کوئی مسلمان نہیں کہہ سکتا کہ ایک نبی شراب پی کر بیٹھوں کے ساتھ زنا کا
 ترکیب ہوا۔

ایسا یوں کوشش کی حالت میں لوط کا زنا تسلیم کرنا کیا مشکل ہے جبکہ وہ انبیاء
 علیہم السلام سے ہوش و حواس کی سلامتی میں زنا کا واقعہ ہونا مانتے ہیں۔ اللہ اپنی

جو بجز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبی کو معصوم نہیں جانتے۔
 دو مہری دلیل یہ کہ اس قصہ میں جو حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیوں کا قتل منقول
 ہے کہ زمین پر کوئی مرد نہیں جو تمام جہان کے دستور کے موافق ہمارے پاس اندر
 آئے یہ واقعہ کے خلاف ہے اور محض دروغ ہے۔ اس وقت خاصکے دوم وغیرہ
 بیٹیوں کے لوگ ہلاک ہوئے تھے تمام دنیا کے لوگ جس سے تحط الرجال ہو جاتا۔
 ان ہی بیٹیوں کے پاس قرینہ ضرر موجود تھا اور حضرت لوط علیہ السلام کی رحمت سے عذاب
 اکہی سے بچ رہا۔ چنانچہ ان آیات کے پہلی آیات وغیرہ میں صاف بیان ہے
 ۱۸۔ اور لوط نے ان سے کہا کہ اسے میرے خداوند ایسا نہ ہو۔ ۱۹۔ کہ آتے دیکھ
 تو اپنے بندہ پر رحم کی نظر کی اور تو نے مجھ پر ایسا بڑا فضل کیا کہ میری جان بچائی

→ مقدس کتاب میں نیچے واقعات ذمہ کو صدق و اعتقاد کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

(۷) سونیل کے باب ۱۱ میں ہے ۲۔ اور ایک دن شام کو ایسا ہوا کہ داؤد اپنے چھوٹے پرے
 اٹھا اور شہی محل کی چست پر ٹپنے لگا اور وہاں سے لے کر ایک عورت کو دیکھا جو بنا ہی تھی
 اور وہ عورت نہایت خوبصورت تھی۔ تب داؤد نے اس عورت کا حال دریافت کر لیا
 آدمی یہی ہے۔ اوہوں نے کہا اللہ کی بیٹی بنت سبوح تھی اور پاک اور وہ نہیں؟ اور
 داؤد نے لوگ یہی ہے کہ اس عورت کو بلالیا۔ چنانچہ وہ اسے پاس آئی۔ اور
 وہ اس سے بہتر ہوا۔ کیونکہ وہ اپنی ناپاکی سے پاک ہوئی تھی اور وہ اپنے گہر کو
 چلی گئی اور وہ عورت حاملہ ہوئی۔ سو اس نے داؤد کو پاس خبر پوچھی کہ میں
 حاملہ ہوں (مجموعہ تہذیب طبع مذکورہ ص ۱۱۱)

اس کے بعد اس میں یہ بیان ہے کہ داؤد نے اور یا کو ایک لڑائی میں بھی قتل کر لیا
 اور اسکی عورت کو اپنی جویریا بنایا۔ اور سلیمان بنی امی کے بیٹے سے پیدا ہوئے ہیں
 نعوذ باللہ من اکاذیبہم وافتراءہم علی الانبیاء الصالحین

میں ایسا ہار پر نہیں بہا گیا سکتا۔ نہ ہو کہ مجھ پر ایسی کوئی مصیبت پڑے کہ میں مر جاؤں۔
 ۲۰۔ اب دیکھیے یہ شہر قریب ہے کہ میں اس میں بھاگ جاؤں اور وہ چوہا ہے مرضی ہو
 تو وہ ان بھاگ کر جاؤں گا وہ چوہا نہیں ہے سو میری جان بھینگی۔ ۲۱۔ تب اُس نے
 اُسے کہا کہ دیکھ میں نے اس بات میں بھی تیری عرض قبول کی کہ اس شہر کو جسکے واسطے
 تو نے کہا غارت نہ کروں گا۔ ۲۲۔ جلدی کر اور ادھر بھاگ کیونکہ جب تک تو وہ ان
 نہ پہنچے میں کچھ کر نہیں سکتا ہوں۔ اس واسطے اُس شہر کا نام صغیر رکھا گیا۔ ۲۳۔
 اور جب وقت لوط صغیر میں داخل ہوا سو بیچ کی روشنائی زمین پر پھیلی۔ ۲۴۔ تب
 خداوند نے سدوم اور غورہ پر گند پاک اور آگ خداوند کی طرف سے آسمان پر سے
 برسائی اور اُسے اُن شہروں کو اور اُس سارے میدان کو اور ان شہروں کے
 سب رہنے والوں کو اور سب کچھ جو زمین پر آگاکھا۔ نیست و نابود کیا۔ (تورت
 طبع مذکور ص ۲۱)

اس سان میری تورت سے اس قول کا دروغ ہونا ثابت ہے تو پھر
 کیونکر ممکن ہے کہ یہ قصہ جس میں ایک ذریعہ میں صاوق قصہ ہے اور خدا کے
 صاوق نے اپنی کلام صاوق میں اسکو بلا رو و انکار نقل فرمایا ہے۔ غالباً یہ ہاؤن
 یہودیوں کا افتراء ہے جو نبی ہواب کے دشمن تھے اور وہ اؤن سے لڑتے رہتے تھے۔
 انہوں نے اس قصہ کو وضع اور تورت میں جمع کر کے سو اہیوں کو حرامی اؤیا اپنی خداوت
 کو پورا کیا (واللہ اعلم)

اور حافظ ابن القیم کی پہلی عبارت میں بر بیان ہوا ہے کہ تورت میں
 حضرت اسحق کو نوح قرار دیا ہے اور یہ کہنی وجہ سے محرف ہے۔ اسکی تائید و
 تصدیق تورت کی کتاب پیدایش کے باب ۱۵ - ۱۶ - ۱۷ - ۲۲ - سے
 ہوتی ہے۔

اسکے باب ۲۲ میں کہا ہے - ان باتوں کے بعد یونہی ہوا کہ خدا نے ابرام کو آزمایا اور اُسے کہا کہ اے ابرام - وہ بولا کہ دیکھ میں حاضر ہوں - تب اُسے کہا کہ تو اپنے بیٹے - اِن اپنے اکلوتے جسے تو پیار کرتا ہے - اضحاق کو لے اور زمین موریاہ میں جا اور اُسے وہاں پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر جو میں تجھے بتاؤں گا سوختنی قربانی کرنے پڑا۔ ۳۔ تب ابرام نور کے ترشکے اٹھا اور اپنے گدھے پر چار جامہ کا اور اپنے ساتھ دو جوان اور اپنے بیٹے اضحاق کو لیا اور سوختنی قربانی کی لکڑیاں چیریں اور اٹھ کر اُس جگہ جو خدا نے اُسے فرمایا تھا چلا۔ ۴۔ تیسرے دن جب ابرام نے اپنی آنکھ اٹھا کر اوس جگہ کو دوسرے دیکھا۔ ۵۔ تب ابرام نے اپنے جوانوں سے کہا تم بیان گدھے پاس پہو میں اوس لٹکے کے ساتھ وہاں تک جاؤں گا اور سجدہ کر کے پہر تہاڑی پاس آؤں گا۔ ۶۔ اور ابرام سوختنی قربانی کی لکڑیاں اپنے بیٹے اضحاق پر رکھیں اور آگ اور پھری اپنے ہاتھ میں لی اور دونوں ساتھ ساتھ چلے۔ ۷۔ تب اضحاق نے اپنے باپ ابرام سے کہا کہ اے میرے باپ اُسے جواب دیا کہ اے میرے بیٹے میں حاضر ہوں اُسے کہا دیکھ کہ آگ اور لکڑیاں تو میں پر سوختنی قربانی کے لئے تیرے کہان۔ ۸۔ ابرام نے کہا کہ اے میرے بیٹے کہ خدا آپ ہی اپنے واسطے سوختنی قربانی کے لئے تیرے کی تدبیر کر لے گا۔ سو سے دونوں ساتھ ساتھ چلے۔ ۹۔ اور سے اُس مقام پر جبکی بابت خدا نے اُس سے کہا تھا پہنچے۔ تب ابرام نے وہاں ایک قربان گاہ بنائی اور لکڑیاں چنیں اور اپنے بیٹے اضحاق کو باندھا اور اوسے قربان گاہ میں لکڑی کے اوپر دھر دیا۔ ۱۰۔ اور ابرام نے اپنا ہاتھ بڑا کر پھری لی کہ اپنے بیٹے کو فوج کرے۔ ۱۱۔ اور زمین خداوند کے فرشتہ نے اُسے آسمان سے پکارا کہ اے ابرام! اے ابرام! وہ بولا میں حاضر ہوں ۱۲۔ پھر اُس نے کہا کہ تو اپنا ہاتھ لٹکے پر ت بڑا اور اُسے کچھ مت کر۔ کہ اب میںے جاناکہ تو خدا سے

ڈرتا ہے اسلئے کہ تو نے اپنے بیٹے مان اپنے اکلوتے کو مجھ سے دریغ نہ کیا۔ (توریت ص ۲۴۷ و ۲۵۰)

ان آیات میں صاف تصریح ہے کہ حضرت اسحق فریح مین۔ اور وہی ابراہیم کے اکلوتے بیٹے مین۔ اور یہ امر بیان باب ۱۵-۱۶-۱۷ کے صریح مخالف ہے۔

اسکے باب ۱۵ مین ہے۔ ان باتوں کے بعد خدا کا کلام رویا۔ مین ابراہیم پر اترتا۔ اور کہا کہ ابراہیم تو مت ڈر مین تیری سپرد تیرا بہت بڑا اجر ہون۔ ۲۔ ابراہیم نے کہا کہ اے خداوند خدا تو مجھ کو کیا دیکھا مین تو بے اولاد جاتا ہوں اور میرے گھر کا مختار و شقی الیعز ہے۔ ۳۔ پھر ابراہیم نے کہا کہ دیکھ تو نے مجھے فرزند نہ دیا اور دیکھ میرا خاندان میرا وارث ہوگا۔ ۴۔ تب خداوند کا کلام اوس پر اترتا اور اوس نے کہا کہ یہ تیرا وارث نہ ہونے کا بلکہ جو تیری صلب سے پیدا ہوگا وہی تیرا وارث ہوگا (توریت ص ۱۶)

اور باب ۱۶ مین ہے۔ اور سری ابراہیم کی جو رو کوئی لڑکا نہ جنی اور اس کی ایک مصری لونڈی تھی جس کا نام ہاجرہ تھا اور سری نے ابراہیم سے کہا کہ دیکھ خداوند نے مجھے جننے سے باز رکھا۔ آپ میری لونڈی کے پاس جانے۔ شاید اوس سے میرا گھر آباد ہووے اور ابراہیم نے سری سے بات سنی۔ ۳۔ سو ابراہیم کی جو رو سری نے بعد اسکے کہ ابراہیم کنعان کی زمین مین دس برس رہا تھا اپنی مصری لونڈی کے اپنے شوہر ابراہیم کو دیا کہ اسکی جو رو ہو۔ ۴۔ اور ہاجرہ کے پاس گیا اور وہ حاملہ ہوئی اور جب اُسے معلوم کیا کہ مین حاملہ ہوئی تو اپنی بی بی کو حقیر جانا۔ ۵۔ تب سری نے ابراہیم سے کہا کہ نا انصافی جو مجھ پر ہوئی تیرے ذمہ ہے۔ مینے اپنی لونڈی تجھے دی۔ اور اب جو اُس نے آپ کو حاملہ دیکھا تو مین اسکی نظروں مین حقیر ہو گئی۔ میرا اور تیرا انصاف خداوند کرے۔ ۶۔ ابراہیم نے سری سے کہا کہ تیری لونڈی تیرے ہاتھ مین ہے۔ جو تیری

انگاہ میں اچھا ہو تو اُس کے ساتھ کہ۔ تب سری نے اسپر سختی کی اور وہ اُسے سامنے سے بھاگ گئی۔ ۷۔ اور خداوند کے فرشتے نے اُسے میدان میں پانی کے ایک چٹھے کے پاس پایا اپنے اُس چپتر کے پاس جو صور کی راہ پر ہے۔ ۸۔ اور اُسے کہا کہ اے سری کی نونڈی باجرہ تو کہاں سے آتی ہے اور کدھر جاتی ہے وہ بولی کہ میں اپنی بی بی سری کے سامنے سے بھاگی ہوں۔ ۹۔ اور خداوند کے فرشتے نے اُسے کہا کہ تو اپنی سہیلی کے پاس پھر جا اور اُسکی تابع رہ۔ ۱۰۔ پھر خداوند کے فرشتے نے اُسے کہا کہ میں تیری اولاد کو بہت بڑا دن گا۔ کہ وہ کثرت سے نہ گنی جائے۔ ۱۱۔ اور خداوند کے فرشتے نے اُسے کہا کہ تو حاملہ ہے اور ایک بیٹا جسے گی اسکا نام تھیسل رکھنا۔ کہ خداوند نے تیرا دکھ سُن لیا۔ ۱۲۔ وہ وحشی آدمی ہوگا اسکا نام سب کے اور سب کے ہاتھ اسکے برخلاف ہونگے اور وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بود و باش کریگا۔ ۱۳۔ اور اُس نے خداوند کا نام جو اُس سے ہمکا نام تھا یون لیا کہ اسے خداوند تو بچھ نظر کرنے والا ہے۔ کہ وہ بولی کیا میں یہاں دیکھنے کے بعد دیکھتی ہوں۔ ۱۴۔ اس سبب سے اُس کنوئین کا نام سیرالچی راجی رکھا وہ قادم اور برو کے درمیان ہے۔ ۱۵۔ اور ہاجرہ ابرام کے لئے بیٹا جنی اور ابرام نے اپنے بیٹے کا نام جو ہاجرہ جنی ایل رکھا۔ ۱۶۔ اور جب ابرام کے لئے ہاجرہ سے اسماعیل پیدا ہوا۔ تب ابرام تھیسالی برس کا تھا۔

اور باب ۶ امین ہے ۱۵۔ اور خدا نے ابرام سے کہا کہ تیری جو رومری جو ہے تو اُسکو سری مت کہا کر بلکہ اسکا نام سرہ ہے۔ ۱۶۔ اور میں اسے برکت دون گا اور اس سے بھی تجھے ایک بیٹا جنٹون گا۔ یقیناً میں اُسے برکت دون گا کہ وہ قوموں کی ماہولی اور ملکوں کے بادشاہ اُس سے پیدا ہوں گے۔ ۱۷۔ تب ابرام نونڈ کے بل گیا اور نیکے دل میں کہا کہ کیا سو برس کے مو کو بیٹا پیدا ہوگا۔ اور کیا

سرہ جو نوکے برس کی ہے جسے گی - ۱۸ - اور ابراہام نے خدا سے کہا کہ کاش کہ اسمعیل تیرے مندر میں ہے - ۱۹ - تب خدا نے کہا کہ بیشک تیری جوہر و سرہ تیرے لئے ایک بیٹا بنے گی تو اسکا نام رکھنا اور میں اُس سے اور بعد اُسکے اُسکی اولاد سے اپنا عہد جو ہمیشہ کا عہد ہے قائم کروں گا - ۲۰ - اور اسماعیل کے حق میں نیسے تیری منی و کچھ میں اُسے برکت دون گا اور اُسے برومند کروں گا - اور اُسے بہت بڑا و بگٹا اور اُس سے بارہ سردار پیدا ہونگے اور میں اوس سے بڑی قوم بناؤں گا -

ر تورتیت طبع مذکور ص ۱۸ بخیرہ

ان آیات میں صاف تصحیح ہے کہ چھپاسی برس کی عمر تک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اولاد ہے - وہ اولاد کے طالب ہے - تو حضرت باجرہ کے شکم سے اُن کو حضرت اسمعیل علیہ السلام عطا ہوئے جو اُن کے اکولتے بیٹے تھے - اور آپ کی سو برس کی عمر تک وہی ایک فرزند ہے - سو برس کے جب آپ ہو گئے تب حضرت اسحق علیہ السلام بلا دعا و درخواست پیدا ہوئے - جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ باب ۲۲ کے بیان میں اہل کتاب کی تحریف ہے اسمین اولاد حضرت اسحق کو ذبح کہنا صحیح نہیں ہے - اور اگر ان ہی کو ذبح کہنا صحیح ہو تو پھر ان کو اکلو تا کہنا صحیح نہیں -

الغرض یہ ٹھکانا تو ان میں در تحریفین ہوئی ہیں اور شہادت تورتیت ایک تحریف سے قویہ بیان خالی نہیں -

اور ابن القیم کی دوسری عبارت میں جو قصہ یہود کی زنا کاری کا بیان ہوا ہے - وہ پیدائش کے باب ۳۸ میں بالفاظ ذیل منقول ہے ۶ - اور یہود اپنے پوٹھے عمیر کے لئے ایک عورت بیاہ لایا - جسکا نام تر تھا - ۷ - اور عمیر یہود کا پوٹھا تھا - سو خداوند نے اُسے مار ڈالا -

تب یہود نے اداوارہ کہا کہ اپنے بھائی کی جو رو کے پاس جا اور اپنی بھانج کو
اداکر اور اپنے بھائی کے لئے نسل چلا۔ ۹۔ لیکن اوانان نے جانا کہ یہ نسل میری
نہ کہلائیگی اور یوں ہوا کہ جب وہ اپنے بھائی کی جو رو پاس جاتا تھا تو نطفہ کو زمین پر
ضائع کرتا تھا تا نہ ہووے کہ اوس کا بھائی اُس سے نسل اُپوے ۱۰۔ اور اُس کا یہ
کام خداوند کی نظر میں بہت بُرا تھا۔ اسلئے اُسے اُسے بھی ہلاک کیا۔ تب یہود نے
اپنی بہو مترو کو کہا کہ اپنے باپ کے گھر میں بوہ بیٹھی ہے۔ جب تک کہ میرا بیٹا سیلہ بڑا
ہو۔ کیونکہ اُسے کہا نہ ہووے کہ وہ بھی اپنے بھائیوں کی طرح مر جاوے۔ سو تر اپنے
باپ کے گھر میں جا رہی۔ ۱۲۔ اور بہت دن گزرے کہ سوع کی بیٹی یہود کی جو رو
مر گئی اور جب یہود کو اُس کا غم بھولا تو وہ اپنے بھینڑوں کی چشم کے کترنے والوں کے
پاس منت میں اپنے دوست اردلامی حیرہ کے ساتھ گیا۔ ۱۳۔ اور تر سے یہ کہا
گیا کہ دیکھ تیرا سر اپنی بھینڑوں کی چشم کترنے کے لئے منت کو جاتا ہے۔ ۱۴۔ تب
اُسے اپنی بیوی کے کپڑوں کو اتار پھینکا اور برقع اوڑھا اور اپنے کو لپٹا اور عینیم
کے مدخل میں جو منت کے راستہ پر ہے جا بیٹھی۔ کیونکہ اوس نے دیکھا تھا کہ سیلہ
بڑا ہوا اور مجھے اُس کی جو رو نہ کر دیا ہے۔ ۱۵۔ یہود اُسے دیکھ کر سمجھا کہ
کوئی کسی ہے کیونکہ وہ اپنا مونہہ پھپھے ہوئے تھے۔ ۱۶۔ اور وہ راہ سے اُسکی
طرف کو پھرا اور اُسے کہا کہ چلئے اور مجھے اپنے ساتھ خلوت کرنے دیجئے۔ کہ اُسے
نجانا کہ یہ میری بہو ہے۔ وہ بولی کہ تو میرا خلوت کر لیا مجھے کیا دیگا۔ ۱۷۔ وہ بولا
کہ میں تجھے میں سے ایک بکری کا بچہ بھیجوں گا۔ اوس نے کہا کہ تو مجھے جب تک اُسے
بھیجے کچھ گرو دیگا۔ ۱۸۔ وہ بولا کہ میں کیا گرو تجھے دون۔ وہ بولی کہ اپنی چھاپ
اپنا بازو بند اور اپنی لٹھی جو تیرے ہاتھ میں ہے۔ اُسے دیا اور اوس کو ساتھ
خلوت کی اور وہ اوس سے حاملہ ہوئی۔ ۱۹۔ پھر وہ اُٹھی اور پہلی گئی اور برقع

انہار رکھا اور رائڈ سالی کا جوڑا پہن لیا۔ ۲۰۔ اور یہودا نے اپنے دوست و دامادی کے ہاتھ بکری کا بچہ بھیجا۔ تاکہ اوس عورت کے ہاتھ سے اپنا گرو پھیرا لے لے۔ پھر اُسے اُسکو نہ پایا۔ ۲۱۔ تب اُسے اُس جگہ کے لوگوں سے پوچھا کہ وہ بیوا جو عینم کے راستہ پر نظر آتی تھی کہاں ہے وہ بولے کہ یہاں کسی نہ تھی ۲۲۔ تب وہ یہودا کے پاس پھر آیا اور کہا میں اُسے نہیں پاسکتا ہوں۔ اور وہاں کے لوگ یہی کہتے ہیں کہ کسی دن انہیں تھی۔ ۲۳۔ یہودا بولا کہ خیر وہی لیوے۔ نہ ہو کہ ہم بدنام ہوویں دیکھ میں نے تو بکری کا بچہ بھیجا پر تو نے اُسے نہ پایا۔ ۲۴۔ اور یون ہو کہ قریب تین مہینے کے بعد یہودا سے کہا گیا کہ تیری بہوتر نے زنا کیا اور دیکھ اُسے چھانلے کا حمل بھی ہے۔ یہودا بولا کہ اُسے پر لاؤ کہ وہ جلائی جاوے۔ ۲۵۔ جب وہ نکالی گئی اُسے اپنے سر کو کھلا بھیجا کہ مجھے اوس شخص کا حل ہے جسکی یہ چیزیں ہیں۔ اور کہا کہ دریافت کیجے کہ یہ پھاپ اور بازو بند اور عشاہ کس کا ہے۔ تب یہودا نے اقرار کیا اور کہا کہ وہ مجھ سے زیادہ صادق ہے کیونکہ میں نے اُسے سید کو نہ دیا لیکن وہ آگے کو اوس سے بہتر تھا۔ ۲۶۔ اور اُس کے جننے کے وقت میں یون ہو کہ اُس کے پیٹ میں تو اُم تھی۔ ۲۸۔ اور جب وہ جننے لگی تو ایک کا ہاتھ نکلا اور وائی جنائی لے کر اُس کے ہاتھ میں ناڑا بندھ کر کہا کہ یہ پہلے نکلا۔ ۲۹۔ اور یون ہو کہ اُس نے ہاتھ اپنا پھر کھینچ لیا اور کیا دیکھتی ہے کہ وہ نہیں اُسکا بھائی نکل آیا۔ اور وہ بولی تو کیا ہے پہاڑا ہے بہ پہاڑا تجھ پر اوسے لگی۔ سو اوس کا نام پھارس رکھا گیا جسکے ہاتھ میں ناڑا بندھا تھا نکل آیا

بہ عشاہ سے چاہو لفظی تریف ان کتب کا لازمہ ہوا تو خطی غلطی ہو گئی

لئے مناسب ہے *

اور اس کا نام ضارہ رکھا گیا (توریت طبع مذکور ص ۵۱)۔
 اس قصہ کے بعض الفاظ کو نقل و بیان ابن القسیم سے اختلاف ہے مگر
 اصل مقصود میں کہ یہود اپنے بہو سے ذنا کیا اتفاق ہے۔
 اس قصہ کے وضعی اور محرف ہونے پر دلیل ہے کہ اس
 قصہ میں پچاس کو ولد الزنا قرار دیا ہے اور ولد الزنا کا حکم استثنایاً باب ۳۳۔
 آیت ۲ میں بیان ہوا ہے کہ اوس کی دس پشت تک کے لوگ خدا کی جماعت
 میں داخل نہ ہوں گے۔ و معہذا کتاب روت کے باب ۴۔ آیت ۱۰۔ اور تخیل
 سنی کے باب ۱۔ آیت ۴ میں حضرت داود نبی کو اس پچاس کے سلسلہ نسل
 میں دسویں جگہ شمار کیا ہے اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ اس بیان میں
 کہیں نہ کہیں تحریف و افتراء یہودیوں کا دخل ضرور ہے۔ یا اصل قصہ محض
 جعلی ہے اور یہود اسے زنا نہیں ہوا اور اگر ہوا ہے تو پچاس اس زنا سے
 پیدا نہیں ہوا۔ وہ اسی زنا کا تخم ہے تو حضرت داؤد علیہ السلام اسکی نسل سے
 نہیں۔ وہ (معاذ اللہ) اسکی نسل میں ہیں تو اس حکم استثنائی میں تحریف ہوئی
 تھی کہ زانی کی اولاد دس پشت تک خدا کی جماعت میں داخل نہیں ہو سکتی

چونکہ مثلاً ابن القسیم نے یہود کی بہو کا نام تاما لکہا ہے۔ اور اس عبارت میں مرتبہ
 و ذن چہت پر دیکھنے سے ذنا کا وقوع ہونا بیان کیا ہے۔ بیان عنیم کے
 رہتہ میں۔ و علی ذہ القیاس اور اختلاف ہے جس سے اصل مقصود
 میں فرق نہیں آتا اور یہ اختلاف بھی موجودہ تورات ہی کے نسخوں کے
 اختلاف کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو اس اختلاف کے پیدا کرنے
 سے کوئی فائدہ نہ تھا۔

اب ہم اپنے ہم ان دعاوی کی تائید و تصدیق کے لئے حوالجات مذکورہ کی اصل عبارت نقل کرتے ہیں -

پھارس کا اسی زنا سے پیدا ہونا تو عبارت منقولہ بالا میں بیان ہو چکا ہے
نسل زنا کا خدا کی جماعت میں داخل نہ ہونا آیات ذیل

میں ہے - جو استثناء ۲۳ میں ہیں

جسے حصے کچے گئے ہوں یا اکت کاٹی گئی ہو - وہ خدا کی جماعت میں داخل نہیں ہو سکتے
 حرامی بچہ خداوند کی جماعت میں داخل نہیں ہو سکتے - اسکی دس پشت خداوند کی جماعت میں شامل نہیں ہو سکتے - (توریت طبع مذکور ص ۲۹)

حضرت داؤد علیہ السلام کا نسل پھارس سے ہونا روایت ہم کی آیات ذیل میں مذکور ہے -

۱۸ - پھارس کا نسل تاریب ہے کہ پھارس سے حصرون پیدا ہوا - ۱۹ - حصرون سے

رام پیدا ہوا اور رام سے عمینداب پیدا ہوا - ۲۰ - اور عمینداب سے نخون پیدا

ہوا اور نخون سے سلون پیدا ہوا - ۲۱ - اور سلون سے بوعر پیدا ہوا اور بوعر

سے عوبید پیدا ہوا - اور عوبید سے یسی پیدا ہوا اور یسی سے داؤد - (توریت

طبع مذکور ص ۳۵) اور انجیل متی کے باب اول میں ہے -

(۳) اور یہ وہاں سے پھارس اور زراچ مگر کی پیٹ سے پیدا ہوئے اور پھارس سے

حصرون پیدا ہوا اور حصرون سے ارام پیدا ہوا - اور ارام سے عمینداب پیدا ہوا اور

عمینداب سے نخون پیدا ہوا اور نخون سے سلون پیدا ہوا - اور سلون سے

(۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱) (۵۱۲) (۵۱۳) (۵۱۴) (۵۱۵) (۵۱۶) (۵۱۷) (۵۱۸) (۵۱۹) (۵۲۰) (۵۲۱) (۵۲۲) (۵۲۳) (۵۲۴) (۵۲۵) (۵۲۶) (۵۲۷) (۵۲۸) (۵۲۹) (۵۳۰) (۵۳۱) (۵۳۲) (۵۳۳) (۵۳۴) (۵۳۵) (۵۳۶) (۵۳۷) (۵۳۸) (۵۳۹) (۵۴۰) (۵۴۱) (۵۴۲) (۵۴۳) (۵۴۴) (۵۴۵) (۵۴۶) (۵۴۷) (۵۴۸) (۵۴۹) (۵۵۰) (۵۵۱) (۵۵۲) (۵۵۳) (۵۵۴) (۵۵۵) (۵۵۶) (۵۵۷) (۵۵۸) (۵۵۹) (۵۶۰) (۵۶۱) (۵۶۲) (۵۶۳) (۵۶۴) (۵۶۵) (۵۶۶) (۵۶۷) (۵۶۸) (۵۶۹) (۵۷۰) (۵۷۱) (۵۷۲) (۵۷۳) (۵۷۴) (۵۷۵) (۵۷۶) (۵۷۷) (۵۷۸) (۵۷۹) (۵۸۰) (۵۸۱) (۵۸۲) (۵۸۳) (۵۸۴) (۵۸۵) (۵۸۶) (۵۸۷) (۵۸۸) (۵۸۹) (۵۹۰) (۵۹۱) (۵۹۲) (۵۹۳) (۵۹۴) (۵۹۵) (۵۹۶) (۵۹۷) (۵۹۸) (۵۹۹) (۶۰۰) (۶۰۱) (۶۰۲) (۶۰۳) (۶۰۴) (۶۰۵) (۶۰۶) (۶۰۷) (۶۰۸) (۶۰۹) (۶۱۰) (۶۱۱) (۶۱۲) (۶۱۳) (۶۱۴) (۶۱۵) (۶۱۶) (۶۱۷) (۶۱۸) (۶۱۹) (۶۲۰) (۶۲۱) (۶۲۲) (۶۲۳) (۶۲۴) (۶۲۵) (۶۲۶) (۶۲۷) (۶۲۸) (۶۲۹) (۶۳۰) (۶۳۱) (۶۳۲) (۶۳۳) (۶۳۴) (۶۳۵) (۶۳۶) (۶۳۷) (۶۳۸) (۶۳۹) (۶۴۰) (۶۴۱) (۶۴۲) (۶۴۳) (۶۴۴) (۶۴۵) (۶۴۶) (۶۴۷) (۶۴۸) (۶۴۹) (۶۵۰) (۶۵۱) (۶۵۲) (۶۵۳) (۶۵۴) (۶۵۵) (۶۵۶) (۶۵۷) (۶۵۸) (۶۵۹) (۶۶۰) (۶۶۱) (۶۶۲) (۶۶۳) (۶۶۴) (۶۶۵) (۶۶۶) (۶۶۷) (۶۶۸) (۶۶۹) (۶۷۰) (۶۷۱) (۶۷۲) (۶۷۳) (۶۷۴) (۶۷۵) (۶۷۶) (۶۷۷) (۶۷۸) (۶۷۹) (۶۸۰) (۶۸۱) (۶۸۲) (۶۸۳) (۶۸۴) (۶۸۵) (۶۸۶) (۶۸۷) (۶۸۸) (۶۸۹) (۶۹۰) (۶۹۱) (۶۹۲) (۶۹۳) (۶۹۴) (۶۹۵) (۶۹۶) (۶۹۷) (۶۹۸) (۶۹۹) (۷۰۰) (۷۰۱) (۷۰۲) (۷۰۳) (۷۰۴) (۷۰۵) (۷۰۶) (۷۰۷) (۷۰۸) (۷۰۹) (۷۱۰) (۷۱۱) (۷۱۲) (۷۱۳) (۷۱۴) (۷۱۵) (۷۱۶) (۷۱۷) (۷۱۸) (۷۱۹) (۷۲۰) (۷۲۱) (۷۲۲) (۷۲۳) (۷۲۴) (۷۲۵) (۷۲۶) (۷۲۷) (۷۲۸) (۷۲۹) (۷۳۰) (۷۳۱) (۷۳۲) (۷۳۳) (۷۳۴) (۷۳۵) (۷۳۶) (۷۳۷) (۷۳۸) (۷۳۹) (۷۴۰) (۷۴۱) (۷۴۲) (۷۴۳) (۷۴۴) (۷۴۵) (۷۴۶) (۷۴۷) (۷۴۸) (۷۴۹) (۷۵۰) (۷۵۱) (۷۵۲) (۷۵۳) (۷۵۴) (۷۵۵) (۷۵۶) (۷۵۷) (۷۵۸) (۷۵۹) (۷۶۰) (۷۶۱) (۷۶۲) (۷۶۳) (۷۶۴) (۷۶۵) (۷۶۶) (۷۶۷) (۷۶۸) (۷۶۹) (۷۷۰) (۷۷۱) (۷۷۲) (۷۷۳) (۷۷۴) (۷۷۵) (۷۷۶) (۷۷۷) (۷۷۸) (۷۷۹) (۷۸۰) (۷۸۱) (۷۸۲) (۷۸۳) (۷۸۴) (۷۸۵) (۷۸۶) (۷۸۷) (۷۸۸) (۷۸۹) (۷۹۰) (۷۹۱) (۷۹۲) (۷۹۳) (۷۹۴) (۷۹۵) (۷۹۶) (۷۹۷) (۷۹۸) (۷۹۹) (۸۰۰) (۸۰۱) (۸۰۲) (۸۰۳) (۸۰۴) (۸۰۵) (۸۰۶) (۸۰۷) (۸۰۸) (۸۰۹) (۸۱۰) (۸۱۱) (۸۱۲) (۸۱۳) (۸۱۴) (۸۱۵) (۸۱۶) (۸۱۷) (۸۱۸) (۸۱۹) (۸۲۰) (۸۲۱) (۸۲۲) (۸۲۳) (۸۲۴) (۸۲۵) (۸۲۶) (۸۲۷) (۸۲۸) (۸۲۹) (۸۳۰) (۸۳۱) (۸۳۲) (۸۳۳) (۸۳۴) (۸۳۵) (۸۳۶) (۸۳۷) (۸۳۸) (۸۳۹) (۸۴۰) (۸۴۱) (۸۴۲) (۸۴۳) (۸۴۴) (۸۴۵) (۸۴۶) (۸۴۷) (۸۴۸) (۸۴۹) (۸۵۰) (۸۵۱) (۸۵۲) (۸۵۳) (۸۵۴) (۸۵۵) (۸۵۶) (۸۵۷) (۸۵۸) (۸۵۹) (۸۶۰) (۸۶۱) (۸۶۲) (۸۶۳) (۸۶۴) (۸۶۵) (۸۶۶) (۸۶۷) (۸۶۸) (۸۶۹) (۸۷۰) (۸۷۱) (۸۷۲) (۸۷۳) (۸۷۴) (۸۷۵) (۸۷۶) (۸۷۷) (۸۷۸) (۸۷۹) (۸۸۰) (۸۸۱) (۸۸۲) (۸۸۳) (۸۸۴) (۸۸۵) (۸۸۶) (۸۸۷) (۸۸۸) (۸۸۹) (۸۹۰) (۸۹۱) (۸۹۲) (۸۹۳) (۸۹۴) (۸۹۵) (۸۹۶) (۸۹۷) (۸۹۸) (۸۹۹) (۹۰۰) (۹۰۱) (۹۰۲) (۹۰۳) (۹۰۴) (۹۰۵) (۹۰۶) (۹۰۷) (۹۰۸) (۹۰۹) (۹۱۰) (۹۱۱) (۹۱۲) (۹۱۳) (۹۱۴) (۹۱۵) (۹۱۶) (۹۱۷) (۹۱۸) (۹۱۹) (۹۲۰) (۹۲۱) (۹۲۲) (۹۲۳) (۹۲۴) (۹۲۵) (۹۲۶) (۹۲۷) (۹۲۸) (۹۲۹) (۹۳۰) (۹۳۱) (۹۳۲) (۹۳۳) (۹۳۴) (۹۳۵) (۹۳۶) (۹۳۷) (۹۳۸) (۹۳۹) (۹۴۰) (۹۴۱) (۹۴۲) (۹۴۳) (۹۴۴) (۹۴۵) (۹۴۶) (۹۴۷) (۹۴۸) (۹۴۹) (۹۵۰) (۹۵۱) (۹۵۲) (۹۵۳) (۹۵۴) (۹۵۵) (۹۵۶) (۹۵۷) (۹۵۸) (۹۵۹) (۹۶۰) (۹۶۱) (۹۶۲) (۹۶۳) (۹۶۴) (۹۶۵) (۹۶۶) (۹۶۷) (۹۶۸) (۹۶۹) (۹۷۰) (۹۷۱) (۹۷۲) (۹۷۳) (۹۷۴) (۹۷۵) (۹۷۶) (۹۷۷) (۹۷۸) (۹۷۹) (۹۸۰) (۹۸۱) (۹۸۲) (۹۸۳) (۹۸۴) (۹۸۵) (۹۸۶) (۹۸۷) (۹۸۸) (۹۸۹) (۹۹۰) (۹۹۱) (۹۹۲) (۹۹۳) (۹۹۴) (۹۹۵) (۹۹۶) (۹۹۷) (۹۹۸) (۹۹۹) (۱۰۰۰)

یہ ان ہی کتابوں کا اثر ہے *

اور عیسیٰ بن مریم اور یوحنا اور یسوع کے پیٹ سے پیدا ہوا اور عیسیٰ سے ایسی اور عیسیٰ سے
 داؤد بادشاہ (مسیح) کی انجیل مطبوعہ مطبوعہ (مذکورہ)۔
 اس سے بھی عجیب ایک مثال تخریف نقلی کی ہم بیان کرتے ہیں۔ جن سے ان ایمان
 کے لوگ لکھتے ہیں گے۔ توبہ کی کتاب خروج میں حضرت ہارون کو کہانی کہ سال
 پرستی بنایا ہے اور خدا پرستوں کے ذمہ سے علاج کیا۔ جسے کذب و افتراء ہونی پر قرآن
 بھی اشارہ ہے۔ اور یہ جو توبہ میں یہ افتراء پایا جاتا ہے نیز اشارہ ہے۔ چونکہ انہی
 نصیحت کے بعض الفاظ سے ہم افسوس میں افتراء پایا جاتا ہے کیا چاہتے ہیں اس لئے اس
 مقام کی تمام عبارت نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں صخرہ صحرانہ کے باب ۳۲ میں ہے۔
 اور جب لوگوں نے دیکھا کہ موسیٰ پہاڑ سے اترنے میں دیر ہی کرتا ہے تو وہ
 ہارون کے پاس جمع ہوئے اور اسے کہا کہ اٹھ ہمارے لئے معبود بنا کہ ہمارے آگے
 چلیں۔ کیونکہ یہ موسیٰ جو ہمیں مصر کے ملک سے نکال لایا ہم نہیں جانتے کہ اُسے کیا
 ہوا۔ ۲۔ ہارون نے انہیں کہا کہ زیور سونے کے جو تمہاری جودوں اور تمہارے
 بیویوں اور تمہاری بیٹیوں کے کانوں میں ہیں توڑ توڑ کے مجھ پاس لاؤ۔ ۳۔ چنانچہ سب
 لوگ سونے کے زیور جو ان کے کانوں میں تھے توڑ توڑ کے ہارون کے پاس لائے
 ۴۔ اور اُس نے ان کے ہاتھوں سے لیا اور ایک پھڑا لگا لگا اسکی صورت حکاک کی
 تمہاری سے درست کی اور انہوں نے کہا کہ اسے اسرائیل یہ تمہارا معبود ہے جو تمہیں
 مصر کے ملک سے نکال لایا۔ ۵۔ اور جب ہارون نے یہ دیکھا تو اس کے آگے ایک
 قربان گاہ بنائی۔ اور ہارون نے یہ کبکے منادی کی کہ کل خداوند کے لئے عید ہے۔
 اور وہ سے صبح کو اٹھے اور سوختنی قربانیاں چڑھائیں اور سلامتی کی قربانیاں گذرائیں۔
 اور لوگ کھانے پینے کو بیٹھے اور کھیلنے کو بیٹھے۔ ۶۔ تب خداوند نے موسیٰ کو کہا
 کہ اتر جا کیونکہ تیرے لوگ جنہیں تو مصر کے ملک سے چھڑا لایا۔ خراب ہو گئے ہیں۔

۸۔ وہ اس راہ سے جو میں نے انہیں فرمائی جلد پہر گئے ہیں۔ انہوں نے اپنے لئے
 ڈھلا ہوا پتھر ایتایا اور اسے پورا اور اس کے لئے قربانی زچ کر کے کہا کہ اے اسرائیل
 یہ تمہارا مبود ہے جو تمہیں مصر کے ملک سے چھڑا لایا۔ ۹۔ پھر خداوند نے موسیٰ
 سے کہا کہ میں اس قوم کو دیکھتا ہوں کہ ایک گردن کش قوم ہے۔ ۱۰۔ اب تو مجھ کو
 چور کہ میرا غضب ان پر بڑھے اور میں انہیں بھسم کروں۔ اور میں تجھ سے ایک
 پڑھی قوم بناؤں گا۔ ۱۱۔ تب موسیٰ نے خداوند اپنے خدا کے آگے منت کر کے کہا کہ
 اے خداوند کیوں تیرا غضب اپنے لوگوں پر جنہیں تو شہزوری اور زبردستی کے
 ساتھ مصر کے ملک میں سے نکال لایا ہے۔ ۱۲۔ کس لئے مصری بولین اور
 کہیں کہ وہ ان کو یہاں سے بدی کے لئے نکال لے گیا۔ تاکہ ان کو پہاڑوں میں مار
 ڈالے اور ان کو روسے زمین پر سے ہلاک کرے۔ اپنے غضب کے بڑھنے سے
 باز رہ اور اپنے لوگوں کو بدی پہنچانے سے پر جا۔ ۱۳۔ تو ابراہم اور اسحاق اور
 اسرائیل اپنے بندوں کو یاد کر۔ جن سے تو نے اپنی ہی قسم کھائی۔ اور اذن سے کہا
 کہ میں تمہاری نسل کو آسمان کے تاروں کی مانند بڑاؤں گا۔ اور یہ سارا ملک
 جسے حق میں نے کہا سو میں تمہاری نسل کو بخشوں گا کہ ابد تک اسکے مالک ہوں۔
 ۱۴۔ تب خداوند نے اس بدی سے جو چاہا تھا کہ اپنے لوگوں سے کرے
 بچتایا۔ ۱۵۔ اور موسیٰ پھر کہہاڑ سے اتر گیا اور شہارت کے دو تون تھے
 اسکے ہاتھ میں تھے۔ وہ تھے لکھے ہوئے تھے۔ دونوں طرف ادا اور
 اُدھر لکھے ہوئے تھے۔ ۱۶۔ اور وہ تھے خدا کے کام سے تھے۔ اور جو لکھا
 ہوا سو خدا کا لکھا ہوا۔ اور اون پر کندہ کیا ہوا تھا۔ ۱۷۔ اور جب شیخ سے
 لوگوں کی آواز جو پکار رہے تھے مٹتی۔ تو موسیٰ سے کہا کہ شکر گاہ میں لڑائی کی
 آواز ہے۔ ۱۸۔ موسیٰ بولا کہ یہ تو فتح کے شور کی آواز ہے۔ نہ شکست کی شور کی آواز

ملکہ گانے کی آواز میں سستا ہوں۔ ۱۹۔ اور یوں ہوا کہ جب یہ شکر گاہ کے پاس آیا اور بچھڑا اور راک نچ دیکھا۔ تب موسیٰ کا غضب بڑھا اور اُسے تختے اپنے ہاتھوں سے پھینک دیئے اور پہاڑ کے نیچے توڑ ڈلے۔ ۲۰۔ اور اُس نے اُس بچھڑے کو صبر اُنہوں نے نیا بنایا اور اُس کو آگ سے جلایا اور پیکر خاک سے بنایا اور اُس کو پانی پر چڑک کر بنی اسرائیل کو پلایا۔ ۲۱۔ اور موسیٰ نے مارون کو کہا کہ ان لوگوں نے تجھ سے کیا کیا۔ کہ تو اون پر ایسا بڑا گناہ لایا۔ ۲۲۔ مارون نے کہا کہ میرے خداوند کا غضب نہ بھڑکے۔ تو اس قوم کو جانتا ہے کہ بدی کی طرف مائل ہے۔ ۲۳۔ سو اُنہوں نے مجھے کہا کہ ہمارے لئے ایک مجو دہنا۔ جو ہمارے آگے چلے کہ یہ مرد موسیٰ جو عین مصر کے ملک سے بچھڑا لایا۔ ہم جانتے کہ اُسے کیا ہوا۔ ۲۴۔ تب میں نے اُنہیں کہا کہ جس کسی کے پاس سونا ہو وہ توڑ لاوے۔ اُنہوں نے مجھے دیا۔ اور میں نے اُسے آگ میں ڈالا۔ سو یہ بچھڑا نکلا۔ ۲۵۔ اور جب موسیٰ نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ بے قید ہو گئے۔ کہ مارون نے اُنہیں ان کے مخالفوں کے روبرو ان کی رسوائی کے لئے بے قید کر لیا تھا۔ ۲۶۔ تب موسیٰ شکر گاہ کے دروازے پر کھڑا ہوا۔ اور کہا جو خداوند کی طرف ہو سو میرے پاس آوے۔ تب سب نبی لوی اس پاس جمع ہوئے۔ ۲۷۔ اور اُسے اُنہیں کہا کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے فرمایا ہے کہ تم میں سے ہر مرد اپنی کمر پر تلوار باندھے۔ اور ایک دروازے سے دوسرے دروازے تک تمام شکر گاہ میں گزرتے پھر دو اور ہر دم میں سے اپنے بھائی کو۔ ہر ایک آدمی اور اپنے دوست کو۔ اور ہر ایک آدمی اپنے قریب کو۔ قتل کرے۔ ۲۸۔ اور بنی لاوی نے موسیٰ کے کہنے کے موافق کیا۔ چنانچہ اُس دن لوگوں میں سے قریب تین ہزار مرد مارے گئے۔ ۲۹۔ اور موسیٰ نے کہا کہ آج خداوند کے لئے اپنے تین مخصوص کرو۔ ہر ایک مرد اپنے بیٹے اور اپنے

بجائی پر حملہ کر کے تاکہ وہ تہین آج ہی برکت دیوے۔ اور آج اپنے اوپر برکت لاؤ
 ۳۰۔ اور دوسرے دن صبح کو یون ہوا کہ موسیٰ نے لوگوں سے کہا کہ تم نے بڑا
 گناہ کیا۔ اور اب میں خداوند کے پاس اوپر جانا ہوں۔ کہ شاید میں تمہارے
 گناہ کا کفارہ کروں۔ ۳۱۔ چنانچہ موسیٰ خداوند کے پاس پھر گیا۔ اور کہا
 کہ اے خداوند! ان لوگوں نے بڑا گناہ کیا کہ اپنے لئے سونے کا سبود بنایا۔ ۳۲۔
 اور اب کاش کہ تو ان کا گناہ معاف کرتا۔ مگر نہیں تو میں تیری منت کرتا ہوں
 کہ مجھے اپنے اس قسم سے جو تو نے لکھا ہے۔ میٹھے۔ ۳۳۔ اور خداوند نے
 موسیٰ سے کہا کہ جس نے میرا گناہ کیا ہے۔ میں اسی کو اپنے دفتر سے میٹ
 دون گا۔ ۳۴۔ اور اب رو دو کہ لوگوں کو جانینے مجھے کہا ہے لے جا۔
 دیکھ میرا فرشتہ تیرے آگے چلے گا۔ لیکن میں اپنے مطالب کے دن میں
 اون سے اون کی خطا کا مطالبہ کروں گا۔ ۳۵۔ اور خداوند نے اون کے
 پچھڑے بنانے کے سبب۔ جسے ہارون نے بنایا تھا۔ لوگوں پر مری
 بھیجی۔ (توریت طبع مذکورہ ص ۱۱۲)

اس قصہ میں انترا و تفریق کی جو پر قرآن کی شہادت ہے جو سورہ طہ میں

<p>اور اشارے خدا تعالیٰ نے (موسیٰ کو) فرمایا میں تیرے پیچھے تیری قوم کو جانچتا ہے۔ اور سامری نے انکو بہکا دیا۔ موسیٰ غضب میں پھرتا اپنی قوم کی طرف پھرا (تو) بولا اے میری قوم خدا نے تمہیں اچھا وعدہ نہ دیا تھا؟ کیا اسکی دت بڑھ گئی تھی (نہیں) بلکہ تم نے</p>	<p>قال فانما قد ثبتنا قومك من بعدك واضلهم لسامري ۵ فرجع موسیٰ الی قومہ غضبان اسفا قال یقوم الم یعدکم ربکم وعدنا نحنا اطفال علیکم العہد ام اردتم ان یجعل علیکم غضب من ربکم فاخلفتم موعدی قالوا اما اباخلفنا موعدک بلکناد لکننا سئلنا اور ذلنا من</p>
--	---

تعمیل احکام توریت و انجیل کی نسبت اسلام اعتقاد

زینۃ القوم فقد نفا فذلک القی الساری
 فاخرج لهم عجلاً یسدا الہ خوار فقالوا ہذا
 الہکم والہ موسیٰ فسی ہ افلا یدرون
 الا یجمع الیم قولاً ولا یملاک لهم شراً ولا نفعاً
 ولقد قال لهم ہدرون من قبیل یقوم
 انما فتنتم بہ وان ربکم الرحمن فاتبعونی
 واطیعوا امری ہ قالوا لن ینرم علیہ
 حکمیں حتی یرجع الیاموسی ہ قال
 ہدرون ما منعک ازرایتہم ضلوا ہ الا
 تبصن انقصیت امری ہ قال یا بنوئم
 لاناخذہ بلحیتی ولا برامی الی حثیت
 ان نقول فرقت بین بنی اسرائیل ولہم
 ترقب قولی ہ قال فما خطبک لیسامری
 قال بصرت بالمریصر و ابہ فقبضت
 قبضۃ من انزل الرسول فینذلقا و
 کذلک سولت لی نفسی ہ

(طہ ۶ ۷ ۵)

پر چاہا کہ تم پر خدا کا غضب اترے۔ سو
 تم نے میرے عہد (حکم) کا (کہ خدا کی اطاعت
 پر قائم رہنا یا میرے پیچھے چلے آنا) خلاف
 کیا وہ بولے ہننے اپنے اختیار سے تیرے
 حکم کا خلاف نہیں کیا لیکن تم کو قوم (قط)
 کے زیور کا بہت سا بوجھ اٹھانا پڑا تھا
 اسکو ہم نے (بھی میں جلائے کو پھینک
 دیا۔ سامری نے ہی اس میں پھینک دیا
 (جس سے) انکو بھڑا نکال دیا جو آواز
 دار جسم تھا پر وہ لوگ بولے تمہارا اور
 موسیٰ کا معبود ہے۔ وہ بھول گیا کہ
 دوسرے معبود کی تلاش میں گیا ہے (انہوں
 نے یہ خیال نہ کیا کہ وہ بھڑا تو بات کا جو ان
 نہیں دیتا اور ان کے نقصان اور نفع کا
 اختیار رکھتا ہے دھروہ معبود کیونکر ہو سکتا
 ہے) بیشک ہارون نے ان سے پہلے
 ہی کہہ دیا تھا کہ اسے میری قوم (اس بھڑے

سے) تمہارا امتحان ہوا ہے (کہ تم اسکو پونستے ہو یا خدا کو) تمہارا رب تو وہ ہے جو تمہارے
 رحم کرتا ہے (نہ بھڑا جو کچھ نہیں کرتا) تم میرے پیچھے لگو۔ اور میرا کہا نا تو (یعنی اس
 بھڑے کی عبادت نہ کرو) وہ بولے ہم تو اس (کی پوجا) پر جسے ہمیں گئے۔ جب تک

کئے روکا۔ جب تو نے دیکھا تھا کہ وہ لوگ بہک گئے ہیں۔ کیا تو بھی میرا نافرمان ہو گیا۔ اُسے کہا ہے میری ما کے بیٹے۔ میری ڈاہڑی نہ پکڑاؤ میرا سر۔ میں (اس سے) فٹا کہ تم کہو گے تو نے بنی اسرائیل میں (ان سے الگ ہو کر) پوٹ ڈال دی اور میری بات یاد نہ کی (میرے پیچھے میری جگہ بٹھرا اور سنوار تارہ) موسیٰ نے (سامری سے) کہا تجھے کیا ہو گیا۔ وہ بولا میں نے دیکھ لیا جو کسی نے نہ دیکھا ہے میری پیچھے پوٹے (جبرئیل کے پاؤں کے نیچے سے مٹھی بھری اور وہ میں نے (اس پھڑے میں) ڈال دی۔ (جس سے آسمین بان پڑ گئی) میرے جی نے بھی مجھے یہ بات اپنی بتائی۔ اس شہادت سے صاف ثابت ہے کہ پچھڑا سامری نے بنایا اور پوجو ایسا تھا حضرت مارون علیہ السلام اسکے بنانے میں شریک نہیں ہوئے اور نہ اُس کے پوجے جانے میں خوش ہے۔ وہ اُس کی عبادت سے مانع رہے اور قوم کو عبادت خدا کی طرف بلائے رہے۔

توریت کے بعض الفاظ کی شہادت اس قصہ میں تخریف و افتراء کے وجود پر اس طور پر پائی جاتی ہے کہ اسی باب خروج کی آیت ۲۳ میں بیان ہے کہ خدا نے موسیٰ سے کہا کہ جسے میرا گناہ کیا ہے میں اُسے اپنے دفتر سے مٹا دوں گا اور آیت ۳۵ میں ہے کہ خدا نے اُس پھڑے کے بنانے کے سبب لوگوں پر بری بھیجی اور آیت ۱۸ میں ہے کہ اوس حرم گرسالہ پرستی کے سبب تین ہزار آدمی ایک دن مارے اور آیات ثابت و مسلمہ کہ حضرت مارون ان تینوں ہزاروں میں سے کسی سے نہیں شامل و شریک نہیں کئے گئے اور وہ (مری) کے عذاب میں مبتلا ہوئے قتل کئے گئے اور خدا کا دفتر سے اُن کا نام مٹایا بلکہ وہ اوس وقت اور اُس کے بعد بھی خدا کی بارگاہ میں برگزیدہ اور مقدس قرار

پچھڑا اور ۵۰۔ آیت ۲۶ جن میں مارون کو برگزیدہ کہا گیا ہے اور ۱۰۶۔ آیت ۱۷ جن میں مارون کو مقدس کہا گیا اور یہ بیان ہے کہ خدا نے اُس کے ماسدوں کو ہی زمین میں بنا دیا۔ اور یہ واقعہ اوس واقعہ سے پیچھے ہے۔

تعمیل احکام تورات انجیل کی نسبت اسلامی اعتقاد

دینے کے اور اون ہی کی نسل میں کاہن کا عہدہ مقرر رہا ہے جس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ پھر اپنانے یا اسکے پوجوانے میں شریک نہیں ہوئے۔ جو تو ان نژادوں کو بچتو۔ اور شیخ الاسلام حافظ ابن حجر کی عبارت میں اور حافظ ابن القیم کی پہلی عبارت میں جو نخت نصر کے عہد میں تورات کا ضائع ہو جانا اور امام رازی کی عبارت میں محافظین تورات کا حکم ہو جانا بار اعلیٰ اس میں وقوع تحریف کا آسان ہونا بیان ہوا ہے اسکی تائید و تصدیق عیالوں کے اقوال ذیل میں پائی جاتی ہے (جو کتاب اعجاز عیسوی میں منقول ہیں)

باب اول کتاب اول مقابیس میں ہے کہ انیسوگس شہنشاہ فرنگستان نے اورشلیم کو فتح کر کے عہد عتیق کی کتابوں کے جتنے نسخے جہان سے لے لے پھاڑ کر جلا دیے اور حکم دیا کہ جسے پاس کوئی کتاب عہد عتیق کی نکلے گی یا وہ شریعت کی رسم بجلاویگا مار ڈالا جاویگا اور پھر میں تحقیق اسکی عمل میں آتی تھی اور جس کے پاس کوئی کتاب عہد عتیق کی نکلتی یا ثابت ہوتا کہ وہ رسم شریعت بجلا یا اور مارا جاتا۔ اور کتاب تلف کی جاتی تھی۔

مشرق کا تاک اپنی کتاب میں جو ۱۱۳۳ء میں بلذہ ڈربی میں چھپی ہے صفحہ ۱۱۵ میں لکھتا ہے کہ علما کا اس پر اتفاق ہے کہ اصل نسخہ تورات اور اسی طرح اصل نسخے اور کتابوں عہد عتیق کے شہر اورشلیم اور میکیل کے ساتھ ہاتھوں شکر نخت نصر سے فارغ ہوئے۔ اور جب صحیح نقلین اونکی پھر بطفیل عزرا کے ہونے وہ نسخے نقلوں کے بھی حادثہ انیسوگس میں ضائع ہوئے اور پھر گواہی اون کتابوں کی صداقت کی نہ رہی جب تک کہ مسیح اور جواریوں نے اون کی صداقت کی گواہی نہ دی تھی ۱۱۳۳

انجیل کے دعویٰ صحت اور ان کتب کی حمایت میں عیسائیوں سے کم نہیں (ان واقعات کو تسلیم کرتے ہیں اور بنا اعلیٰ ان کتب میں وقوع اغلاط اور کمی کو قائل ہو گئے ہیں گو اس کو آپ تحریف لفظی سے نہیں کہتے غلطی یا کمی سے تعبیر کرتے ہیں جس میں آپ اپنی خاص اصطلاح کے پابند ہیں۔

آپ بتدین الکلام کے صفحہ ۳۴ میں فرماتے ہیں: "بعض علماء مسیحی کہتے ہیں کہ یہ بات بے بنیاد ہے کہ مقدس کتابوں میں سے کوئی تحریر جاتی رہی ہے۔ بلکہ مقدس تحریروں میں سے نہ کوئی تحریر کھوئی گئی ہے اور نہ کھوی جاسکتی ہے۔ مگر اپنے دعویٰ کے اثبات کے لئے وہ ایسی دلیلین پیش کرتے ہیں جو کسی طرح کافی نہیں ہیں۔ اون کی دلیلوں کا طرز کلام یہ ہے کہ مقتضائے حکمت کا یہ نہیں ہے کہ جو کتاب روح قدس کی تائید سے دی گئی ہے اس کو ایسا معدوم کر دے کہ پھر داغ نہ آسکے اور اگر وہ انسان کی تربیت کے لائق نہ تھیں تو اون کو پہلے ہی کو ہن دیا تھا۔ معہذا ایمان دار لوگ ہمیشہ اون کتابوں کو عزیز رکھتے ہیں اور وہ دور دور پھیل گئی تھیں۔ پھر کہو کہ معدوم ہو سکتی ہیں۔ علاوہ اسکے اگرچہ اون کتابوں کو الہامی لکھنے والوں نے لکھا ہو۔ مگر یہ ضرور نہیں کہ وہ بھی الہامی ہوں اس لئے کہ الہامی لکھنے والوں کی ہر تحریر کا الہامی ہونا ضرور نہیں ہے۔ اس لئے وہ کتابیں مقدس کتابوں میں داخل نہ تھیں جو اسکے اگلے زمانہ میں ہر ایک چھوٹی سی تحریر بھی کتاب کا اطلاق کیا کرتے تھے۔ پس اون کتابوں کے بعض مطالب جو روحانی تربیت سے متعلق تھے تو اون کے نہونے سے بائبل میں کچھ نقصان نہیں۔ مگر یہ ظاہر ہے (صاحب تدین الکلام

فرمان نہیں کہ ادنیٰ تامل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دلیلین کافی نہیں ہیں جو کتاب روح قدس کی سے دی گئیں ہوں۔ اس کے معدوم ہو جانے سے حکمت آہی میں کچھ نقصان نہیں ہو سکتا اگر ایک ہی کتاب انسان کی ہر حالت کی تربیت کر کافی ہوتی تو اولڈ ٹیسٹ کے بعد نیو ٹیسٹ کی حاجت کا سیکو ہوتی۔ ایمان دار لوگ بلاشبہ ہماری کتابوں کو عزیز رکھتے ہیں۔ مگر عام مصیبت کی حالتوں میں جو انسان کو مقصدے اور کمی ضعیف فطرت کے نہایت دماندہ کر دیتی ہیں (خصوصاً وہ پرہیزگاری کی مصیبتیں جو یہودیوں پر پڑیں) ایسی عزیز تحریروں کا جانا رہنا کچھ حلافیہ نچر کے نہیں ہے۔ علی الخصوص ایسی حالت میں کہ وہ ایک جگہ جمع تھیں۔ بلکہ متفرق ٹکڑے لوگوں کے پاس تھے۔ ان کتابوں کے الہامی ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ خصوصاً جبکہ خود الہامی کہنے والوں کے اذون سے استخراج کیا ہو۔ یا اونکی طرف اشارہ کیا ہو۔ فرض کیا جاوے کہ ان کے تمام مطالب کتب مقدسہ میں ہوں اور کتب مقدسہ کو اذون کی حاجت نہ ہے ہو مگر اس مقام پر اسکی بحث نہیں ہے۔ بلکہ صرف اتنا کلام ہے کہ اور بھی معتد اور صحیح کتابیں تھیں جو آیت معدوم ہیں اور یہ بات ایسی طرح پر ثابت ہے کہ اس سے بڑے بڑے علماء مسیحی نے اقرار کیا ہے۔

مفسر و صاحب اپنی کتاب سوالات سوال میں جو ۱۸۴۳ء میں لندن میں چھپی ہے ذیل سوال دوم میں لکھتے ہیں کہ یہ کتابیں جنہیں حضرت مسیح علیہ السلام کو ناصری کہا گیا تھا (اور جکاؤر مقدس لکھی گئی ہے) باب ۲ ورس ۲۳ میں لکھا ہے

(۲) اولڈ ٹیسٹ عہد نامہ قدیم تورات وغیرہ۔ نیو ٹیسٹ عہد نامہ جدید انجیل وغیرہ۔ (انجیل مطبوعہ رزا پور میں ملاحظہ فرمائیے)

۱۹۔ ۶ جلوسہ ویو کلیش میں مین زمان جاری ہوا کہ کلیسی گرائی جاوین اور کتب
مقدسہ جلائی جاوین۔ پھر صفحہ ۵۲۳ میں لکھتا ہے کہ یوسی میں بڑے عم سے کہتا
ہے کہ اُسے بختم خود دیکھا کہ کلیسی سیاہ سے گرائی گئی اور کتب مقدسہ بار دو مین
جلدائی گئیں۔ اور ولیم میور صاحب اپنی تاریخ کلیسیا کے جوشہ ۱۸۲۸ء میں چپی ہے
صفحہ ۱۲۹ میں لکھتے ہیں کہ ۳۲۰ء میں ایک نہایت سخت ہشتہار کیا گیا جس کا
خلاصہ یہ ہے کہ سجون کا عبادت کے واسطے جمع ہونا ممنوع اور باعث قتل کاموگا
عبادت خانے مہار اور او جاڑے جاوین۔ عیسائیوں کی کتابیں تلاش کر کے
جلدائی جاوین الخ۔ پھر ص ۱۳ میں لکھتے ہیں کہ عیسائیوں کی کتابیں خصوص خدا کی
پاک کتاب جیکو سے اپنی جان کے برابر عزیز رکھتے تھے اوسکی جتنی جلدیں تلاش
سے ملین جلائی گئیں اور جیکے یہاں نہیں پائی گئیں یا جتنے چہا رکھین اور دینے
سے انکار کیا سخت عذاب میں پہنسا۔ ایسا ہی صاحب اعجاز نے نقل کیا ہے

اور حافظ ابن القیم کی یہی عبارت میری جو بیان ہوا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
نے کتاب تورات صرف بنی یوسی کو دی تھی۔ عامہ بنی اسرائیل کو اذکی شرارت
و اختلاف کے خوف سے سپرد نہ کی تھی (جس سے محافظین تورات کے پہلے
ہی زمانہ سے قلت ثابت ہوتی ہے) اسکی تصدیق کتاب استثناء و کتاب دوم
سلاطین و کتاب دوم تواریخ سے ہوتی ہے۔

استثناء کے باب ۱۶ میں ہے ۱۸۔ یون ہوگا کہ جب وہ (یعنی باو شاہ وقت)
اپنے تخت سلطنت پر جلوس کرے تو اپنے واسطے شریعت کی ایک نقل آسمین
سے جلاوے گا، کانون کے حضور ہی کتاب میں لکھی (توریت ص ۲۵۳)

اور اسکے باب ۳۱ میں ہے ۹۰۔ اور موسیٰ نے اس شریعت کو لکھا اور بنی یوسی

کاہنوں کے جو خداوند کے عہد کے صندوق کو اٹھاتے تھے اور اسرائیل کے سارے
 بزرگوں کے والد کیا۔ ۱۰۔ اور موسیٰ نے انہیں یہ کہنے فرمایا کہ ہر ایک سات برس
 کے اخیر ہیکار دینے کے معین وقت پر خمیوں کی عید میں۔ ۱۱۔ جب کہ سارا
 اسرائیل خداوند تیرے خدا کے آگے اوس جگہ پر جسے وہ پسند کر لگا حاضر
 ہوا کرے۔ تو تو اس شریعت کو پڑھ کے سارے اسرائیل کو پنا یا کرے۔ ۱۲۔ اور ایسا
 ہوا کہ جب موسیٰ اس شریعت کی باتوں کو کتاب میں لکھ چکا اور وہ تمام ہو میں۔
 ۲۵۔ موسیٰ نے لادون کو جو خداوند کے عہد کے صندوق اٹھاتے تھے فرمایا کہ
 اس شریعت کی کتاب کو لیکر خداوند اپنے خدا کے عہد کے صندوق ایک بغل
 میں رکھو تاکہ وہ تمہارے برخلاف گواہ رہے۔ ۲۶۔ کیونکہ میں تیری بغاوت
 اور تیری گردن کشی کو جانتا ہوں۔ دیکھ کہ ہنوز میں جیتا اور آج کے دن تک تہا ہے
 ساتھ ہوں۔ تم نے خداوند کی بغاوت کی ہے۔ تو میرے مرنے کے بعد کتنا زیادہ
 کرو گے۔ ۲۸۔ اپنے فرقہ کے سارے بزرگوں اور منصب داروں کو مجھ پاس
 جمع کرو۔ تاکہ میں یہ باتیں اون کے کالوں تک پہنچا دوں۔ اور آسمان اور زمین
 کو اون پر گواہ کروں۔ ۲۹۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد تم
 اپنے تئیں خراب کرو گے۔ اور اوس راہ سے جسکی بابت میں نے تم کو حکم دیا ہے
 پھر جاؤ گے۔ اور کہ آخری دنوں میں تم پر بدی پڑگی۔ اسلئے کہ تم خداوند کے حضور
 بی بی کرو گے کہ اپنے ناتقہ کے کاموں سے اُسے غصہ دلاؤ گے۔ ۳۰۔ سو موسیٰ
 نے اس گیت کی باتیں اسرائیل کی ساری جماعت کو کہہ سنائیں۔ یہاں تک کہ
 وہ تمام ہو میں (توریت ص ۲۸۲ تا ۲۸۹)

ایسا ہی کتاب دوم سلاطین کے باب ۲۲۔ آیت اور کتاب دوم تواریخ
 باب ۳۴۔ آیت ۱۲ میں مذکور ہے۔ کہ یہ کتاب لاوی کاہنوں کے پاس

رہی ہے۔

ان شہادت سے بخوبی ثابت ہے کہ جو علماء اسلام نے تہذیب میں تحریف لفظی واقع ہونے کی وجہ اوس کے محافظین کی قلت اور مختلف اوقات میں اون کی قتل و ذلت بیان کی ہے یہ اون ہی کی معتبر کتابوں سے ثابت ہے۔ ایک سبب اس تحریف کے واقع اور پہلے وقوع ہونے کا اون کی کتابوں میں یہ بیان ہوا ہے کہ ابتدا سے بہت مسد یوں تک ان کتابوں کے لکھنے کا انتظام کافی اور دستور اچھا نہ تھا اسلئے اون میں تبدیل و تغیر کا دخل ہوا۔ یہ دخل معدوم اور دین کے دشمنوں سے بھی ہوا ہے اور بعض دینداروں اور دین کے نادان دوستوں سے بھی ہوا ہے۔ اونہوں نے کسی مسد حق کی تائید یا ناحق کی تردید کی غرض سے اپنی طرف کچھ گہنا بڑا دیا اور جسے مسد (خدا کے واسطے) حق میں جھوٹ ملایا یا ناحق کو چھپایا۔

ایک کتاب تاریخ میں جو مشہور عین بدہ لندن میں مطبع چارلس ڈالین صاحب میں چھپی ہے مذکور ہے کہ اگلے زمانہ میں لوہے یا پیتل یا ڈیڑھی کی سلامتی سے سیسے یا گلابی یا نوم وغیرہ کے تختوں پر نسطوں کے نقش کھودا کرتے تھے اور پھر بے پہلے مصر والے درخت پیس کے پتے ان تختوں کے بدلے استعمال میں لائے۔ پھر شہر ریگس میں خس کی وصلی ایجاد ہوئی اور آٹھویں صدی میں رومی اور ریشم سے کاغذ تیار ہوا اور تیرہویں صدی میں کپڑے سے بنا یا گیا اور قلم کا ایجاد ساتویں (صدی) میں معلوم ہوتا ہے اور اگلے زمانہ میں کتاب ایک ہی طرف لکھی جاتی تھی اور لپیٹ کر رکھتے تھے اور کھولنے کے وقت بڑی جگہ درکار ہوتی تھی بعد اوس کے مریخ ورتون پر وہ طرفہ لکھنا شروع ہوا۔ پس اس بات سے واضح ہے کہ نسبت اس زمانہ کے اگلے زمانہ

میں لکھا۔ ترجمہ کرنا اور پڑھنا اور کتاب کو حفاظت سے رکھنا بہت ہی مشکل تھا اور
جیل اور تکلیف کا ہو سکتا خواہ ارادہ بد سے ہو یا اور سبب سے اور وقت کی
کتابوں میں بہت ہی آسان تھا اور خرابیوں مذکورہ سبب سے زیادہ تورات اور
انجیل میں اس کی قابلیت بلحاظ محدودوں کے تھی۔ ایسا ہی اعجاز میں نقل

کیا ہے۔
دارن صاحب اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ ایک سبب اختلاف عبارت کا ایسی
خرابیاں یا تبدیلیاں ہیں جو کسی فریق کے مطلب برامی کے لئے دانش کی گئی ہیں
خواہ وہ فریق دوست ہو یا بدعتی ہو۔ یہ بات تحقیق ہے کہ اون لوگوں نے
جو پسند کر کے لکھتے تھے اراداً بعض خرابیاں کیں۔ یا تبدیلیاں اس دور اندیشی
سے کی گئی تھیں کہ جو سنا تسلیم کیا گیا ہے اور کو تقویت ہو۔ یا جو اعتراض
اوس سنا پر ہوتا وہ ہونہ کے۔ ایسا ہی بتدین الکلام میں ہے۔

یہاں کوئی عیسائی یا کوئی مسلمان ادوں کا ہم خیال بہا ہی ایچتر ارض کرے کہ قرآن
مجید کو لکھنے کا سامان ہی ابتدا میں ایسا ہی تھا۔ وہ پٹیوں۔ پتھروں۔ اور کھجور
کی شاخ کے چمکوں پر لکھا جاتا تھا (چنانچہ صحیح بخاری میں منقول ہے) لہذا ہمیں
بھی تلف و تغیر کا احتمال ہے اور ممکن ہے کہ اس میں اسلام کے دشمنوں یا نادان
دوستوں نے کچھ گھٹا بڑھا دیا ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر قرآن مجید صرف ان ہی چیزوں پر لکھا جاتا
اور کوئی دوسرا کوئی معیار اسکی حفاظت کا نہ ہوتا۔ تو اسکے بعض حصہ کے تلف
و تغیر کا احتمال تھا و لیکن وہ پہلے ہی زمانہ میں کاغذوں کے صحیفوں میں لکھا
گیا۔ جیسا کہ اور چیزوں پر لکھا گیا تھا اور علاوہ بران وہ سینوں کے سفینوں
میں جمع ہوتا رہا۔ جب سے وہ نازل ہونا شروع ہوا تب سے ہی مسلمانوں نے

انکو یاد کرنا شروع کر دیا۔

اسی بخاری میں ابن مسعود سے مروی ہے کہ میں نے کئی اور پرتر سورتیں آنحضرت

عز عبد اللہ قال اخذت من فی رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بضعا وسبعین

سودۃ - (بخاری ص ۴۸)

زاد عاصم عن عبد اللہ واخذت

بقیة القرآن عن اصحابہ

(قططانی ص ۵۰۹ ج ۷)

عز قتادہ قال سالت انس بن مالک

من جمع القرآن علی عهد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم قال ارجعۃ

کلام من الانصار - ابی بن کعب -

ومعاذ بن جبل و زید بن ثابت

وابوزید -

(بخاری ص ۴۸)

میں چار تھے جنہوں نے قرآن کو حفظ بھی کیا اور لکھ بھی لیا تھا۔ کیونکہ

دوسرے قبائل سے قرآن مجید کو لکھنے اور یاد کرنے والے اور لوگ

بہت ہوتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح میں قططانی نے کہا ہے کہ صحیح بخاری میں ثابت

ہو چکا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مکہ میں اپنے گھر کے صحن میں مجتہد

قرآن مجید نازل ہو چکا تھا نماز میں پڑھا کرتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ

<p>وقد صحفني البخاري انه نبى مسجد بفناء ابره فكان يقرأ القرآن ابي ما نزل منه اذ ذاك وجمع على القرآن على ترتيب النزول وقال ابن عمر فيما رواه النسائي باسناد صحيح جمعت القرآن فقرأت به كل ليلة الحديث وعدا ابو عبدة القراء من الصحابة من المهاجرين للخلفاء الاربعة وطلحة وسعد وابن مسعود وحذيفة وسالم ابا هريرة وعبد الله بن السائب والعبادلة ومن النساء عائشة وحفصة وام سلمة ولكن بعض هؤلاء انما الكه بعد صلوة وعند ابن ابي داود في كتاب الشريعة من المهاجرين ايضا مقيم بن اوس الناري وعقبه بن عامر ومن الانصار عبادة بن الصامت واباحلية معاذ ومحم بن حارثة وقضالة بن عبدة مسلمة بن مخلد ومن جملة ايضا ابو موسى الاشعري فيما ذكره الباقي وغيره</p>	<p>بھی قرآن کو ترتیب نزول کے مطابق جمع کیا تھا۔ اور ابن عمر سے نسائی نے پسند صحیح نقل کیا ہے کہ اوہوں نے یہی قرآن جمع کیا تھا۔ اور ہر شب اس کو (نماز میں) پڑھا کرتے۔ ابو عبیدہ نے قرآن کے قاریوں میں مہاجرین سے چاروں خلفاء طلحہ۔ سعد۔ ابن مسعود۔ حذیقہ۔ سالم۔ ابو ہریرہ عبداللہ بن السائب اور چاروں عبداللہ اور ستورات سے حضرت عائشہ و ام سلمہ کو شمار کیا ہے۔ لیکن ان میں بعض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اوس کو پورا کیا تھا۔ ابن ابی داؤد نے کتاب الشریعت میں مہاجرین سے تمیم داری وعقبہ بن عامر کو بھی شمار کیا ہے اور انصار سے عبادہ بن صامت و ابو حلیمہ معاذ۔ مجمع بن حارثہ و فضالہ بن عبیدہ و مسلمہ بن مخلد کو بھی شمار کیا ہے۔ ابو موسیٰ اور عمر بن عاص و سعد بن عبادہ وغیرہ</p>
---	--

مذہب پنجہ جلد یار دہم

وسعد بن عبادۃ ویا الجملۃ فیتعذر ضبطہم علیٰ ما لا یجفی۔ (قسط لانی ص ۱۱۵)

صحیح بخاری میں حضرت انس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

ستر قاریوں (یعنی قرآن کے حافظوں) کو نبی بحیان وغیرہ کی مدد کے لئے آنکے ساتھ بھیجا جن کے ساتھ اوہونوں نے خدا کیا۔

ان النس ان رعلاد ذکوان وعصیتہ وبنی بحیان استمدوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی عذرہ فاقدم بسبعین من الانصار کنا نسیمہم القران فی زمانہم (بخاری ص ۵۸۶)

صحیح بخاری وغیرہ میں زید بن ثابت سے روایت ہے کہ عہد صدیقی میں یمامہ کی لڑائی میں لوگ کثرت سے مقتول ہوئے تو حضرت عمر کو یہ خوف پیدا ہوا کہ

مباہد اس قتل میں قرآن کے قاری یعنی حافظ بھی شامل ہو جائیں اور قرآن کا بہت سانسہ جاتا رہے۔ تب اوہونوں نے حضرت صدیق اکبر سے (جو خلیفہ وقت تھے) درخواست کی کہ وہ بھی قرآن کو جو لوگوں کے پاس متفرق مکتوب رکھا ہوا یا محفوظ (زبانی یاد) ہے ایک جگہ لکھو اور بن۔

ان زید بن ثابت قال ارسل الی ابوبکر مقتل اہل الیمامۃ فاداعمر بن الخطاب عنہ قال ابوبکر ان عمر اتانی فقال ان القتل قد استخیر یوم الیمامۃ بقراء القرآن وانی اخشی ان استخیر القتل بالقراء بالمواطن فیدھب کثیر من القرآن وانی اری ان تامر جمع القرآن x x x قال زید بن ثابت قال ابوبکر انک رجل شاب عاقل لا نتہاک وقد کنت تکتب الوحی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکتبم القرآن فاجمعہ x x x

اوہونوں نے اس کام پر زید بن ثابت کو مامور کیا۔ زید نے شاخ کی پٹیوں پر ہون اور کچھور کی شاخ کے چھلکوں پر سے اور

<p>حافظوں کے سینوں سے قرآن کو اخذ کر کے ایک جگہ جمع کرویا۔ اون کے کلمے ہوئے صحیفے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں آپ کے پاس رہے۔ آپ کے بعد (خلافت عمری میں) حضرت عمر کے پاس۔ آپ کے بعد حضرت حفصہ بنت عمر کے پاس“</p>	<p>فتبت القرآن اجمعه من العباد الخائف وصدور الرجال حتی وجدت آخر سورة التوبة مع الى خزينة الانصارى لم احدھا مع احد غیرہ۔ لقد جاءكم رسول من انفسكم عزيز بعلية ما غم حتى خائفة براءه فكانت الصحف عند ابى بكر حتى توفاه الله ثم عند عمر حياة ثم عند حفصه بنت عمر انصارى (۱)</p>
---	---

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد سعادت ہمد میں ہی قرآن سب کاتب لکھا گیا تھا۔ پر وہ ایک صحیفہ میں موجودہ ترتیب سے مرتب

(۱)

بیتہ وانما ترک التسیب صلی اللہ علیہ وسلم جمعة فی صحیف واحد لان النسخ کان یرد علی بعضہ فاجمعہ ثم رفعت تلاوة بعضہ لادبی الی الاختلاف والاختلاف فحفظہ اللہ تعالیٰ فی بقاوتہ الی انقضاء زمن النسخ فكان التالیف فی الزمن النبوی الجمع فی الصحف فی زمن الصدیق والتسخ فی المصاحف فی زمن عثمان وقد کان القرآن کلہ مکتوباً فی عہد صلی اللہ علیہ وسلم لکنہ غیر مجموع فی موضع واحد ولا مرتب السور (متطلائ) ۲۹

قال السفاقی کان جمع الی بکر خوف ذهاب شی من القرآن بذهاب حملته اذ انه لم یکن مجموعاً فی موضع واحد وجمع عثمان لما کثر الاختلاف فی جوه قرآنته حین قرؤوا بلعائتم حتی اوی ذاک الی خطیبة بعضهم بعضاً فتمت تراث الصحف فی

(۱)

نہ تھا اوس کی سبھی سورتیں متفرق اور اق اور کرون پر لکھی ہوئی تھیں۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سورتوں کو ایک جگہ اور خاص ترتیب سے اس لئے
ترتیب نہ کیا تھا کہ آپ کو وحی کا انتظار تھا جس میں نسخ آیات کا بھی احتمال
کھا۔
عہد صدیقی میں ان سب سورتوں کو یکجا کیا گیا۔ تو ساتوں زبان اور محاورات مختلف

مصحف واحد مقتصر امن اللغات علی لغتہ قریش اذھی
ارجحہا۔ (تسطلابی ص ۷۵)

نقل السیوطی ان کتابتہ القرآن لیست بمحدثہ فانہ صلعم کان
یامر بکتابتہ ولکن کان مفرقاً فی الرقاع وغیرہا وانما امر الصدیق
بنسخہا من مکان الی مکان مجتمعاً وکان ذلک بمنزلہ اوراق
وحدت فی بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہا القرآن
تجمعہا جامعہ و ربطہا بخیط حتی لا یضیع منہا شیء من لغات
(شرح مشکوٰۃ)

۷) آن ابن عباس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما قرأت فی جبرئیل علی حرف
فراجعت فلم ازل استزیدہ ویزیدنی حتی انتہی الی سبعة احرف
(بخاری ص ۲۶)

عن ابی بن کعب قال لقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جبرئیل فقال یا جبرئیل انی بعثت الی امتہ امیین منهم الجوز
والشیخ الکبیر والغلام والحاریة والرحیل الذی لم یقرء کتاً ناقط
قال لیس ان القرآن انزل علی سبعة احرف رجاسہ تدرہ لہی ←

اقوام عرب کو جنہیں بعض الفاظ و آیات کو وہ اقوام عرب انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے پڑھتے تھے لیا گیا تھا۔ خاص قریش کی زبان و محاورات کو جنہیں پہلے قرآن نازل ہوا تھا اور آخر اسی کا تقریر حضرت کے فعل اخیر سے ہو گیا تھا مخصوص بکتابت نہ کیا تھا۔

حضرت عثمان کے عہد خلافت میں ان الفاظ و آیات ان مختلف زبان و محاورات میں

→ وقيل سبع اللغات لسبع قبائل من العرب متفرقة في القران
فبعضه بلغة تميم وبعضه بلغة ازد وربعية وبعضه بلغة
هوازن كذلك سائر اللغات ومعانيها واجددة -
قسطلانی ص ۵۰۴ ج ۴

وقال ابن الجزري تتعبت القران صحیحها و ساذها و ضعیفها و منکرها
فاذا هي ترجم الی سبعة اوجه من الاختلاف لا يخرج من ذلك وذلك
اما فی الحركات بلا تعیر فی المعنی والصورة نحو الخجل وحب جبین
ام بتعیر فی المعنی فقط نحو قتلی ادم من ربہ كلمات و اذكر بعد
واما فی الحروف بتعیر المعنی لا الصورة نحو تبلو و تتلو و تنجيك
بينما و نجيها انما عكس ذلك نحو بسطة و بصطة او بتعیرهما نحو شد
منكم و صتم و يا قل و يتال و فامضوا الی ذكر الله و اما فی التقديم
والتأخير نحو فيقتلون و يقتلون و جاءت سكرة الحق بالموت
او فی الزيادة و النقصان نحو ارضي مني و الذكر و الانثى لم قسطلانی ص ۵۰۴ ج ۴

ان حدیثیہ بن ایمان قدم علی عثمان و کان یساری اهل الشام

فی فتح ارمینیه و اذربایجان مع اهل العراق فافزع حدیثیہ

پڑتے جانے کے سبب مسلمانوں میں اختلاف واقع ہوا اور ایک نے دوسرے کو اپنے محاورہ کی مخالفت کے سبب مجبوراً کہنا شروع کیا تو حضرت عثمان نے صرف ایک زبان و محاورہ قریش پر جس میں پہلے نزول قرآن ہوا تھا اور اسی پر آخر اسقر (۱) یہی مسلمانوں کو مستحق کرنا اور دوسرے محاورات کو استعمال کو

→ اختلا تم فی القراءۃ فقال حذیفۃ بن یمان یا امیر المؤمنین ادک
 هذه الامۃ یقول ان یختلفوا فی الکتاب اختلاف الیہود والنصارى
 فارسل عثمان الی حفصۃ ان ارسل الیناب الصحف نسخها فی المصاحف
 ثم ردھا الیک فارسلت الی عثمان فامر زید بن ثابت و عبد اللہ بن الزبیر
 وسعید بن العاص و عبد الرحمن بن العارث بن ہشام فسخوها
 فی المصاحف وقال عثمان لکرھط القرشیین التثۃ اذا اختلفتم
 و زید بن ثابت فی شیء من القرآن فاکتوبہ بلسان قریش ثم انزل بلسانکم ففعلوا حتی اذا اختلفوا
 و المصاحف عثمان الصحف الی حفصۃ و ارسل الی کل ائمة بمصحف منسخوا و امر اسوا
 من القرآن فی کل صحفہ و مصحف ان یحرق قال ابن شہاب اخر فی خارجۃ بن
 زید بن ثابت سمع زید بن ثابت قال فقدت ایۃ من الاخراب
 حین نسخنا المصحف قد کنت اسمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 و آلہ سلم یقرأ بها فالتفتناھا فوجدنا مع خزیمۃ بن ثابت
 الانصاری من المؤمنین رجال صدقوا ما عاهدوا اللہ علیہ
 فالحقناھا فی سورھا فی المصحف و صحاری ص ۴۶۷

و اختلف هل كانت العرصة الاخيرة بجميع الاحرف السبعة او بعضها
 واحدتها و علی الثاني فهل هو الحرف الذي جمع علیہ عثمان الناس

بجزوف اختلاف موقوف کرنا چاہا۔ تو انہی صحیفوں کو حضرت حفصہ کے پاس سے منگوا لیا اور قرآن کے حافظوں اور باہروں سے چار شخصوں کو جن میں بعض نزول قرآن کے وقت آنحضرت صلی علیہ وسلم کے کاتب قرآن تھے حکم دیا کہ جن الفاظ و آیات کے محاورہ عربی میں اختلاف واقع نہ ہو اون کو قریش کی زبان کہو۔ اونہوں نے ہر ایک آیت پر تحریری شہادتوں کے علاوہ متعدد لوگوں کی زبانی اور یادداشت

→ او غیرہ فغند احمد وغیرہ من طریق عبیدۃ السلمانی ان الذی جمع علیہ عثمان الناس موافق للعرضۃ الاخیرۃ ونحو عند الحاکم من حدیث سمرة واسنادہ حسن وقد صححہ هو (قسطلانی ص ۵۰۰ ج ۷)

وعن ابی العالیۃ عن ابی بن کعب عند عبد اللہ ابن الامام احمد انہم جمعوا القرآن فی المصاحف فی خلافة ابی بکر وكان رجال کتبتوا وروی علیہم ابی بن کعب کلما انتهوا الی هذه الایۃ ثم انصرفوا صرنا اللیلة قلوبہم باہم قوم لا یفقرہون وظنوا ان هذا اخر ما نزل من القرآن فقال بھم ابی بن کعب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اقرانی بعد ہاتین بقدر جاءکم رسول من انفسکم الی وهو رب العرش العظیم وعند احمد قال اتی الخزیمۃ بن خزیمة بماتین الاتین بقدر جاءکم رسول الی عمر بن الخطاب فقال من معک علی هذا قال لا ادری واللہ انی اشہد سمعتہا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعتیہا وحفظتہا فقال عمر وانا اشہد سمعتہا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(قسطلانی ص ۵۰۰ ج ۷)

کی شہادتیں بھی لین اور اتفاق شہادت سے قریش کی زبان میں قرآن کے چند نسخے
 لکھے جو مختلف آفاق پر پھیلے گئے۔

و عند ابی داؤد ان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قام فقال من کان تلقی من
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شیئاً من القرآن فلیات یہ
 وکانوا یکتبون ذلک فی المصحف والابواب والعسب قال وکان لا
 یقبل من احد شیئاً حتی یشہد شہداً وھذا یدل علی ان زیداً
 کان لا یکتفی بمجرد وھد انہ مکتوباً حتی یشہد بہ من تلقاہ سہلاً
 مع کون زید کان یحفظہ فکان یفعل ذلک مباغتاً فی الاحتیاط
 وکانی داؤد ایضاً من طریق ہشام بن عروہ عن ابیہ ان ابابکر
 قال لعمر زیداً اقل علی باب المسجد من جبار کما یشاہدین
 علی شیء من کتاب اللہ فاکتبا فی جبالہ ثقلت مع انقطاعہ لعل المراد
 بالشاہدین الحفظ والکتاب والمراد انہما یشہدان ان ذلک
 المکتوب کتب بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 انہما یشہدان ان ذلک من الوجوہ التي تنزل بها القرآن وکان غرضہم
 ان لا یکتب الا من ھین ما کتب بین یدیہ صلی اللہ علیہ وسلم
 الا من مجرد اللہ تبارک و تعالیٰ المراد بصدور الرجال الذین جمعوا القرآن
 وحفظوہ فی صدورہم کاملات فی حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم کابن
 کعب ومعاذ بن جبل (تسطلاً فی ص ۱۰۹)

وکانت ختمت علی المشہور فاسل اربعہ وامسک واحداً قال

الدلیل فی المقنع اکثر العلماء علی انہا اربعۃ۔ اسل واحداً ←

ان دونوں موقوفوں کتابت قرآن پر ایک ایک آیت بجز ایک ایک شخص کی کسی کے لکھی ہوئی نہ پائی گئی۔ ان آیتوں کو زبانی متعدد شہاد توں سے تصدیق کر کے بیچ قرآن کیا گیا۔

یہ پہلے زمانہ کے حفظ و کتابت کا حال ہے۔ اسکے بعد ہر زمانہ میں ہزاروں نسخے قرآن کے لکھے گئے۔ اور لاکھوں نے قرآن کو سینہ بسینہ حفظ کر لیا۔ اس اہتمام و انتظام کے ساتھ اس قرآن میں تلف و تغیر اور کسی دوست یا دشمن کی مداخلت کا کیا امکان اور احتمال تھا۔ یا آیت ہے یا آئندہ ہو سکتا ہے۔؟

قرآن کی حفظ و کتابت میں اس اہتمام و انتظام کے پائے جانے اور تورات وغیرہ کے حفظ و کتابت میں اسکے فوت ہونے کی وجہ ایک قدرتی ہے۔ جبکہ قرآن مجید اور موجودہ تورات نے بیان کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ قرآن کی حفاظت کو خدا تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لیا تھا اسلئے وہ آج تک ہوئی اور آئندہ بھی جب تک دنیا ہے ہوتی رہے گی۔ اور تورات کی حفاظت اہل تورات کے سپرد ہوئی تھی وہ اس وقت تک ہوئی جب تک اہل تورات میں استقامت اور صلاحیت رہی۔ جب اہل استقامت دنیا سے اٹھ گئے اور ان کی جگہ ناخلف پیدا ہوئے تو وہ حفاظت بھی جاتی رہی۔

للکوفة و احقر للبصرة و اخر للشام و ترک واحد عندہ و قال
ابو حاتم یباروی عنہ ابن ابی داؤد کتب سبعة مصاحف الی مکة
والشام واليمن والبحرین والبصرة والکوفة وحسب بالمدينة
واحداً (متطالانی ص ۵۰) (۱)

تعمیر حکام تورات و انجیل کی نسبت ایسے ہی افتقاد

قرآن میں ارشاد ہے کہ یہ ذکر (یعنی قرآن) ہمیں اوتارنا ہے اور ہم ہی اسکے

انا نزلنا القرآن الیک لعلک تحفظون - المومنون

مخاطب ہیں۔

اور تورات کے حق میں فرمایا ہے جسے تورتا آتاری ہے جس میں ہدایت اور

انا انزلنا التوراة فیہا ہدایہ و نور لعلکم

لوڑے۔ اسپر پیارا اور ربانی علیا

عما التبیین الذین اسلموا والذین یبیطون

حکم کرتے رہے اسکے کہ وہ اوس کے

والامیلر ما استحفطوا من کتاب اللہ

مخاطب بنائے گئے اور وہ اسپر گواہ

وکانوا علیہ شہدا (مائدہ ۷۶)

تھے۔

تورتا کی کتاب استثنار کے باب ۱۲ میں ہے - ۲۔ تم اس کلام میں جو میں تمہیں

فرماتا ہوں کچھ زیادہ نہ کیجیو اور نہ اوس میں کم کیجیو۔ تاکہ تم خداوند اپنے خدا کے

حکوں کو جو میں تم تک پہنچاؤں۔ حفظ کرو۔

اور باب ۱۲ میں ہے - ۳۲۔ تم ہر ایک بات پر جس کا حکم میں تمہیں دیتا ہوں وہاں

رکھنے کی عمل کیجیو تو اوس سے زیادہ نہ کرنا اور نہ اوس سے کم کرنا۔

ایسا ہی انجیل کے حق میں مکاشفات باب ۲۲ میں کہا گیا ہے - ۱۸۔ کیونکہ میں

ہر ایک شخص کے لئے جو اس کتاب کی نبوت کی باتیں سنتا ہے یہ گواہی دیتا ہوں

کہ اگر کوئی ان باتوں میں بڑا دوسے تو خدا ان آفتوں کو جو اس کتاب میں لکھی ہیں

اسپر بڑا دیکھا۔ ۱۹۔ اور اگر کوئی اس نبوت کی کتاب کی باتوں میں سے کچھ نکال ڈالے

تو خدا اس کا حصہ کتاب حیات سے ہٹا دے گا۔ اور ان باتوں سے جو اس

کتاب میں لکھی ہیں نکال ڈالیگا۔

اس قدرتی وجہ کی اگر کوئی وجہ پوچھے اور یہ سوال کرے کہ یہ سب کتاب میں خدا کی

طرف سے نازل ہوئی تھیں تو خدا نے ان سب کی حفاظت کیوں نہ کی۔ صرف

قرآن کی حفاظت اپنے ذمہ کیوں لی۔ اور حفاظت تورتا اور ان کے سپرد کیوں

کی تو یہ سوال لایق جواب نہیں ہے۔ اور اس کا جواب ہمارے ذمہ نہیں ہے۔ جو اس سوال کو صحیح سمجھے وہ پہلے اور قدرتی امور کے متعلق اس قسم کو سوال اذیل کا جواب دے۔

(۱) چاند و سورج دونوں خدا کی مخلوق ہیں تو خدا نے سورج کو کیوں بڑا بنایا۔ اور مٹور بالذات کیا۔ اور چاند کو کیوں چھوٹا بنایا اور روشنی میں سورج کا محتاج کیا۔
 (۲) نبی بھی خدا کی طرف سے ہیں تو خدا نے بعض انبیا کو بعض پر فضیلت کیوں دی۔ جس سے کوئی فرقہ (یہودی عیسائی و مسلمان) انکار نہیں کرتا۔
 (۳) بعض نبیوں کو عمر کیوں زیادہ دی اور ان کی امت بڑی اور بعض نبیوں کو عمر اور امت کم کی اور بعض کی پیروی کسی سے نہ کرانی۔ بلکہ امت کے ہاتھ سے ان کی جان لی۔ اور ان کی حفاظت نہ کی پس سورجی کیوں انکار کی گنجائش نہیں ہے۔
 ہر مسجد میں بھی خدا کی مین تو خدا نے مسجد کعبہ کو اب تک کیوں غیر مین کے محلے سے بچایا اور بیت المقدس کو دو دفعہ کفار کے ہاتھ سے کیوں خراب ہوا دیا اس کی بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا۔
 ان سوالات کا جواب کوئی نہیں دے سکتا تو اس سوال کا جواب بھی ہمارے ذمہ نہیں ہے۔

و معہذا ہم اس وجہ کی وجہ اس قدر بیان کر سکتے ہیں کہ چونکہ قرآن مجید و فرقان مجید آخری فرمان خداوندی تھا اور اسکی تمثیل کا زمانہ بھی اخیر دنیا تک قرار دیا گیا تھا اور اس فرمان کے لانے والے نبی آخر الزمان تھے جن کے بعد کوئی نبی نہ ہونا تھا جو در صورت وقوع تحریف و تبدیل اسکی اصلاح و تکمیل کرتا اسلئے خدا نے اس فرمان کی حفاظت اپنے ذمہ لے لی۔ اور تورات و انجیل کے بعد چونکہ قرآن مجید نازل ہوا تھا اور اس سے اس فساد کا تذکرہ جو عدم حفاظت تورات و انجیل کے سبب وقوع میں آیا ممکن تھا اور حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آنا بھی علم الہی میں مقرر تھا جسکی ہدایت و تبلیغ سے اصلاح کا

کام اہتمام کو پہنچا تھا۔ اسوجہ سے خدا تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کو اپنے ذمہ لیا اور تورات و انجیل کی حفاظت کو اہل تورات و انجیل کے سپرد کیا۔ اسی حکمت مخفی کے مطابق معاملہ ظہور میں آیا۔ تورات و انجیل کو یہود و نصاریٰ نے بدلا اور اصل دین موسوی و عیسوی کو بگاڑا تو نبی آخر الزمان کا ظہور ہوا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آنا اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے ہونے پر اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ اپنے ذمہ لیا اور اس کتاب اور دین موسوی میں تغیر و تبدل کا اہل نہ ہونا تو حضرت مسیح انجیل کیون لائے اور انجیل تورات کا دعویٰ کیوں کرتے حضرت مسیح اور انجیل کو خدا نے تب ہی بھیجا جبکہ دین موسوی کا بگاڑ ہو گیا اور تورات میں نقصان و تغیر واقع ہوا اسی ضرورت و اصول کے مطابق خدا تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کو بھیجا جبکہ انجیل اور دین عیسوی میں بگاڑ اور نقصان و تغیر واقع ہوا۔ چنانچہ گاڈ فری پبلس کی کتاب اپالوجی کے ترجمہ حایت الاسلام کے صفحہ ۹۳ میں ہے ضرورت ایک شخص کی ان خرابیوں کی تصحیح و ترمیم کے لئے جو دین موسوی میں ہو گئی تھیں اور جن سے دنیا میں خون کا اہل آگیا تھا بخوبی ظاہر ہے اور اس کے ص ۹۱ میں ہے۔ اس لئے کہ زمین ہو سکتا اور نہ کیا جائیگا کہ دنیا کے معاملات کو ایک نہایت عجیب بلوریز عیسوی کہ مذہب عورت کے لئے ایک مصلح کی طرح ہے۔ گاڈ فری پبلس نے اپنی کتاب میں بھی بیان کیا ہے کہ اسلام نے عیسوی مذہب کی خوب اصلاح کی ہے۔ بلکہ اسلام بعینہ اصلاح یافتہ عیسائیت ہے اور عیسائی اور عیسویوں کو یہ خیال ہے ←

خواہشی کے اندر خواہشی ۱۲۲ کوادھر ہے اس سے کہیں

اور قرآن سے نازل اجلال فرمایا۔ جس سے اس فساد کا تذکرہ ہوا اور نقصان عمل میں آیا۔

اس وجہ الوجد کو کوئی صاحب کتابی نہ سمجھیں تو ہم پھر وہی جواب دینگے کہ اس سوال کا جواب ہمارے ذمہ نہیں ہے۔ یہ خداوند تعالیٰ کا قدرت سے سوال کرنا ہے۔ سائل مسلمان ہے تو وہ مذکورہ کو قرآن میں دیکھے اور اس وجہ کی وجہ خدا ہی پوچھے اور اگر وہ عیسائی ہے تو یہ وجہ تورات کی کتاب استثنا اور مکاشفات یوحنا میں ملاحظہ کر کے اپنے خداوند سے سوال کرے کہ او باپ! تو نے تورت و انجیل کو ہمارے سپرد کیوں کیا تھا ان کی حفاظت کو اپنے ذمہ کیوں نہ لیا جیسے کہ مسلمانوں کے

→ ایشیا ٹاک کو ایشیائی ریلوایو مطبوعہ لندن واقعہ اکتوبر ۱۹۰۷ء میں ایک مسنون بعنوان "عیسائیت اور اسلام" جیسا کہ جو مضمون زیر بحث کے بعد سلاہ تہا مروج ہو گا اس میں بڑی زور شور سے ثابت کیا گیا ہے کہ عیسائی مذہب باطل پرستشوں اور تورات کی آمیزش سے ایسا ذلیل تو ہم ہو گیا تھا کہ اگر اس کا بانی (حضرت مسیح علیہ السلام) اس کو دیکھتا تو ہچان نہ سکتا اسلام اصلاح قیہ عیسائیت کی شکل میں آیا تھا جس زمانہ کی کل تہذیب کہ جن دنیا اور کل عیسائی ایشیا اور افریقہ کو نکل گیا وہ پانچویں تہذیب کر لیا اور وہ خراب شد و تہذیب کے علمی سے عیسائیت کہا جاتا تھا صرف یورپ کے وحشیوں کے پاس رکھا تھا۔

حضرت مسلم کہ بعد بھی اگر کسی اور نبی کا آنا خدا کر علم میں مقرر ہوتا تو قرآن میں ہی تعین و تغیر واقعہ ہوتا اور اسکی اصلاح کو نئے اسی اصول کے مطابق کوئی نبی مبعوث ہو کر چوکے کہ کتاب آخری کتاب تھی اور یہ نبی ہی آخری تھے لہذا انھانے اس اصول روش قدیم کو بدل دیا اور قرآن کی حفاظت کو اپنے ذمہ لیا اور چہرہ کر دیا۔

خدا خداوند عالم نے قرآن کی حفاظت کو اپنے ذمہ لیا۔ اور اسے پورا کر کے دکھایا۔

قرآن مجید کی جمع و تالیف کے حالات کو عیسائیوں نے سب عداوت و قدیم صحیحہ کا کرنا لیا ہے اور اس سے بڑے نتائج نکالے ہیں۔ ان نتائج کا بیان جو جواب اس تظہور کے خاتمہ پر ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

اس مقام میں جو حال پیشے بیان کیا ہے اس سے صاف ثابت ہے کہ قرآن مجید کی ابتدائی حالت ضبط و کتابت ایسی خوفناک نہ تھی جس سے قرآن میں تلف و تغیر کا وقوع یا امکان ہوتا۔ جیسا کہ کتابت تورات کی ابتدائی نازک حالت کے سبب اس میں تغیر واقع ہوا۔

منقولہ بالا عبارات اہل اسلام میں جن کی تائید و تصدیق کے لئے کتب سابقہ اور اہل کتاب کی عبارات منقول ہوئی ہیں تحریفات لفظی تورات کی مثالوں کا ذکر و بیان ہوا ہے۔

اب ہم تحریفات لفظی انجیل کی مثالیں بیان کرتے ہیں۔

بحث تحریف لفظی انجیل

حافظ ابن حجر رحمہ کی کلام میں جو حافظ ابن حجر کی عبارت فتح الباری میں منقول ہو ہے تحریف لفظی انجیل کی صورت ایک یہ مثال بیان ہوئی ہے کہ انجیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا وصف و حال مذکور تھا

اہل کتاب نے اسکو نکال دیا اور اس دعویٰ کے

دلائل میں التوراة و مثلہم فی الانجیل کریمہ اخرج

ثبوت میں اور چونکہ وہ قول خداوندی نہیں

شأنہ قالوا فاستوی علی سوتہ (الفتح ۶۷)

جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و اصحاب کو ایک کھینچی ہوئی تشبیہ دی گئی ہے جس کا پتھا پتلا سا نکتا ہے پر وہ مضبوط ہو کر موٹا اور اپنی مثال پر کھڑا ہو جاتا ہے۔

اس دعویٰ کی اس جگہ کا پتھا پتلا انجیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ذکر تھا قرآن کہ بہت سی آیات میں پایا جاتا ہے از انجیل ایک وہ آیت ہے جس میں ارشاد ہے کہ وہ جو رسول امتی کے پیروی کرتے ہیں جبکہ وہ تورات و

①

الذین یتبعون الرسول النبی الابی الذی یجدونہ مکتوبا عندہم فی التوراة والانجیل۔

(عرات ۱۹۶)

واذ قال عیسیٰ بن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین ید یدی من التوریت و مبعثا برسول یناتی من بعدی اسم احمد (الصف ۶۱)

و انجیل میں اپنے پاس لکھا ہوا پانچویں وار انجیل یہ آیت ہے جس میں ارشاد ہے کہ حضرت عیسیٰ نے بنی اسرائیل کو کہا کہ میں خدا کا رسول ہو کر تمہاری طرف آیا ہوں۔ کتاب تورات کی جو میرے آگے ہے تصدیق کرتا ہوں اور اس ایک رسول کی جو میرے پیچھے آئیگا جس کا نام احمد ہوگا خوشخبری سنا تا ہوا۔

ان آیات میں صاف تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام انجیل میں لکھا ہوا تھا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ موجودہ انجیلوں میں جبکہ عیسائی انجیل کہتے ہیں اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام و نشان نہیں ہے۔ اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے جو مسلمانوں میں یقین کے ساتھ تسلیم کیا جاتا ہے اور کیا بائبل کا کہ ان انجیلوں میں نقلی تحریف ہوئی ہے۔ اور انہیں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نکالا گیا ہے۔

مگر جن مسلمانوں کا اسلام آت یور و چین ہو رہا ہے وہ صرف ان آیت کو بیان کر

نوٹ

کافی نہ سمجھیں گے۔ جبکہ کمران آیات کی تائید میں یورپین مصنفوں کے اقوال
 زمین کے ان کے انہام (سمجھانے) یا انعام (چپ کرانے) کی غرض سے ہم
 بیان قرآن کی تائید میں نقول و اقوال پیش کرتے ہیں۔
 پس واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت و نثارت جیسا آیات مذکورہ بالا
 میں ذکر ہے۔ انجیل یوحنا کے باب ۱۴ - آیت ۱۶ و باب ۱۵ - آیت ۲۶ و باب
 ۱۶ - آیت ۷ میں اس پر یہ میں وارد تھی کہ مسیح نے فرمایا "میں جاؤں گا تو تمہارے پاس
 فارقلیط آئے گا"۔

لائق توجہ ناظرین
 انگریزی جو ان
 سب صاحب کتب نے
 میں اس لفظ کا جواب دی
 لکھا ہے جو ہر انگریزی
 لکھ دیا جو اور اس کا تلفظ
 مسند میں لوگ پر کلیط
 سو کہتا یا پیریکلیط
 اس پر ہر توراتیوں
 کیا ہے تلفظ پیریکلیط
 فرمایا کہ یہ توجہ سے
 میں ہی اس کی یاد دہانی
 بننے میں کہتی کہ اس میں
 اس کا یاد دہانی کی
 تصحیح کی جاتی۔
 ان الفاظ اور اس قسم کے
 دور انگریزی لفظی الفاظ کو
 درج میں نہ کیا جا سکے
 تلفظ میں اس میں
 صحیح تلفظ انہم درج میں
 ہو سکتا ہے کہ وہ ان کے
 الفاظ میں ہم کیا وہ انہم
 ذرا ہر توراتیوں کے اور تلفظ ان کے
 ایک لفظ میں نہ ہو سکتا
 کہیں کہ انہم میں لکھا
 ہوا اور تلفظ انہم
 ایڈیٹر

فارقلیط ہیرانی یا سریانی یا خالیدی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ستودہ کے ہیں جو ٹیک
 اتحاد محمد کے وصفی معنی کا ترجمہ ہے۔
 حضرت مسیح علیہ السلام نے اس میں یہی تین لفظ فارقلیط فرمایا تھا۔
 یوحنا نے آپ کے کلمات کو اپنی انجیل میں بزبان یونانی لکھا تو اس لفظ (فارقلیط)
 کا ترجمہ پیریکلیط یا پیریکلیط سے جس کے معنی ہی
 ستودہ یا احمد کے ہیں لکھا گیا۔ اس میں دو نون تحریفون (لفظی اور معنوی)
 سے کام لیا۔

اس لفظ پیریکلیط یا پیریکلیط کو بھی بدل دیا۔ اور اس کی جگہ لفظ پیراکلیط
 Paraclete لکھا۔ جو تلسی و ہندہ کے معنی میں اور اس کے
 معنی میں ہی تصرف کیا کہ اس سے کوئی شخص مہود و مخصوص مراد نہیں بلکہ روح
 حق روح القدس مراد ہے (جو ہر شخص سے جس کو عیسائی انتخاب کریں متعلق ہو سکتی
 ہے) بنا علیہ انہوں نے انجیل یوحنا کے باب ۱۴ و ۱۵ میں مثل ہیٹے دلے
 کی تفسیر میں لفظ ہیٹے روح حق ملا دیا۔
 مسلمان اس لفظ پیریکلیط میں لفظی و معنوی تحریف واقع ہونے پر شہادت دیتے ان

یقین رکھتے ہیں پر وہ عیسائیوں کے قائل یا سکت کرنے کے لئے ان کو بھون
 کے ثبوت میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ مقدس برہاس کی انجیل میں اس موقعہ
 پر لفظ پر یکلیط یا پر یکلیط و پر جوہی جو فار قلیط کا ٹھیک ترجمہ ہے۔
 اور خاص کر مسیحی کے ثبوت میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اگر لفظ پر یکلیط
 ہی کو اصلی فرض کر لیا جاوے اور اس کے معنی بھی تسلی دینے والے کے مسلم
 ہوں تو بھی اس سے روح القدس مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ اس لفظ کے مصداق
 کی نسبت مسیح نے فرمایا کہ میں جاؤں گا تو وہ آئیں گے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے
 کہ وہ ایسی چیز ہے جو مسیح کے وقت میں موجود نہ تھی اور روح القدس مسیح کو وقت
 میں موجود بلکہ ان کے ساتھ رہتی تھی۔ اور مسیح کے آسمان پر جانے سے پہلے
 حواریوں کو بھی مل چکی تھی۔ چنانچہ متی باب ۳۔ آیت ۱۱ میں ہے وہ (عیسیٰ
 مسیح) تمہیں روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا اور آیت ۱۶ میں ہے
 اور یسوع۔ بپتسمہ یا کے زمین پانی سے نکلنے اور آیا دیکھو کہ اوس کے
 لئے آسمان کھل گیا۔ اور اوس نے خدا کی روح کو کھوڑ کر کی مانند اترتے
 اور اپنے اوپر آتے دیکھا۔ اور یوحنا ۲۱ میں ہے ۲۱۔ اور یسوع نے پھر
 وہ نہیں کہا تم پر سلام جیٹھ باپ نے مجھے بھیجا ہے میں ہی اسی طرح تمہیں
 بھیجتا۔ ۲۲۔ اوس نے یہ کہا اور نہ پھوٹکا اور کہا کہ تم روح القدس لیتو۔ پھر
 اس روح القدس کی نسبت مسیح کا وہ قول کہ میں جاؤں گا تو۔ آئیگا۔ کیونکہ
 صحیح ہو سکتا ہے۔ مسلمان اس سے یہ بھی نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس
 تسلی دینے والے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی مراد ہو سکتے ہیں اور
 یہی اسکے مصداق ہیں۔

عیسائی دلیل اور قول کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ انجیل برہاس جعلی ہے

کسی نین عیسوی سے پہلے ہوئے نے تصنیف کی ہے۔ پینٹ برنباں کی تصنیف نہیں ہے۔ بعض جو کسی قدر انصاف کے مدعی ہیں یہ کہتے ہیں کہ یہ انجیل سب کی سب جعلی نہیں ہے خاص اس لفظ متنازعہ فیہ میں جعل ہوا ہے سو یہی مسلمانوں نے کیا ہے۔

اور دلیل دوم کے جواب میں وہ کچھ نہیں کہتے۔ اور نہ کچھ کہہ سکتے ہیں اس دلیل کے متعلق مسلمانوں کو اور کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مسلمان دلیل اول کے جواب الجواب میں کل کتاب کے جعلی ہونے کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ دین سچی کے قدیمی مصنفوں نے جو ایسا نذر تسلیم کئے گئے ہیں اس کتاب کو صحیح و اصلی تسلیم کیا ہے اور اس کا دوسری زبانوں میں ترجمہ کیا ہے اور اسکو خوب رواج دیا ہے۔ تاخرین رچارجیل وغیرہ اسے چونکے عیسائی تھے اس امر کا اقرار کیا ہے کہ یہ کتاب بہ تمام جعلی نہیں ہے۔

اور وہ مسلمان خاص لفظ متنازعہ فیہ کے جعلی ہونے کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ کتاب مغرب میں ہمارے کتب خانوں کے صندوقوں میں اور ہمارے مذہبی درس و تعلیم میں اور مسلمان بچارے مشرق میں۔ نہ وہ ہمارے کتب خانوں کے واسطے بنے اور نہ مذہبی مدرس و معلم قرار پائے پھر اس کتاب کے یہی نسخوں کی تبدیل و تحریف پر کیونکر قادر ہو گئے۔

مسلمان اب بات کی تائید میں نفاذ کی چوٹ کے ساتھ عیسیٰ بن کو یہ کہتے ہیں کہ اگر کسی نسخہ میں جو ہمارے ہاتھ میں ہے جسے یہ تحریف کر لی ہے تو تم مجھ کو کہہ سکو کہ ایک ہی ایسا نقلی نسخہ قدیم انجیل برنباں کا دکھاؤ جس میں یہ لفظ ہمارے مدعا کے مطابق لکھا ہوا موجود ہو۔

عیسائی اسکا جواب کچھ نہیں دے سکتے اور نہ کوئی نسخہ قدیم جس میں لفظ پیرا کلیا

مردوم ہور دکھا سکتے ہیں جس سے مسلمانوں کا بول بالا اور اُن پر جہل سازی کی اہمیت
دیکھائیوں کا منہ کالا ہوتا ہے۔

انجیل برنباس اور اصل لفظ متینازع فیہ انجیل یوحنا کے متعلق ایک مشہور و
معروف عالم یورپ گاڈفری سگنس صاحب نے دلچسپ بحث کی ہے جس کو
یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انجیل برنباس جعلی نہیں ہے۔ اور برہمن مسلمانوں نے
کچھ جعل کیا ہے اور انجیل یوحنا میں جس لفظ مسیح کا ترجمہ پیرا کلیط سے کیا گیا ہے وہ
لفظ فارقلیط تھا جس سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہو سکتے ہیں۔
اس مقام میں انکی کلام کے چند فقرات نقل کرنے مناسب ہیں جن سے ہمارے
اس مختصر بیان کی تفصیل دتا سید ہوگی۔ اور اُن مسلمانوں کے ایمان کو جو یورپ میں
اقوال کی شہادت سے مطمئن ہوتے ہیں۔ تازگی اور ترقی حاصل ہوگی۔ گو ان
فقرات کی نقل میں کسی قدر تطویل ہے۔

گاڈفری سگنس کی کتاب کے ترجمہ حمایت الاسلام میں ہے:-

۱۵۱۔ مسلمانوں نے بیان کیا ہے اور اب بھی اُن کا یہی قول ہے کہ یہ شخص محمد
ابول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تھے جنکی نسبت مسیح علیہ السلام نے پیشین گوئی
کی تھی جس طرح کھجور کی پیشین گوئی اشیائے نے کی تھی کہ دو لون کے نام لیدنے گئے
تھے اور مسلمان یہ بھی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے جو آپ کا نام لیا تھا تو

۱) ۱۵۱۔ نمبر اس کتاب کے فقرات کے ہیں جو کتاب کے صفحہ (۸۱) سے

شروع ہوئے ہیں۔

۲) لفظ رسول اللہ اور جہل صلوٰۃ جیسے بیاس ادب و تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہے

اصل ترجمہ میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

۱۔ اس لفظ سے جیسا کہ زبان یونانی اور ہمازی تواریخ انجیلی میں ہے یعنی پیریک لیطاس بلکہ اس لفظ سے پریکیو طاس جس کے معنی تشفی و تندرہ کے نہیں بلکہ محمود یا ممتاز کے ہیں جو عربی میں لفظ محمد کے معنی میں اور عیسیٰ یونان کی انجیل میں ابتدا میں منجملہ ان دونوں لفظوں کے دوسرا ہی لفظ تھا اگر سچ چھپانے کے لئے اوسکو تحریف کر دیا گیا اور عیسیٰ اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ اون کی کتب موجودہ حال میں تحریف میں یا اختلاف قرأت ہوا ہے اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس عبارت کے چھپانے کے لئے تمام تحریریں دستی غلط کر دیں گئیں تحریرات دستی کو غارت ہو جائیگا انکار نہیں ہو سکتا اور یہ وہ بات ہے جسکی نسبت جواب باصواب دینا مشکل ہے اور قدیمی کتابوں کی نسبت تو یہ ہے کہ چھٹی صدی سے قبل کی ایک بھی موجود نہیں۔

۱۔ انجیل یونانی
۲۔ اس لفظ کا
۳۔ اس لفظ کا

۴۔ اس عبارت کی

۵۔ اس عبارت کی

۶۔ اس کے جواب میں یہ کہیں گے کہ ٹرٹولین اور دوسرے قدیمی مصنفوں کی عبارتوں سے ثابت ہو سکتا ہے کہ انجیلی تواریخوں کی قرارت صحیح قدیم زمانہ میں محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پیشتر ایسی ہی تھی۔

جیسی اُن سے اور اسی لئے اون میں تحریف نہیں ہوئی مگر اس صورت میں یہ ثابت کرنا چاہئے کہ ان قدیمی مصنفوں کی تصنیفوں میں تحریف نہیں ہوئی جو کہ شاید ہوئی ہو کیونکہ جن لوگوں نے انجیل کی تواریخوں کی قدیمی تحریرات دستی کو غارت کیا ہے اوہوں نے ایک وصلی کو از سر نو لکھنے میں کیا تا مل کیا ہوگا جس پر ایک قدیمی مصنف کی تصنیف لکھی ہوئی ہے۔ اس امر کو اول درجہ کے حقانی علیا یونان نے تسلیم کیا ہے کہ اور اور مقصد دن کے لئے اون میں تحریف ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ جو لوگ ایک صورت میں تحریف کرینگے وہ دوسری میں بھی کرینگے اور چونکہ لفظ مذکور عبرانی قرار دیا گیا ہے پس اگر غلط لکھا گیا ہو تو گمان غالب ہے کہ ابتدا

۷۔ اس عبارت کی

عیسائی مورخوں نے جو دنیا میں سب سے بڑھ کر چہرے ہیں اپنے خاص مطالب کے لئے جھوٹ بولا ہوا اور یہ گمان ضعیف ہے کہ یوحنا حواری عبرانی شخص نے کوئی غلطی کی ہو کیونکہ وہ عبری اور یونانی دونوں زبانیں سمجھتا تھا اور اگر بالفرض فضیلت کی گڑھی زبانوں کی اوسکو نہ ملی ہو اور ہمیں وہ لفظ یونانی کلیطاس کو سجا کر کلیوہا کے غلطی سے کر دیا ہو تو اس سے یہ نتیجہ نکلا ہے کہ یوحنا کی اصل زبان میں تحریف ہوئی ہے۔

۱۵۹۔ مسلمان یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ مشہور بات ہے کہ بہت سے عیسائیوں کو بوجہ پیشین گوئی کے ایک شخص کا انتظار تھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو بناوٹ رومی پادریوں اور پروٹسٹنٹ نے قوانین عیسائی کی اوس عبارت پر کر لی وہ عام نہ تھی اسکی نظیر دوسری صدی میں مانٹینی آس ہے جو ٹرولین کی نسبت پہلے ہوا ہے اوس کو اوس کے پیرو شخص موجود سمجھتے تھے جس سے کہ اوسکے دشمنوں کو موقع ملا۔ کہ اوس کی نسبت ازراہ کیند کے بے اصل بات مشہر کر دین کہ وہ روح القدس ہونے کا دعویٰ باطل رکھتا ہے ایسے ہی اشخاص خصوصاً مانٹینی آس کی بدولت انجیلی تواریخوں میں چھوٹ ملا یا گیا اور یہ ماجرا محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانہ سے بہت پہلے ہوا چکا اصلی تثنیٰ دہندہ ہونا بوجہ آپس کی کاسیاہیوں کے ثابت ہے اور نیز مانٹینی کے زمانہ کے بعد مگر محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانہ سے بہت پیشتر عیسائیوں کو بھی اوسکے پیروں نے شخص موجود قرار دیا اور مانٹیلو سوبر نے ثابت کیا ہے کہ اوس کے پیروں نے عالم اور طاقتور فرقت تھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اور سب کی نسبت اس زبان کو غالباً بہتر سمجھتے تھے جس میں عیسائی عیالہ اسلام نے پیشین گوئی کی تھی اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بارہ زبانہ

آتشین میں شخص مہرود کو تمیز نکر کے لیکن نتیجے سے ثابت ہوا کہ مینس شخص موعودہ
تھا اور اس کے پیر غلطی پر تھے۔

۱۶۰۔ یہ بھی اون کا بیان ہے کہ یہ امر بخوبی ظاہر ہے کہ عیسائی اگر مناسب
سمجھتے تو قیمتی تحریرات دستی کو محفوظ رکھ سکتے تھے جیسا کہ بہت سے اولیاء کی
لاشون کو ادھون نے ہاتھی رکھا ہے مثلاً یوحنا اور مریم اور پطرس اور پولس
وغیرہ کی لاشون جو اطالیہ میں ہر روز نظر آتی ہیں۔

۱۶۱۔ اہل اسلام جن کی سماعت اس معاملہ میں ضرور ہونی چاہئے اس بات
سے نہ چوکیں گے کہ عیسائیوں سے باصرہ کہیں کہ اس غلط ترجمہ کے چھپانے کے
لئے کل تحریرات دستی غارت کر دی گئیں یا اون میں جو بٹ ملا دیا گیا اور اگر ایسا
نہ تھا تو وہ غارت کیوں کر دی گئیں اور عیسائیوں کو اس کے جواب باصواب
دینے میں بہت کچھ دقت ہوگی کیونکہ تحریرات دستی کی غارت گری سے انکار نہیں
ہو سکتا اس لئے کہ وہ موجود نہیں مگر مسلمان اس سے بڑھ کر یہ کہیں گے کہ اگر خود
عیسائیوں کی دلیل پیش کیجائے تب بھی مطلب ثابت ہے کہ وعدہ تو ایک تشریف
دہندہ کا تھا پھر یہ کہنا ظہور بارہ زبانہ آتشین کا وہی شخص موعودہ ہے محض فضول
ہے۔ اور درحقیقت محمد (رسول اصلی السد علیہ وآلہ وسلم) ہی اس شخص کے
مصدق ہیں اور آپ کے سوا اور کوئی ایسا نہیں ہوا۔ اور وہ یہ بھی کہتی ہیں
کہ حواریوں کے قوانین اور خود عیسائیوں کی کتاب سے کسی طرح پر پایا نہیں جاتا
کہ روح القدس کا حواریوں میں آجنا تشریف دہندہ موعودہ کا آنا ہوا اور صرف
زبان سے ایسے دعویٰ کی تصدیق نہیں ہو سکتی۔

۱۶۲۔ مسلمان یہ بھی کہیں گے کہ پنڈی کاسٹ کی ضیافت میں کہتے ہیں کہ یہ

۱۶۳۔ اس ضیافت پنڈی کاسٹ کا ذکر اعمال کے باب دوم میں ہے صفحہ ۱۵۵۔ انجیل مطبوعہ مرزا پورہ

تسفی زندہ حواریوں کے پاس آیا یعنی یقیناً ایک بریدہ زبانہ آتشی نے ہر ایک حواری پر طاری ہو کر اوسى لمحہ اُن کو سب زبانیں بولنے کی طاقت بخشی اس بنا پر اسے اوس شخص کو جسے دل میں تعلیم سے تعصب نہ آگیا ہو ایک عجیب طور ایک شخص کے آنے کا معلوم ہوتا ہے اور ضرور نہیں کہ وہ فیض روح القدس ہی ہو سکے کیونکہ یوحنا کے بیٹوں باب کی بائیسویں آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ خود عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی رحلت سے تھوڑا پشتر یہ فیض اوان کو عطا کر دیا تھا یعنی پٹی کاسٹ کی ضیافت کو جکا ذکر ہم کر رہے ہیں دو مہینے بھی نہ گزرے تھے کہ فیض مذکور عنایت کیا تھا۔

۱۶۳ - قوانین دنیویہ کی کتاب میں کہیں نہیں پایا جانا کہ یہ زبانہ آتشی آتشین جن سے کہ سب زبانیں بولنے کی طاقت عطا ہوتی تھی تسفی زندہ موعود میں اور جو ایسا ہوتا تو ضرور کتاب مذکور میں ہوتا۔

۱۶۴ - اگر اس کے جواب میں یہ کہا جائے کہ وہ عطا یا جن کا بیان مٹی کی انجیل میں ہے اور فیض روح القدس جکا بیان یوحنا کے بیسویں باب کی بائیسویں آیت میں ہے صرف چند روزہ تھے اور پہلے لئے گئے تو مسلمان جواب دینگے کہ یہ صرف ایک تیل ہے جسکی تصدیق متن یعنی اصل انجیل میں نہیں ہے اس کی ایک کتاب کی اُن عبارتوں کو اہل اسلام بطور دلیل اوان کے خلاف انتخاب کر سکتے ہیں گو انکو خود سند نہیں ہوتے۔

۱۶۵ - مسلمانوں کی دلیل کو بابت ترجمہ لفظ پر لکھیو طاس بجائے پریکلیطاس کے بڑی مدد اس طرز کی وجہ سے ملتی ہے جو کہ سینٹ جروم نے انجیل کا ترجمہ لاطینی زبان میں کرنے کے اندر اختیار کیا تھا جس میں بجائے لفظ پریکلیطاس کے لفظ لاطینی پریکلیطاس لکھ دیا تھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اوس کتاب میں

جس سے کرسٹیٹ جو دم نے ترجمہ کیا تھا لفظ پیر لکھیو طاس تھا نہ پیر یک لیطاس سوچہ سے مسلمانوں کے اوس بیان کو بہت درو ملتی ہے جو پیر الی تحریرات دستی کرامات ہونے کے باب میں وہ کرتے ہیں۔

۱۲۷۸ - لفظ پیر لکھیو طاس کے معنی پر پادریوں میں بہت اختلاف ہے چنانچہ مشہور مائنی کیلیں کہتا ہے کہ ان نشانی نے بہت مناسب کہا ہے کہ اس کے معنی مد حامی کے ہیں نہ تشفی و بندہ کے اور یہ بھی کہتا ہے میں تحقیق خیال کرتا ہوں کہ پیر لکھیو طاس یا تو روح القدس کو کہتے ہیں یا معلم یا مالک کو۔ یعنی تباہی والا خدا تعالیٰ کی سچائی کا میں اس کی رائے سے ترجمہ معمولی کے صحیح ہونے میں مطابقت کرتا ہوں گو بعض لفظ ڈاکٹر کے میں اوس کے حق میں مانیٹر کا لفظ استعمال کرتا ہوں کیونکہ جو معنی کہ اوس نے لفظ مذکور کے لکھے ہیں بہتوں نے اختیار کئے ہیں مگر اوس کے ثبوت کا طور کچھ عجیب ہی ہے اسکو چاہئے تھا کہ لفظ مذکور کو کسی محقق کی تصنیف میں تلاش کرتا اور اس کے معنی کی تشریح استعمال سے کرتا اس کے عوض اس نے اس مصدر سے بحث کی جس سے لفظ مذکور نکلا ہے اور عبرانی محاورہ سے استعانت لی *

۱
۲
۳
۴
۵
۶
۷
۸
۹
۱۰
۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

۱۲۷۹ - اس لفظ کے باب میں عالم اور متعزز شب مارش نے کہا ہے کہ لفظ پیر یک لیطاس کے تین ترجمے ہیں پہلا اختیار ہے کہ جسکو چاہیں پسند کر لیں اول معنی حامی کے ہیں جو معتبر اور لیونانی اکابر کے نزدیک مسلم ہیں اور دوسرے معنی سبب کے اور یہ وہ معنی ہیں کہ ان نشانی نے جو اس لفظ قاطیطازبان نے لکھی ہیں جس سے وہ معنی پاجا تے ہیں اور غالباً خود عیسیٰ نے انکو استعمال کیا تھا اور تیسرے جو انکو صنف مذکور نے جو از ایک عبارت مصنفہ فالکو تسلیم کیا ہے اس سے یہ صاف ظاہر ہو کہ اس شہور لفظ کے معنی میں اور اوس سے پہلے میں جسکو کہ عیسیٰ نے بھیجے گا وہ وہ کیا تھا بہت اشتباہ اور شک ہے میری اور میں نے لکھا ہے

۱۶۸۔ برنیاس کی انجیل کی بابت میل صاحب اپنے ترجمہ قرآن کے دیباچہ صفحہ ۹۰ میں کہتے ہیں "یہ کتاب مسلمانوں کا اصلی جیل نہیں معلوم ہوتا گو انہوں نے بیشک اوسمیں اپنی کار براری کے لئے اضافہ اور تغیر کر دیا ہے اور خاص کر بعض پیریکلیطاس بائیسویں و ہندو کے انہوں نے اس مشکوک صحیفہ میں نغظ پیریکلیطاس کر دیا ہے جس کے معنی ممتاز یا احمد کے ہیں اور اسی سے ان کو دعویٰ ہوا کہ ہمارے پیغمبر کے نام کی پیشین گوئی کی گئی ہے کیونکہ عربی میں محمد کے معنی ہی ہیں اور اُسکو وہ قرآن کی اُس عبارت کی تصدیق میں کہتے ہیں جہاں کہ عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے پیشین گوئی کی ہے کہ آپ اپنے دوسرے نام احمد سے آدین گے جو اسی مصدر سے نکلا ہے جس سے محمد مشتق ہے اور وہی معنی رکھتا ہے"

۱۶۹۔ یہ تسلیم کرنا ضرور ہے کہ لفظ مذکور جیسا کہ بشپ مارشل نے لکھا ہے کہ یقیناً عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے استعمال کیا تھا مسلمانوں کے دعوے کو بہت کچھ سہارا دیتا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ عالم اہل صل صاحب نے یہاں بیان کیا ہے میری رائے میں اہل اسلام لفظ مذکور کو پیریکلیطاس بنا لینے کا اوسقدر اختیار رکھتے ہیں۔ جس قدر کہ عیسیٰ پیریکلیطاس کر لینے کا بلکہ میں کہتا ہوں کہ غلبہ کا پذیر مسلمانوں کی طرف ہے کیونکہ عیسیٰ مجاز نہیں کہ پھیلی جزیرین لفظ زبان خالدیہ کے حرف یڈ یعنی یا کو جو مثل حرکت کسرہ کے ہے یا حرف ایٹا کو کہ بے مددہ معروف کر برابر ہے حرف ایوٹا کے عوض میں بدلین۔

۱۷۰۔ حرف یڈ حروف تہمی زبان خالدیہ کا و سوان حرف ہے اور شمار میں اُسکو عدد بھی دس میں پس اگر لفظ مذکور ایک زبان سے دوسری زبان میں بدلا جائے تو اُس یونانی حرف سے بدلنا چاہئے جو دس کے معنی میں آیا ہے اور جو ابتدا میں

حروف تہجی میں دسوان تھا قبل اس کے یونانیوں کا حرف ڈگامر جاتا ہے جیسا کہ
میں نے اوس کو کثرت سے اپنے اوس جواب مضمون میں ثابت کیا ہے جو درجہ پ
مغربی فرنگستان بھی پادریوں کے لکھا ہے۔

۱۷۱۔ گر میں ہلا و اس کے یہ بھی کہتا ہوں کہ اگر عیسیٰ (علیہ السلام) کا استعمال
کیا ہوا لفظ فارقیط تھا اور یہ کہ اس لفظ کے معنی ستودہ کے ہیں جیسا کہ میل صاحب
کا قول ہے تو اس کا ترجمہ اس لفظ یونانی پر لکھیٹاس میں غلط ہے یعنی اختلاف
قراوت کی جہت سے اور یہ کہ شپ مدش اور ارسٹامنی دونوں کے کل ترجمے
غلط ہیں اور لفظ مذکور اوس لفظ سے تبدیل کرنا چاہئے جو ستودہ کے معنی
رکھتا ہو اور جو واقع میں یہ لفظ پیر لکھیوٹاس ہونا چاہئے۔

۱۷۲۔ گر اس کا ترجمہ فارقیط علم کے معنی لیکر ذکرنا چاہئے بلکہ اسم صفت کے طور پر
کرنا چاہئے چنانچہ اہل اسلام یعنی احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیتے ہیں اگر یہ لفظ
عیسیٰ (علیہ السلام) کا استعمال کیا ہوا زبان خالدیہ یا عبرانی یا عربی کا ہو تو اس سے
وہی مراد پائی جانی چاہئے جو اوس کے معنی ان زبانوں میں تھے اگر وہ خالدیم کا
لفظ عربی مصدر سے مشتق ہوا تو اوس کے وہی معنی چاہئیں جو عربی مصدر کے
ہیں تب اوس کے معنی ستودہ یا شخص ممتاز کے ہوں گے۔

۱۷۳۔ اگر ناظرین غرض کرین گے تو معلوم کر لیں گے کہ لفظ کلیوٹاس کہ ہومر
اور ہنسڈ دونوں نے بجا سے ستودہ آدمی کے استعمال کیا ہے اس طرح سے میری
دانت میں اہل اسلام کی دلیل اس سلسلہ کے ساتھ ہے کہ اگر اون کو ان کی غلطی پر
معتدل کیا جاسے تو عجیب نہیں کہ بہت مشکل پڑے یہ ادنیٰ بات ہے مگر انکی
دلیل کی تردید میری نظر سے نہیں گذری۔ x

۱۷۵۔ مگر جبکہ اس مشہور لفظ فارقیط کی نسبت کچھ اور بھی کہنا ہے۔ اسکو

مشہد مارش نے جسکے قول کو عیسائی صداق جانتے ہیں ایک مسلمان کی منتخب کی ہوئی دلیل میں تسلیم کر لیا ہے کہ وہ لفظ سیرانی یا خالدیہ یا عربی ہے مگر یونانی نہیں ان زبانوں میں سے ایک کو یا دو کو محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ضرور بولتے ہوں گے یا ادنیٰ اور چوہہ کہتے ہوں گے اور یہ یقین کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ لفظ مذکور کے یونانی ترجمہ کی نسبت آپ کو کچھ بحث ہوگی کیونکہ عیسیٰ کے کلاموں کے یونانی ترجموں سے عرب کے لوگوں کو کیا عرض تھی عرب میں ان ترجموں کا کیا کام تھا ان لوگوں کو وہ کیا فائدہ پہنچا سکتے تھے جو ان کا ایک لفظ بھی سمجھ سکتے تھے بجز ایسے لوگوں کے جو اس اصل زبان کو سمجھتے تھے جسکو عیسیٰ (جدید السلام) بولتے تھے۔ آپ نے لفظ مذکور اسی طرح پر لیا ہوگا جیسے کہ منقول چلا آتا تھا یا جیسا کہ میل صاحب نے اسکو لکھا ہے جسکے معنی ستونہ لے ہیں اور اس سے زیادہ غالباً آپ نے کبھی دریافت نہیں کیا۔ یہ خیال کرنا کیا بہرودہ ہے کہ اپنے خاص زبان کے ایک لفظ کے معنی کی تشریح غیر زبان میں ڈھونڈتے۔ آپ نے لفظ مذکور کو مثل دوسرے زقون اس زمانہ کے شخص انسانی پر محمول کیا اور یہ اجازت نہیں دی کہ اس کو ثالث ثالثہ کہیں جیسا کہ اس زمانہ کے عیسائی موجد کہتے ہیں یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے اسکو احمد کے معنی میں لیا ہو اور اسکی نسبت کبھی جھگڑا یا شک نہ کیا ہو۔

x x x x x x x x x x

۱۸۶ - عیسائی اپنے آپ کو انصا کرنے کے لئے اس خیال کو کہ محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شخص موعود تھے جسقدر چاہیں مضحکہ میں ڈالیں مگر اس سے یہ حقیقت نیدے گی کہ پندرہ ہرگز شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا ہی خیال کرتے تھے اور اب بھی خیال

کرتے ہیں میں نے کتابوں میں دیکھا ہے کہ جب چالیس ہزار مفسر قرآن کی تفسیر کو رہے تھے تو خیال نہ کیا جاسکتا کہ ہر ایک چیز جو کہ اہل عرب کے ہنر اور دانائی سے ایجاد ہو سکی ہو نہ کہی گئی ہو یہ تصور نہیں ہو سکتا کہ لفظ فارقلیط کے باب میں بحث کیا حقہ نہوی ہو اس سے انکار نہیں ہو سکتا اور نہ کیا جائیگا کہ دنیا کے معاملات کو ایک نہایت عجیب طور پر عیسیٰ (علیہ السلام) کے ذہب معرفت کے لٹو ایک صلح کی حاجت تھی اور غالباً کہ وژون نے ان لوگوں میں سے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وارضیابہ وسلم کو ملتے تھے ہماری انجیل اور قوانین سننے کے لفظوں کو بابت روح قدس کے کبھی نہیں بنا ہوگا اور اگر بنا بھی ہوگا تو ان کی تصدیق سے انکار ہوگا مگر اوہوں نے اگر تسلیم بھی کیا ہو تو ایک مختصر جواب رغبت سے سننے والوں کا اطمینان کرو گیگا وہ یہ ہے کہ تم کہتے ہو کہ عہد جدیدین ہدایت ہے کہ روح الصدق آویگی یہ اور ست ہے کہ روح الصدق آئی مگر وہ محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں آئی جن کو روح الصدق سے اہام ہوتا تھا پس یہی تہا ہی پیچیدہ عبارت کے صحیح معنی ہیں اور صرف یہی درست کے ساتھ ہو سکتے ہیں۔

* * * * *

۱۹۶ - باوجود واکٹر ویٹہ اور سیل صاحب کی غلطی کے میں یہ کہتا ہوں کہ صرف ان کے بیان سے مجھ کو یقین نہیں کہ برنباس کی انجیل تو ارجح میں جیسی کہ وہ اب سب سے توجیہ ہوئی ہے اور جب تک کہ وہ بعض مختلف تحریرات دستی یا اسی طرح کی اور قوی رو لیلین پیش نہ کریں میں ان کی جیسے سے مطابقت نہیں کر سکتا اور میں یقین کرتا ہوں کہ ایسی دلیل ان کے پاس نہیں ہے اس لئے کہ اوہوں نے اسکو بیان نہیں کیا اور گوہ حقیقت میں برنباس کی انجیلی

تواریخ کے اہام زبانی ہو نیر کا قابل نہیں تاہم محکوم کسی طرح یقین نہیں کہ پیشین گوئی
 اُس کی اصل میں نہ ہو اور یہ بھی محکوم کسی طرح سے یقین نہیں کہ وہ خود اپنے ایقان
 کے لئے معاون نہ ہوئی ہو جیسا کہ اس کے سوا بہت سی پیشین گوئیوں کی کیفیت
 ہوئی ہے جو پاک اور ناپاک کہلائی گئی ہیں۔ تیسری صدی کے بعد انجیلی تواریخوں
 میں تحریف کی مشکلات کو کیلیس اور پوری ارش صاحب نے باصرہ بیان کیا ہے
 تیسری یا چوتھی صدی میں ہماری انجیلی تواریخوں کی تحریف کے خلاف جو دلائل
 ہیں وہ اسی زور کے ساتھ بلکہ اس سے کسی قدر زیادہ برتیاں کی انجیل
 کی تحریف کے خلاف بھی عاید ہوتی ہیں جو کہ بہت عرصہ کے بعد یعنی ساتویں
 صدی میں ہوئی تھی کیونکہ جس قدر وہ بعد کو ہوئیں اسی قدر ظاہر زیادہ
 دقت ہوئی ہوگی (حاجت الاسلام کے فقرات کا انتخاب ہوا۔)

ان فقرات سے ہمارے بیان کی پوری تائید ہوتی ہے۔ اور یہ بات ثبوت کو
 پہنچتی ہے کہ انجیل برتیاں جعلی نہیں ہے۔ اور نہ لفظ فارقلیط مسلمانوں نے
 اوس میں ملایا ہوا ہے۔ بلکہ وہ لفظ حضرت مسیح علیہ السلام نے آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں فرمایا ہوا ہے جو کہ انجیل یوحنا سے عیسائیوں نے
 نکال دیا ہے۔

یہ اُس تیشل تحریف لفظی انجیل کی تفصیل جو حافظ ابن حزم و ابن حجر نے
 ذکر کیا ہے۔

آب ہم قسین مثالین اور تحریف لفظی انجیل اور اوس کے متعلق صحیفوں
 کی اپنی طرف سے بیان کرتے ہیں۔

پہلی مثال۔ نامہ اول یوحنا کے باب ۵۔ آیت ۶ وغیرہ میں مرقوم ہے۔ ۶۔
 یہ وہی ہے جو پانی اور لہو سے آیا یعنی یسوع مسیح جو نہ فقط پانی میں بلکہ پانی اور لہو

میں ہو کے آیا۔ اور روح وہ ہے جو گواہی دیتی ہے کیونکہ روح برحق ہے کہ تین ہیں جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں۔ باپ اور کلام اور روح قدس اور یہ تینوں ایک ہیں اور تین ہیں جو زمین پر (گواہی دیتے ہیں کہ روح اور پانی اور لہو۔ اور یہ تینوں ایک پر متفق ہیں۔

ان آیات میں جو فقرات بریکٹس (خطوط جھلائی) میں ہیں یہ جعلی اور الحاقی ہیں۔

ان فقرات الحاقیہ سے عیسائی تثلیث کا عقیدہ نکالتے ہیں۔ اور اوسکو مذہب عیسائی کا اصل اصول قرار دیتے ہیں اور مدارجات سمجھتے ہیں۔

قدیم مسلمان ان فقرات اور اس قسم کے اور الفاظ و اشارات کو جن سے تثلیث نکالی جاتی ہے ان کی ان آیات کی شہادت سے جعلی سمجھتے ہیں جن میں

ارشاد ہے مسیح تو صرف (اسد کا) رسول ہے اور اس کا کلمہ حکم کن جس سے وہ پیدا ہوا (جس کو اس نے مریم کی طرف بھیجا اور اسکی طرف سے (بھیجا ہوا) روح۔ تم (اسے عیسائیوں) (اعتقاد تثلیث سے) باز آؤ (اور)

انما المسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ
وکلّمته القاها الی مریم وروح منه
قامنوا باللہ ورسله ولا تقولوا
ثلثہ انتہوا خیر انکم انما اللہ الہ
واحدٌ سبحانہ انیکون لہ ولد۔
(سورۃ النساء ۲۳)

بھلائی (توحید) کا قصد کرو۔ صرف خدا تعالیٰ ہی معبود (برحق) ہے (مسیح یا کوئی اور) وہ اس سے بھی پاک ہے کہ اس کا کوئی (مسیح ہو خواہ اور) بیٹا ہو۔

یورپین اقوال کو ماننے والے مسلمانوں کے لئے ان الفاظ کے الحاقی ہونے پر یہ دلائل ہیں۔

بیل مطبوعہ ارفن سکول پریس مزرالپور کے صفحہ ۳۲۱ میں حاشیہ پر مرقوم ہے کہ یہ الفاظ کسی قدیم نسخہ میں نہیں پائے جاتے۔

گاڈ فری ہگننس کی کتاب مذکور کے صفحہ ۹ میں ہے

۱۹۲۔ یہ عجیب بات ہے کہ اہل اسلام اس سے منکر نہیں کہ ہماری چارون انجیلی تواریخیں انہیں شخصوں کی تصنیف تھیں جن کے نام سے وہ ہیں وہ صرف یہی کہتے ہیں کہ عیسیٰ پوریون نے اون کو ایسا تحریف کر دیا ہے کہ ان پر کچھ اعتبار نہیں کیا جا سکتا اور بے شک اگر ایک لڑکے سے تحریف کی نظیر طلب کی جائے اور وہ یوحنا کے پہلے صحیفہ کے پانچویں باب کی ساتویں آیت کو پیش کرے جس کی تحریف پارسن اور نیوٹن اور نیز بعض اوزون کی تصنیفوں میں ثابت کی گئی ہے جو باسانی ویٹ صاحب کے خلاصہ میں پائی جاتی ہیں تو ایک عیسیٰ کو اُس کے جواب دینے میں بہت وقت ہوگی۔ x

۱۹۴۔ یوحنا کی عبارت مرقوم بالا اوسکی مثال ہے رومی گرجا والون کے پوریون نے غالباً یہ دفاکتا خانہ کی مٹی کو تھرنے اپنی مشہر کی ہوئی انجیل میں اسکو پھوڑ دیا اور کہتے ہیں کہ بوقت نزع اوس نے اپنے پیروں سے نہایت التجا و درخواست کی کہ میرے نام سے اسکو مندرج نہ کریں مگر اس پر التفات نہ کیا گیا اور انجیل میں جس کے عنوان سے کہ لوتھر کی تصنیف ثابت ہوتی ہے وہ بحکم لوتھر کے جرمنی گرجا کے داخل کی گئی اس طرح سے کہ اگر رومی پوریون سے اس دینی معاملہ کی بنا ہوئی تو اوسکو پروٹسٹنٹ والون نے اختیار کیا جسکی حفاظت میں وہ کچھ کم سرگرم نہ تھے اور نہ اب ہیں یہ منجملہ تیس ہزار اختلاف قراوت کے صرف ایک ہے جسکو کہ پوری تسلیم کرتے ہیں کہ صحیفوں اور انجیلوں میں موجود ہیں کتاب کوڈکس مانت فورٹی انیس میں جواب ڈبلن کے کتب خانہ میں عام موجود ہے

یہ وہی الفاظ ہیں جنکا جعلی ہونا پہلی مثال میں بیان ہوا ہے۔

عہد امتن کتاب کی تائید کے لئے جعل کیا گیا تھا۔

۱۹۵۔ رومیوں کے گرجا کے حق میں بے انصافی ہوگی اگر یہ امر واقعی یہاں بیان نہ کیا جائے۔ کہ اس صحیفہ کا ترجمہ اس جعل کے بہت عرصہ بعد بلا شک بحکم پوپ کے ایک مشرقی زبان میں طبع کرایا گیا تھا جس میں یہ عبارت چھوڑ دی گئی تھی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جعل مذکور بعضے کم مرتبہ پادریوں کا فعل تھا نہ خود گرجا کے پوپ کے۔

اور تفسیر منبری و اسکاٹ مین ہے۔ ارن صاحب طرفین (اس جملہ کو سچا اور جھوٹا کہنے والوں کے دلائل لکھ کر پھر دہراتا ہے کہ اس دوہرانے کا خلاصہ یہ ہے کہ جھوٹے کہنے والے اس جملہ کو کہتے ہیں۔

اول۔ یہ کہ فقرہ کسی یونانی نسخہ میں جو سولہویں صدی کے قبل لکھا ہوا ہو نہیں پایا جاتا۔

دوم۔ یہ کہ پہلے نسخوں مطبوعہ میں جو بہتر سے بہتر تحقیق کے ساتھ تھے نہیں پایا جاتا۔

سوم۔ یہ کہ کسی پرانے ترجمہ میں سوائے لاطینی کے نہیں پایا جاتا۔

چہارم۔ یہ کہ اکثر پرانے نسخوں خطی لاطینی میں بھی نہیں پایا جاتا۔

پنجم۔ یہ کہ اس کا حوالہ قدمائے مشایخ اور مورخوں کلیہ نے نہیں لیا۔

ششم۔ یہ کہ کسی مشایخ لاطینی نے بھی حوالہ اس کا نہیں لیا۔

ہفتم۔ یہ کہ مصلحین پرنٹسٹ نے اس کو چھوڑ دیا ہے یا اس پر نشان شبہ کا کر دیا ہے۔ اور سچ کہنے والے اس جملہ کے کہتے ہیں۔

اول یہ کہ پرانے ترجمہ لاطینی اور بہت نسخوں لاطینی و لکیٹ میں پایا جاتا ہے دوم یہ کہ وہ کتاب عقاید یونانی اور آداب نماز کلیہ یونانی اور اول والے

۹
ارشاد مبارک
کتاب

کتاب نماز کلیہ لاطینی میں پایا جاتا ہے اور بعض قدماے مشائخ لاطینی نے اوس کا حوالہ لیا ہے اور یہ دو لون و لیلین مخدوش ہیں اور گواہی اندرونی یہی ہو سکتی ہے۔

اول ربط جلد کا - دوم قاعدہ نحویہ - سوم حرف تعریف کا - چہارم مشابہت محاورہ - اوس کے کئی محاورہ یوحنا سے اور وجہ ترک ہونے اوس کے کئی نسخوں میں ممکن ہے کہ یون بیان کچاوسے کہ اصل کے دو نسخے ہوں یا یون ہو او کہ وقت کم ہونے نسخوں کے اوایل میں فریب یا تغافل کا بت سے یہ امر ہو گیا ہو یا فرقہ ایرین نے اسکو نکال ڈالا ہو یا وینڈارون نے اسکو ایک سر تیلیٹ کا سمجھ کر نکال دیا ہو۔ یا تغافل کا بت کی اس کا سبب ہوئی ہو جیسا اور تصنیفون کا سبب ہوئی ہے۔ گریک مرشدون نے اون مفقروں کو بھی چھوڑا ہے جو اس بحث میں تھے۔ اور مارن صاحب انصاف اور نے ریائی سے دلایل گوشہ پر نظر ثانی کر کے کہتا ہے کہ یہ جلد جعلی سمجھ کر چھوڑا جاوے اور کوئی سند جو سوائے ایسے نسخوں کے ہے۔ جن کی سچائی میں شبہ نہیں ایسے بڑے فقرہ کے داخل کرنے کو جائز نہیں کر سکتے اور موافق خیال مارش کے کہتا ہے کہ کوئی گواہی اندرونی کیسی ہی محکم ہو ایک انبار گواہیوں بیرونی پر جو اس مطلب (یعنی جھوٹے ہونے اس فقرہ کے) پر میں غالب نہیں آسکتی۔

اس تفصیل میں گو تطویل ہوئی۔ مگر اس سے ہماری تمثیل اول کی پوری تائید ہوئی۔ اور یہ بات ثبوت کو چھٹی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت بلفظ فارقیطادہی تھی مگر حضرات عیسائیوں نے انجیل یوحنا سے وہ بشارت نکال ڈالی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت کو بعد نکالی ہو خواہ عبادت قدیم میں

نمبر ششم جلد یازدہم

سیر ۶ جلد ۱۱

۱۵۷ تعمیل احکام تورات انجیل کی نسبت اسلامی اعتقاد

دوسری مثال - انجیل لوقا کے باب اول آیت ۳۵ میں پیدا ایش مسیح علیہ السلام کے باب میں ہے فرشتے نے جو ابین اس (مریم علیہا السلام) سے کہا کہ روح قدس تجھ پر اترے گی اور خدا تعالیٰ کی قدرت کا تجھ پر سایہ ہوگا۔ اس سبب سے وہ قدوس بھی جو پیدا ہوگا خدا کا بیٹا کہلایگا۔

اس عبارت میں الفاظ "قدوس" اور "خدا کا بیٹا" جعلی اور الحاقی ہیں۔ ایسے ہی بہت سے الفاظ متضمن انبیت والوہیت مسیح تمام انجیلوں اور اون کے متعلقات میں ملائے ہوئے ہیں جن سے عیسائی دو مختلف اور باہم متضاد عقاید نکالتے ہیں۔ مسیح کو خدا کا بیٹا اور اوس سے پیدا ہوا بھی کہتے ہیں اور اُسکو خدا (تعالیٰ و تقدس عما یقول الظالمون) بھی اعتقاد کرتے ہیں۔

مسلمانوں کے لئے اس قسم کے الفاظ کے جعلی و بناوٹی ہونے پر وہ آیات قرآن و لیل بن جہین ارشاد ہے تم (اے میرے رسول) کہدو۔ خدا تعالیٰ

اپنی ذات و صفات و استحقاق عبادت میں پکتا ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں اور سب اوس کے محتاج ہیں۔ نہ اوس نے کسی کو جنا نہ وہ کسی کا جنا ہوا ہے اور نہ اوس بیبا کوئی ہے (کہ وہ بیٹا کہلاوے)	قل هو الله احد الله الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفواً احد۔ (سورۃ الاحلاص) انی یکون له ولد ولم تکن له صاحبة۔ و خلق کل شیء و هو کل شیء علیم۔ (سورۃ النعام ۱۳۶)
---	---

اور ارشاد ہے اوسکا بیٹا کوئی کیونکر ہو اوسکی جو رو تو ہے ہی نہیں۔ اوس نے مخلوق کو (جن میں مسیح علیہ السلام بھی ہے) پیدا کیا (پھر وہ مخلوق ہو کر بیٹا کیونکر ہو سکتا ہے) اور ارشاد ہے مسیح تو ایک رسول ہی تھا جسے پہلے بھی

رسول گذری ہیں اور اوسکی نان (مریم) ایک رہت باز تھی۔ وہ دو لو کہانا کہا یا	ما المسمی بن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ و امہ صدیقہ
---	--

کانایا کلان الطعام -
(مائدہ ۱۲۶) کرتے تھے (یعنی بول و ہر از کے محتاج تھے)۔

اور ارشاد ہے۔ بیشک کفر کیا جنہوں نے کہا کہ مسیح علیہ السلام بن مریم ہی خدا ہے۔ تو ان سے کہدے خدا تعالیٰ

لقد کفرا لذین قالوا ان الله هو المسيح

عیسی بن مریم قل من یملاک من
الله شیئاً ان اراد ان یملاک المسيح
وامه ومن فی الارض جمیعاً
زمین والون کو مار دینا چاہے تو انہیں
کوئی بچا نہیں سکتا۔ (پہر وہ خدا
کیونکر ہوا)۔

(مائدہ ۱۶)

یوروپین اقوال کے ماننے والوں کے لئے ان الفاظ انجیل یوحنا کے جعلی ہونے پر یہ دلیل ہے کہ ہارن صاحب وغیرہ عیسائیوں نے ان الفاظ کے از خود بڑھائے جانیکا اظہار کیا ہے۔

ہارن صاحب اپنی تفسیر کے ص ۲۳ میں لکھتے ہیں۔ درس ۳۵ باب پہلے
لوقا میں بعضے الفاظ واسطے دفع شبہ یوٹی کینز کے جو ہونے دو طبیعتوں کے
مسیح علیہ السلام میں انکار کرتے تھے ترجموں سریانی اور عربی اور فارسی اور حبشی
اور اور ترجموں اور بہت سے حوالے مرشدوں میں بڑھائے گئے ہیں اور درس
۳۳ باب ۲۲ لوقا کو اسکندریانوس اور بعض اور نسخوں میں چھوڑا گیا اسلئے

یعنی وہ الفاظ جنکو ہم نے تمثیل دوم میں جعلی کہا ہے یوٹی کینز مسیح علیہ السلام
میں انسانی طبیعت اور الوہیت دونوں کو جمع نہیں کرتے۔ انکو قابل الوہیت
بنانے کے لئے یہ الفاظ بڑھائے گئے ہیں۔

وہ یہ ہے کہ آسمان سے ایک فرشتہ اوسکو دکھائی دیا جو اسوقت وس کو

بعض دیندار عیسائیوں نے خیال کیا کہ قوت دینی فرشتہ کی خداوند کو سب نقصان
 درجہ الوہیت خداوند کا ہے اور درس ۵ باب ۱۵ نامہ اول گنتھیوں میں لفظ
 بارہ کو گیارہ کے ساتھ بدل دالا تا کہ اوس پر الزام چھوٹ کا نہ لگے جو ہر شخص جانتا
 ہے کہ بیان جزو بجائے کل کے رکھا گیا اور درس ۱۸ باب اول متی میں اس لفظ کو
 اوس سے پہلے کو سے ہم بتر موہین اور درس ۲۵ میں لفظ پہلا مقصداً
 اویا گیا تا کہ کوئی بقائے دوشیزگی مریم علیہا السلام پر ہمیشہ کے لئے
 شبہ نہ کرے۔ انتہی“

قوت دیتا تھا۔ یہ فقرہ انجیل لوقا کے سوا اور انجیلوں میں نہیں ہے۔
 # اول قرنتیوں کے باب ۱۵ میں ہے کہ مسیح تمہارے گناہوں کو دھسٹ
 مرا۔ ۱۴۔ اور گاڑا گیا اور تیسرے دن کتابوں کے موافق جی اٹھا۔ ۵۔
 اور کیفاس اور اسکے بعد بارہوں کو ملا اور انجیل مرقس کے باب ۱۶ آیت
 ۱۴ میں اوس کے برخلاف لکھا ہے کہ آخر وہ گیارہوں کو جب وہ کھانے
 بیٹھے تھے دکھائی دیا۔“

جو لوگ اسی لفظ "گیارہوں" کو صحیح مانتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ بارہوں
 شاگرد مسیح کا یہود اسخریوطی تو پہلے ہی مرچکا تھا پہر اسکو کیونکر مسیح ملا یا
 دکھائی دیا۔ شاید وہ یہہ بات بنانا بھول گئے کہ مسیح نے اوسکو بھی زندہ
 کر لیا جب وہ خود جیا۔ اس صورت میں لفظ "گیارہوں" کی تحریف ثابت
 ہوگی۔ بہر حال لفظ "گیارہ" یا "بارہ" میں سے ایک ضرور حرف
 بنے گا۔

بجز درس ۸ کی پوری عبارت یہ ہے کہ جب اوسکی ماں مریم کی منگنی یوسف کے

ان سب الفاظ کو ہم نے اپنی تشبیحات کے نمبر میں اسلئے شمار نہیں کیا کہ ان الفاظ کی کمی و بیشی پر قرآن کی شہادت پامی نہیں جاتی۔ اور ہمارا مقصود صرف ان تشبیحات کا ذکر ہے جنکے جعلی ہونے پر قرآن کی شہادت پامی جاتی ہو تاکہ مسلمانوں کو شہادت قرآن ادا کی تکذیب اور انکار کی گنجائش ہو۔ اور بلا شہادت قرآن انکی تکذیب و انکار سے حدیث کا تصدق و اہل الکتاب کا تکذیب و ہم کا خلاف عملین آدمی۔ بالجملہ مثال دوم میں عیسائیوں کا جعل و تصریحاً ان کے عیسائیوں کی شہادت سے ثابت ہو اور یقیناً کو اس سے انکار کی گنجائش نہیں تیسری مثال انجیل متی کر باب ۲۶ میں ہے۔ یسوع نے روٹی لی اور برکت مانگ کے روٹی توڑی۔ پھر شاگردوں کو دے کر کہا لو کھاؤ یہ میرا بدن ہے۔ ۲۶۔ پھر پیالہ لیکر شکر کیا اور انہیں دے کر کہا کہ تم سب اس مین سے پانی پیو۔ ۲۸۔ کیونکہ یہ میرا لہو ہے یعنی نئے عہد کا لہو جو بہتوں کے گناہوں کی معافی کے لئے بہایا جاتا۔ ۲۹۔ مین تم سے کہتا ہوں کہ انگور کے پھل کا رس پھر نہ پیو گا اوس دن تک کہ تمہارے ساتھ اپنے

ساتھ ہوئی تو وہ اوس سے پہلے کہ وہ ہمیشہ سوہوین روح القدس سے حاملہ پائی گئی۔ یہ ہمیشہ ہونے کا ذکر بعض نسخوں میں انجیل متی کے آیت بھی موجود ہے اور بعض سے نکالا گیا ہے۔

اس جملہ کے نکال دینے سے وہی مقصود ہے جو لفظ "پہلا یا پہلوٹا" کی آیت ۲۵ سے (جسکی عبارت یہ ہے۔ ۲۵۔ "پہر اوس دریم) کو (یوسف نے) سنا تھا جب تک کہ وہ اپنا پہلا یا پہلوٹا بیٹا نہ جنے" (نکال دینے سے مقصود ہے یہ کہ مریم علیہا السلام ہمیشہ کنواری رہے۔"

۱۶۱۱ تعمیل احکام تورات انجیل کی نسبت اسلامی عقائد

باب کی بادشاہت میں نیاز پتھریں - ۸۳۸ - تب آئے کہا میرا دل نہایت نکلین ہے بلکہ میری موت کیسی حالت ہے تم یہاں بڑا اور میرے ساتھ جاگتے رہو - ۳۹ - اور کچھ آگے بڑکے موندہ کے بل گر اور دعا مانگتے ہوئے کہا کہ اے میرے باپ اگر تمہارے تویہ پیالہ مجھ سے گزر جائے تو بھی میری خواہش نہیں بلکہ تیری خواہش کے مطابق ہو - ۴۲ - پھر اوسنے دوبارہ جا کر دعا مانگی اور کہا کہ اے میرے باپ اگر میرے پینے کے بغیر یہ پیالہ مجھ سے نہیں گزر سکتا تو تیری مرضی ہو۔

اور اوس کے باب ۲۷ میں حضرت مسیح علیہ السلام کا گرفتار ہونا اور اوس کے حق سولی کی تجویز کا مقرر ہونا بیان کر کے کہا ہے - ۳۵ - اور اوسے صلیب پر کھینچے اور اوس کے کپڑوں پر چھٹی ڈال کے اونہیں بانٹ لیا کہ جو نبی نے کہا تھا پورا ہو - ۴۶ - توین گھنٹے کے قریب یسوع نے بڑے زور سے چلا کر کہا ایللی ایللی لما سبقتانی - یعنی اے میرے خدا - اے میرے خدا تو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا - ۵۰ - اور یسوع نے پھر بڑے شور سے چلا کر جان دی۔

اور اسکے باب ۲۸ - آیت ۷ میں ہے جلد جاکے شاگردوں کے گھٹے کو وہ مردوں

۱۶۱۱ اس قول سے حضرت مسیح علیہ السلام کے صاف ثابت ہے کہ آسمانی

بادشاہت یعنی بہشت میں انگوڑے پھل رس پیا جائیگا پر تعجب ہے کہ عیسائی

بہشت میں جسمانی لذات کے وجود کو نہیں مانتے اور قرآن کے ان شہادت

اور وعدوں پر کہ بہشت میں نہرین پھل وغیرہ لذات جسمانی ہونگی

معرض ہوتے ہیں ۱۶۱۱ جو انی ہو - جسکی علی یہو الھی الھی لم سبقتنی -

میں سے جی اٹھا۔

اور حانیہ ص ۱۵۹ میں قرتین سے منقول ہے چکا ہے کہ ”سبح مرنے سے تین دن کے بعد جی اٹھا“۔

ایسا ہی اور انجیل یونین مسیح کی موت صلیبی اور حیات بعد الموت کا ذکر ہے۔

اور انجیل یوحنا کے باب اول آیت ۲۹ میں اور نامہ اول یوحنا کے باب دوم آیت ۲ میں اس موت صلیبی کو جہان کے گناہوں کا کفارہ کہا گیا ہے۔ اور مسیح کو قربانی کا برہ۔

اور پولوس مقدس نے اس موت صلیبی کو صمدین حضرت مسیح علیہ السلام کو لعنت کا خلعت بھی عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ نامہ گلٹیوں کے باب ۳۔ آیت ۱۳ میں کہا ہے ”سبح نے تمہیں بول لیکر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کہ وہ تمہارے بدلے لعنت ہوا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا گیا ہے وہ لعنتی ہے۔“

اور نامہ رومیوں کے باب ۳۔ آیت ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۵۔ ۲۸ میں لکھا ہے کہ سب آدمیوں کی نجات اس لہو و قربانی پر ایمان لانے اور مسیح کو تمام جہان کے گناہوں کا کفارہ جاننے سے ہوتی ہے۔ نہ شریعت پر عمل کرنے سے اور نامہ گلٹیوں کے باب ۳۔ آیت ۱۱ اور ۱۲ میں لکھا ہے کہ شریعت پر عمل کرنے سے کوئی رہا ستباز نہیں ہوتا۔ اور شریعت کو ایمان سے کچھ نسبت نہیں۔

ان آیات سے عیسائیوں نے مسیح کی قربانی اور کفارہ کا اعتقاد نکالا اور اسکو دین کا اصول قرار دیا ہے۔ شریعت تورات کی پیروی کی وہ کچھ پروا

نہیں رکھتے اور یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ شراب پینے زنا کرین۔ ناحق خونریزی
 کرین جہان کی برائیوں کے مرکب ہوں۔ ان گناہوں کی سزا سچ
 بھگتا چکے ہیں ہم سچ کی صلیبی موت پر ایمان رکھتے ہیں تو بے
 روک ٹوک بہشت میں جائینگے۔

قدیم اصل اسلام ان باتوں کو محض اقترا سمجھتے ہیں اور اس پر ان آیات کی
 شہادت پر اعتقاد و اعتقاد رکھتے ہیں۔ جن میں ارشاد ہے کہ یہ یوں
 و ما قتلوه و ما ضلوه و لکن شبہ
 لهم و ان الذین اختلفوا فیہ
 لفی شک منہ ما لهم بہ من علم
 الا اتباع الظن -
 (نساء ع ۲۲)

نے مسیح علیہ السلام کو قتل نہیں کیا
 اور نہ صلیب پر چڑھایا ہے اور نہ کو
 اشتباہ واقع ہو گیا ہے۔ جو لوگ
 اس میں اختلاف کرتے ہیں وہ شک
 میں ہیں۔ وہ بجز انکل کچھ نہیں

نہیں رکھتے۔

اور ارشاد ہے بہشتیوں کو پکار کر کہا جائے گا۔ تم اور ان عملوں کے سبب جو
 تم نے کئے تھے۔ بہشت کے وارث
 ہو گے ہو۔

تلكم الجنة اور تمہو ہا بما كنتم
 تعملون - (احزاب ع ۵)

اور ارشاد ہے۔ کیا اس (منکر) کو معلوم نہیں ہوا جو موسیٰ اور ابراہیم و اہم
 کے صحیفوں میں ہے کہ اٹھاتا نہیں
 کوئی اٹھانے والا بوجہ ہر دو سرے کا۔
 انسان کو وہی ہلکا جو اوسنے کیا یا۔
 وہ اپنا کیا ر خود) ہلکا پہر پور اپنا
 اوسکا بدلا۔

اولیٰ نبیٰ مافی صحف موسیٰ و ابراہیم
 الذی فی الاندروازہ و نزارا خدی
 وان یس الانسان الاماسی - و
 ان سعیہ سوف یری - ثم یجزیہ الجزاء
 الاولی (النجم ع ۳)

اور ارشاد ہے۔ جس نے کی پہلای کی چاہنے لئے اور جس نے برائی کی وہ بھی

من عمل صالحا فلنفسه ومن اساء
فعلیہا وماربنا نظام للعبد۔

(رحم السجدۃ ۶۶)

اور ارشاد ہے۔ جو لوگ ایمان لائے اور (اوس کے ساتھ) اونہوں نے

ان الذین امنوا و عملوا الصلحت
کانتم جنۃ لغرض نزل۔ خلدین قیہا
لا یغون عنہا حولا۔ (کھف ۱۲۶)

یورپین اقوال ماننے والوں کی کھلیے و لائل

ایک کے گناہ ۵ دوسرے نے لائے پر دلیل

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفہ پنجم (استثنا کے باب ۲۷ - آیت ۱۶ میں ہے
اولاد کے بدلے باپ و ادا مارے نہ جاویں۔ نہ باپ و ادون کے بدلے
اولاد قتل کی جائے۔ ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب مارا جاوے گا،

ایمان بلا عمل کے معتبر اور باعث نجات

ہوتے پر دلیل

نام یعقوب کے باب ۲ میں ہے۔ ۱۴ - اے میرے بھائیہ اگر کوئی کہے کہ میں
ایمان دار ہوں اور عمل نہ کرتا ہوں تو کیا فائدہ کیا ایسا ایمان اوسے بچا سکتا ہے؟
۱۵ - اگر کوئی بھائی یا بہن نہ نکالے ہو دے۔ اور روزین کی روٹی میسر نہ ہو۔ ۱۶ -

اور تم میں سے کوئی اونہیں کہے کہ سلامت جاؤ گرم اور سیر ہو۔ پر تم اونہیں دیکر
 چیزیں نہ دیکھو جن کو ضرور میں لو گیا فائدہ - ۱۷ - اسی طرح ایمان بھی اگر عمل کے
 ساتھ نہ ہو تو وہ اکیلا ہو کے مردہ ہے - ۱۸ - لیکن شاید کوئی کہے کہ ایمان تجھ
 میں ہے اور میرے پاس اعمال - پہلا تو اپنا ایمان بغیر اپنے اعمال کے مجھ پر ظاہر کر
 اور میں اپنے ایمان کو اپنے اعمال سے تجھ پر ظاہر کروں گا - ۱۹ - تو ایمان لاتا ہے
 کہ خدا ایک ہے - اچھا کرتا ہے شیاطین بھی بھی مانتے ہیں اور تمہرے لئے
 میں - ۲۰ - پر اسے وہی آدمی کب تجھ کو معلوم ہو گا کہ ایمان بے اعمال مردہ ہے
 ۲۱ - کیا ہمارا باپ ابرہام اعمال سے راستباز نہیں بٹھرایا گیا جس وقت اُسٹر
 بیٹے اشحاق کو قرآن گاہ پر چڑھایا - ۲۲ - تو دیکھتا کہ ایمان نے اوس کے اعمال
 کے ساتھ کام کیا - اور اعمال سے ایمان کامل ہوا - ۲۳ - اور وہ نوشتہ پورا
 ہوا جو کہتے تھے ابرہام خدا پر ایمان لایا اور یہ اوس کے لئے راستبازی گنا
 گیا - اور خلیل اللہ کہلایا - ۲۴ - پس تم دیکھتے ہو کہ آدمی اعمال سے راستباز
 بٹھرایا جاتا ہے اور صرف ایمان سے نہیں - ۲۵ - اسی طرح راجب بھی جو
 فاحشہ تھی جب اوس نے جاسوسوں کی بھائی کی اور اونہیں دوسری راہ سے
 باہر کر دیا کیا اعمال سے راستباز نہ تھی - ۲۶ - پس جیسا بدن بے روح مردہ
 ہے ویسا ہی ایمان بے اعمال مردہ ہے۔

ایسا ہی اور مسیحون میں اعمال کو ایمان کا مکمل جزو قرار دیا ہے۔

سچ کے لباس پر چھٹی ڈالنے کے فقرہ کے

جعلی ہونے پر دلیل

نارن صاحب اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں صفحہ ۳۳۳ و ۳۳۴ میں لکھتے

میں۔ کہ یہ فقرہ یونانی کے ۱۶۱ نسخوں اور سریانی ترجموں کے سب نسخوں خطی اور بعض نسخوں مطبوعہ میں اور ترجمہ عربیہ کے سب نسخوں خطی اور اس نسخہ مطبوعہ میں جو شپ والٹن کی پالی گلاٹ میں پہا ہے اور ترجمہ فارسی پالی گلاٹ میں متروک ہے اور اسی طرح ترجموں کا شک اور سہی ڈک اور اتھوپاک اور پرانے اسی کے سب نسخوں خطی اور اکثر نسخوں مطبوعہ میں اور اکثر نسخوں خطی اور مطبوعہ لاطینی اور بہت نسخے پرانے انانک میں متروک ہے اور کیری اسٹم اور طیطوس لیسری اور یوتھی میں اور ٹیونیکٹ اور اور جن اور پرانے مترجم لاطینی اری منس اور انکٹانین اور جون کو س نے جب اس درس کا حوالہ دیا ہے اون کے حوالوں میں بھی یہ فقرہ متروک ہے اور یہ فقرہ کبھی نے درس ۲۴ باب ۱۹۔ انجیل یوحنا سے لے کر الحاق کر دیا ہے مگر میں ایک نے اچھا ہی کیا جو اسکو قطعی ہو یا سمجھ کر چھوڑ دیا۔ (ایسا ہی ایجاز

عیسوی میں ہے)

راقم کہتا ہے۔ انجیل یوحنا وغیرہ میں جو لباس باندھے اور چٹھی ڈالنے کا ذکر ہو وہ بھی بحوالہ پہلے ذمہ کے صحیح نہیں ہو سکتا جس ذمہ کا ان میں حوالہ دیا گیا ہے وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں ہے نہ حضرت مسیح علیہ السلام کے۔ چنانچہ زبور ۲۲ میں حضرت داؤد علیہ السلام کی دعا میں آیا ہے۔
 ۱۸۔ میرے کپڑے باندھے ہیں اور میرے لباس پر قرعہ ڈالتے ہیں۔
 ۱۹۔ پر تو اسے خداوند دوست رہ۔ اسے میری توانائی تو میری مدد کے لئے آئے۔

ان دلائل کی شہادت سے اس قصہ صلیب کی بعض باتیں مخصوصاً کفارہ کی اصل اصول ہے (ایک کے گناہ میں دوسرے کا شریاب ہونا)

غلط ثابت ہوئیں تو اس سے کل قصہ کا بے اعتبار ہونا ثابت ہوا گو ان دلائل کے ماننے والے اصل قصہ کو غلط نہ جانیں اور سچ کی موت صلیبی اور کفارہ کو حق جانیں) اور اس کفارہ کے بطلان پر اور شہادت کا پیش کرنا ضروری نہیں رہا۔ تاہم اس کے بطلان پر صرف احوال اہل یورپ کی شہادت پیش کرتے ہیں۔

عیسائیوں میں بھی ایسے لوگ پہلے زمانوں میں گزر چکے ہیں اور اب بھی موجود ہیں جو سچ کے مصلوب ہونے کو نہیں مانتے۔ اور اس مسئلہ کفارہ کو صحیح نہیں جانتے۔

پہلے لوگوں میں ایک فرقہ باسیلیدی تھا جس کا یہ خیال تھا کہ سچ مصلوب نہیں ہوا۔ شمعون اوس کے بدلے پکڑا گیا اور مصلوب ہوا۔ تین فرسے (سرتھی اور کاپو کراطی اور روسیتی) اور تھے جو یہی خیال کرتے تھے (دیکھو ترجمہ قرآن مجبور و من مطبوعہ مشن پریس الہ آباد ۱۹۲۲ء)

ایک فرقہ گناستی اور تھا جو یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ دنیا مادہ سے پیدا ہوئی ہے اور مادہ ہی کے لئے شرارت اور مصیبت ہے اور سچ چونکہ مادہ سے تھا اس لئے وہ مصلوب نہیں ہوا۔ (دیکھو رومن تواریخ کلیسیا مطبوعہ ۱۸۵۶ء صفحہ ۹۶)

ایک فرقہ عیسائی اور تھا اون کا بھی یہ قول تھا کہ سچ نہیں مارا گیا اس کے بدلے کوئی دوسرا مصلوب ہوا (دیکھو دین حق کی تحقیق مطبوعہ آرفن پریس الہ آباد صفحہ ۵۸)

اس وقت کے عیسائیوں میں بہت سے لوگ موجود ہیں جو مسئلہ کفارہ کو ایک کیل سمجھتے ہیں اور اس کو خدا کی توحید و عدل رحم کے

مخالف سمجھ کر اصل مذہب عیسوی سے خارج کرتے ہیں۔

اس مقام میں ازاں جملہ ایک محقق عیسائی کا قول نقل کیا جاتا ہے جس میں کفارہ کے علاوہ تثلیث پر بھی دلچسپ نکتہ چینی کی گئی ہے۔ ایشیا ٹیک کوآرٹولی ریویو سلووے لندن میں بعض مضمون میں عیسائیت اور اسلام، جس کا ایک کوٹیشن پہلے بھی منقول ہو چکا ہے وہ محقق لکھتا ہے۔

ہمارے مذہب کے موجودہ اصول مبہم اور ناقابل فہم ہیں بلکہ شاید اس میں بہ نسبت رومن کیتھولک طہریقہ کے عیسائیت بھی کم ہے کیونکہ جس قدر اس میں اعمال حسد کے بجالانے اور اپنے لئے عالم آخرت میں اپنی ذاتی کوشش سے بہتری کا سامان جہتیا کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ اس میں اس قدر نہیں ہے بلکہ زیادہ تو مسیح کی قربانی اور کفارہ ہی کو ذریعہ نجات قرار دیا گیا ہے۔ اور اس امر پر یقین رکھنے کی تلقین کی گئی ہے کہ خواہ ہم نیک عمل کریں خواہ بد ہر حالت میں گناہگار اور تقصیر دار ہیں۔ اور یہ کہ ہماری نجات صرف مسیح کے خون سے دہوئے جانے پر منحصر ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ میرا یہ کہنا کچھ خلاف حقیقت نہ ہوگا کہ مسیح کے خون سے نجات پانے کا مسئلہ تمام پروٹسٹنٹ فرقوں کے مذہب کی اصل و بنیاد ہے۔ اور یہ کہ اسی مسئلہ پر تمام فرقے بطور اپنے اصول دین کے زور دیتے ہیں۔ لیکن اب اگر ہم دیکھنا چاہیں کہ جب یہ حقیقہ غیر مذہب والوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو کیا نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ (یہ نتیجہ پیدا کرتا ہے) کہ سب سے پہلے ہمارا مسئلہ تثلیث و احدانیت الہی کے مقول مسئلہ کو بالکل مٹا دیتا ہے اور تعجب یہ ہے کہ خدا کی واحدانیت کے اقرار کے ساتھ ہم ایک بالکل ناقابل فہم مسئلہ میں مساوی خدو کا بھی قرار دیتے ہیں جو حقیقت میں

دیکھو تو آریہ قوم کا وہی پرانا مذہب کا مسئلہ ہے جو کسی طرح بھی اس لائق نہیں ہے کہ ہمارے مذہب میں کھپ کے۔ اس تثلیث کے تین خداؤں میں سے ایک خدا کی نسبت سے قابل فہم طور پر کچھ بھی قرار نہیں دیا کہ اس کا کام کیا ہے پس ہم یہ امید نہیں کر سکتے کہ ایک اس قسم کا مسماہی لئے اون لوگوں کی قبولیت حاصل کر سکے جن سے ہم یہ خواہش کرتے ہیں کہ وہ اپنے بہت سے خداؤں کے وجود کے توہم کو چھوڑ کر ہمارا مذہب قبول کر لیں اور ہم اس پر بھی بس نہیں کرتے بلکہ ہم اون لوگوں سے یہ نہ ہی منوانا چاہتے ہیں کہ وہ مسیح جس کا دنیا میں پیدا ہونا ایک صحیح تاریخی واقعہ ہے نہ صرف نبی اور خدا کا پیغمبر تھا بلکہ خود خداوند عالم تھا اور ہم زور دیتے ہیں کہ جو لوگ ہمارے مذہب میں آئیں ضرور ہے کہ وہ اس مسیح کی پیشش او سکوا خاص خداوند تعالیٰ سمجھ کر کریں جو ایک نہایت ہی حیرت انگیز مسئلہ ہے۔ کچھ شک نہیں ہو کہ آریہ قوم کے لوگ ایسے عجیب و غریب باتوں کے عادی ہیں جیسا کہ دوم درجہ کے خداؤں کا انسان کی پہلائی کے لئے اوتار بن کر دنیا میں آنا۔ مگر جس حد کو ہم پہنچے ہیں اس کو وہ بھی نہیں ہٹنے۔ پس ہمارے اس مسئلہ کے قبول کرنے کے لئے ایک بہت ہی بڑا ایمان درکار ہے۔

پندرہ تین خدا (برہما، وشنو، مہادیو) کے ایک ہونے کا مسئلہ جسکو انگریزی

میں بڑی کلکٹل گاڈز (Three co-equal Gods)

کہتے ہیں۔

ایسا وسیع دائرہ عقل و فہم سے خارج ہے۔ راقم مضمون کا یہ عقیدہ دیا ہے جیسا ہندی

مخاددہ میں اس شخص کو جسکی منگنے اور کسی سے ڈر رہی کہا جاتا ہے کہ وہ بڑا صاحبِ حوصلہ

اور بڑا دلور ہے یعنی بے خوف اور بے شرم ہے۔ (ایڈیٹر)

ہمارا اس سے بھی مشکل مسئلہ انسان کی کسی حالت میں بھی گناہ سے بچ سکتے اور
 قربانی کے ذریعہ سے اوس کے کفارہ کے ہونے کا ہے اور قبل اسکے کہ ہم انکی
 نسبت کچھ کہیں ہکو یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ قربانی کا خیال بالکل وہی پرانی
 اور وحشیانہ بھیٹ پوجا ہے جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں اور جس کا مدعا
 اولاً بافوق الطبیعت شریعتوں کا خوش کرنا تھا جو دنیا میں آفتیں اور
 مصیبتیں پیدا کرتے ہیں اور یہ قطعاً ناممکن ہے کہ بھیٹ پوجا کے اس
 خیال کو اوس خداوند تعالیٰ کی جو رحیم و رحمان ہے اس قسم کی قابل فہم پرستش
 کے ساتھ مطابقت کیا جاوے اور اس بنا پر یہ کل مسئلہ ایک نیچے درجہ کا مہم اور
 ایسا ہے جو اپنی تردید آپ ہی کرتا ہے اور درحالیکہ بعض انسان ایسے ہیں کہ
 جنکو کسی کفارہ کی ضرورت نہیں مثلاً شیر خواری نیچے اسلئے کہا جاسکتا ہے کہ ہم
 ایک نہایت ہی عجیب افتاد انسان کی ہر حالت میں محتاج کفارہ ہونے کا اور
 نہایت ہی دقیق مسئلہ ہے انسان سے گناہ کے سرزد ہونے اور اوس کی
 وجہ سے کل نسل انسانی کے مستوجب سزا ہونے کا ایجاد کیا ہے اگر ہم سچ
 کی طرز زندگی کی بطور ایک حسن نمونہ کی تعریف و توصیف کریں تو سچا اور
 درست ہے مگر ہم تو سچا سے اوس کی زندگی کے اوس کی صلیبی ہوت کو
 اپنے مذہب کا اصل اصول ٹہرائے ہوئے ہیں خاص نقضاً صلیبی ہی گویا
 ہمارا اعتقاد نامہ ہے جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ ہمارے مذہب کا لب لباب
 صرف صلیب کو باعث نجات اعتقاد ظاہر کرتا ہے اور صرف قربانی اور
 سچ کے خون کا بہنا اور اوس کی ہوت یہی ایک بات ہے کہ جس پر
 نہایت زور دے کر ہم لاگوں سے یہ منوانا چاہتے ہیں کہ صرف یہی ایک
 ذریعہ نجات کا ہے۔ ہکو سچ سے محبت رکھنا اس وجہ سے واجب نہیں

ہے کہ اوس نے اپنی زندگی ہماری بہتری کے واسطے صرف کی بلکہ اس لئے واجب ہے کہ
ہمارے لئے اپنی جان قربان کر ڈالی۔

علاوہ ان صحیح اعتراضوں کے جو ہر ایک ایسی تعلیم کے روستے جو کسی معقولیت کا
دعوے کرتی ہو اوس خوبی قربانی کی نسبت جو رسم اور چمان خدا کے لئے
عمل میں آئی عاید ہوتے ہیں۔ خود اس قربانی کے خیال میں اس کی ایک ایسی
تردید موجود ہے کہ جس کو رفع کرنا ناممکن ہے۔ کیونکہ انسان کو زندگی بہت پیاری
ہے اور خواہ اوس کو کیسا ہی قوی عقیدت و معاود کی نسبت کیوں نہ ہو تو بھی
بنی نوع انسان کی کسی پہلائی کے کام میں اپنی جان قربان کر ڈالنا۔ ہمیشہ
ایک نہایت ہی قابل احترام اور ولیوں کا کام سمجھا گیا ہے۔ اور بے شک
ایسا ہی سمجھا جانے کے لائق ہے۔ پس اگر کبھی فی الحقیقت خدا تھا اور
وہ اس بات کو جانتا تھا جو اوس نے ہم کو سکھائی تھی تو اوس کا اپنی جان
دے دینا ہرگز قربانی نہیں کہا جاسکتا ہے۔ بلکہ صرف یہ کہا جاسکتا
ہے کہ یہ ایک تکلیف دہ کام کا انجام بن گیا تھا اور ایک اوس
اسمانی حالت کی طرف بازگشت تھی۔ جس سے اوس نے نزول
کیا تھا۔

الفرض پرٹسٹٹ لوگون نے گواپنے مذہب کی زیادہ دلچسپی تھی
کی اصلاح کی مگر اون عجیب و غریب ناقابل فہم بلکہ ناقابل قبول مذہبی
سٹونوں کو باقی رکھ لیا جو اخیر زمانہ کی یونانیوں کی خراب شدہ باریک
ذہنوں کی ایجاد ہیں۔

اس کلام صداقت نظام سے کفارہ اور ٹیلیٹ کی کافی تکذیب ہوئی اور
ہمارے بیان شمال سوم کی پوری تصدیق عمل میں آئی کفارہ مجوزہ نصلاً ہی کے

ابطال میں ہمارا ایک مستقل مضمون بعنوان "قرآن کی تعلیم بمقابلہ انجیل" اشاعت
 السنتہ نمبر ۱۱ جلد ۱۶۷ میں شائع ہو چکا ہے۔ جس میں بدلائیل قطعیہ ثابت کیا
 گیا ہے کہ اس کفارہ کی تجویز میں نہ خدا سے تعالیٰ کا عدل باقی رہتا ہے نہ اس کا
 رحیم و حکیم ہونا۔ اور اس پر ظلم و بے رحمی کا الزام قائم ہوتا اگر قبول نصاریٰ
 حضرت مسیح علیہ السلام خدا کا فرزند تھا اور اس نے گناہگاروں کے بدلے
 اس بے گناہ فرزند کو دکھ دیا) یا اسپر عیث اور نئے جا حرکت کا اعتراض قائم
 ہوتا ہے (اگر قبول دیگر نصاریٰ مسیح علیہ السلام خود خدا تھا اور اس نے گناہگاروں
 کو بلا سزا چھوڑنا خلاف عدل سمجھ کر اس سزا کو اپنے اوپر لے لیا اور خود معذب
 ہوا) **تعالی اللہ عما یقول الظالمون علواً کبیراً**
 اس بیان سے ہماری تشبیہات منہ کی تکمیل ہوئی۔ اور یہ بات ثبوت کو پہنچی
 کہ انجیل اور اس کے حواشی میں بھی تحریف لفظی ویسی ہی پائی جاتی ہے۔
 جیسی کہ توریت اور اس کے تعلقات میں۔ اور علماء اسلام ابن حجر و
 ابن القیم وغیرہ سے جو تہنہ نقل کیا ہے کہ ان کتب عہد عتیق و جدید
 میں تحریف لفظی بھی موجود ہے جیسی کہ مسنوی) وہ ہر شہادت کتب
 عتیق و عہد جدید ثابت ہے اور باعتراف تمام مسلمان و مصنفین مذہب
 عیسائی مسلم ہے۔ جس کی تسلیم سے ان لوگوں میں بھی چارہ نہیں جو صرف
 قرآن اور علماء اسلام کے اقوال پر اعتماد نہیں رکھتے۔ جب تک ان
 کتب اور ان کے حامیوں کے کلام میں ان کی شہادت و صداقت نہ دیکھ

لیں۔

ان کتب کے بعض حامیوں (مسلمانوں اور عیسائیوں) نے ان کتب کو
 بعض اشد تحریفات لفظی میں کچھ غدرات بھی کئے ہیں جیسے وہ ان مسئلہ کو

تحریف کی تعریف سے لگا کر اختلاف قرارت یا غلطی کتابت میں داخل کرنا چاہتے ہیں
مگر وہ عذرات ان آئمہ میں جن کو سننے ذکر کیا ہے چل نہیں سکتے اور انکو غلطی کتابت
یا اختلاف قرارت میں داخل نہیں کر سکتے اس امر کی تفصیل ہم اس مضمون کے خاتمہ
میں کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

بالجملہ ان آیات قران و کتب عہد حقیق و جدیدہ اور اقوال علماء اسلام اور
عیسائیوں سے جو میں نے نقل کئے ہیں۔ صاف ثابت ہے۔ کہ ان کتابوں میں غلطی
تحریف موجود ہے۔ جیسا کہ جمہور اسلام کا خیال ہے لہذا توریث و انجیل کے احکام
قسم سوم اور نوع دوم کی تمیل کے متعلق جو اعتقاد مسلمانوں سے متواتر چلا
آیا ہے جس کا بیان رسالہ اشاعت السنۃ نمبر (۲) جلد (۱۱) کے صفحہ ۱۰۰
و ۱۰۱ وغیرہ میں ہے وہ صحیح ہے اور ان کتب کی موجودہ حالت اس اعتقاد پر دلیل
صحیح ہے۔

اب ہم ناظرین کو یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ اس اعتقاد متواتر قدیم کے مخالف جو اہل
کے بعض مسلمانوں کا خیال ہے کہ احکام توریث و انجیل بلا تفصیل مذکورہ جنت
العمل میں اسپر وہ کہا و نسیل رکھتے ہیں اور قدیم اہل اسلام ان دلائل کا کیا
جواب دیتے ہیں۔

نئے خیال کے دلائل

اور

ان کے جوابات

ہمارے خیال میں (اللہ اعلم) وہ لوگ جو بلا تفصیل مذکورہ احکام توریث و
انجیل کو واجب العمل قرار دیتے ہیں ان آیات اور احادیث کے معنی سمجھنے

میں غلطی کرتے ہیں۔ جن میں بطور اجمال ان کتب کو نور و ہدایت کہا گیا ہے۔ اور بعض مواقع خاص میں ان کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لہذا ان کے جواب میں صرف یہ کہنا کافی ہے۔ کہ ان آیات احادیث میں تورات و انجیل کی ہر ایک بات کو متعلق احکام ہو (خواہ متعلق اعتقاد یا اخبار) ہدایت و نور نہیں کہا گیا۔ اور نہ ہر ایک موقع و محل میں ان کتابوں کی طرف رجوع کرنے کا خدا و رسول نے حکم دیا ہے۔ بلکہ ان کو بالاجمال ہدایت کہنے سے اہتین باتوں کا ہدایت ہونا خدا و رسول کی مراد ہے جن کا منجانب اللہ اور محفوظ اور واجب العمل ہونا شہادت قرآن یا صاحب قرآن (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم) ثابت ہے۔ اور انھیں مواقع خاص میں ان کتابوں کی طرف رجوع کا حکم دیا گیا ہے۔ جن میں اہل کتاب کی تحریف و تصرف کا دخل نہ ہوا تھا اور یہ امر شہادت قرآن معلوم ہو چکا تھا۔ ایسے احکام و اخبار و اعتقادات کتب مذکورہ کو مسلمان بدل جانتے ہیں اور اس پر عمل کرنے کو عین سعادت جانتے ہیں چنانچہ قسم اول اور نوع اول قسم دوم کے حکم میں بصفحہ ۵۶ و ۶۶ وغیرہ بیان ہو چکا ہے۔

خدا و رسول خدا کی کلام میں یہ کہہ میں نہیں پایا جاتا۔ کہ ان کتابوں میں جو کچھ ہے یہ ہے جس میں حضرت لوط علیہ السلام کا اپنی بیٹیوں کے ساتھ اور حضرت داؤد علیہ السلام کا حقی اور یاکے جو رو سے زنا کرنا اور حضرت مسیح علیہ السلام کا ابن اللہ یا خود خدا ہونا اور خدا تعالیٰ کا تین خداؤں کی کمیٹی کا ممبر ہونا اور حضرت مسیح علیہ السلام بے گناہ کا گنہگاروں کے بدلے معذب ہونا وغیرہ وغیرہ بتانات و افتراءات

جن سے خدا اور ان کے سچے رسول بری میں اولئک منکرین مما یقولون) حق و ہدایت نور ہے اور نہ یہہ حکم کہین پایا جاتا ہے۔ کہ مسلمان جس موقع پر چاہیں۔ ان کتابوں کی طرف رجوع کریں اور اپنے حوادث روزمرہ میں ان کتابوں سے فتویٰ لین بلکہ ان کتابوں کی بہت سی باتوں کو خدا رسول نے رد کر دیا۔ اور ان کو کفر و ضلالت قرار دیا ہے۔ اور ہاں تشریح مواقع خاص ان کتابوں کی طرف رجوع کرنے سے منع کیا ہے۔ جس پر ان نبوت سے لیکر اس وقت تک مسلمانوں کا عمل چلا آیا ہے۔ اور یہہ امر بارہو میان سے ایسا ثابت ہے کہ اس میں کسی مسلمان کو اس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

اس جواب سے ناظرین کو یقیناً معلوم ہوگا۔ کہ ان لوگوں نے جو ان کتاب کو بلا تفصیل واجب العمل سمجھتے ہیں ان آیات و احادیث کے معنی سمجھنے میں غلطی کی ہے جن میں خدا و رسول نے ان کتابوں کو ہدایت و نور فرمایا ہے۔ اس اجمال بلا ذکر مثال کو شاید وہ لوگ نہ سمجھیں لہذا ان لوگوں کی فہمائش کی غرض سے ہم اس مقام میں ان کے دلائل آیات و احادیث کی چند مثالیں ذکر کر کے ان کے جواب میں یہہ ثابت کر دکھاتے ہیں کہ ان کے معنی سمجھنے میں انہوں نے یقیناً غلطی کی ہے۔

پہلی دلیل

قرآن میں ارشاد ہے۔ تجھے (اے رسول) یہودی کیونکر منصف بناتے ہیں حالانکہ

خود ان کے پاس تورات موجود ہے جس میں

وکیف یحکمناک و عندہم التورۃ

خدا کا حکم موجود ہے پر وہ اس نتیجے پر

فیہا حکم اللہ نزلت علیہ من بعد

<p>جائے ہیں اور وہ ماننے والے نہیں ہیں منے تورت اور تارسی ہے اوسین ہدایت اور روشنی ہے الہ</p>	<p>ذالك وما اولئك بالمتؤمنين - انا انزلنا التوراة فيها هدى ونور - (مائیدہ ۶۴)</p>
---	---

وہ لوگ اس آیت کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ موجودہ تورت میں جو کچھ مذکور ہے وہ
 سراسر ہدایت اور نور ہے۔ لہذا اسکی پیروی بلا تفصیل واجب ہے۔

الجواب

اس دلیل کا یہ جواب ہے کہ اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ موجودہ تورت میں جو
 کچھ ہے وہ نور اور ہدایت ہے۔ اسکا مطلب صرف یہ ہے کہ اوس میں نور اور
 ہدایت بھی موجود ہے اور اس وقت تبدیل و تغیر میں بھی وہ نور اور ہدایت سرفالی
 نہیں ہے۔ تبدیل و تغیر اسکے سبھی احکام پر محیط نہیں ہوا۔ اس کا حکم رجم
 جس کے استفسار پر یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ وقت نزول قرآن تک اس میں
 محفوظ ہے۔

اس حکم رجم کا محفوظ ہونا اور اس آیت میں اور اسکا خصوصیت کے ساتھ مخصوص
 ہونا اوس کے شان نزول سے ظاہر ہوتا ہے جو اس آیت سے پہلی آیات اور
 بخاری مسلم کی روایات اور مفسرین کی تفسیر میں بیان ہے کہ خیر کے یہودیوں میں

<p>حقون ان اوتیتہم هذا فخذوا وان لم تؤتوہ فاحذروا - x فان جلدوك فاحکم بینہم و اعرض عنہم وان تعرض عنہم فان یضروک شیوا وان حکمت فاحکم بینہم بال لقط (مائیدہ ۶۴)</p>	<p>یہودیوں نے (جو حکم رجم کی تعمیل نہ کرتے صرف مار پیٹ پر اکتفا کرتے تھے) اس امید پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حکم تورت سے ناواقفی کر سبب اس میں کچھ اور کہدنگی نہ ہو یا یونانی قرظہ کو</p>
---	---

ہم اہل خیر تیری پیغم عصمان فکر ہوا رجمہا فبعثوا قرظیہ کیٹلوا | وکیل بنا کر آنحضرت
 النبی صلعم عن حکمہا۔ (رجلا لین)
 صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاس بھیجا اور یہ کہہ دیا کہ اگر اسباب میں آپ باپٹ کا حکم دین تو اسکو قبول کرنا اور اگر
 رجم کا حکم دین تو اسکو نہ ماننا۔ پھر حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کو یہ ارشاد فرمایا کہ وہ تیرے پاس
 آویں تو اون کا فیصلہ انصاف سے
 کریا اس مقدمہ کے فیصلہ سے گنہگار
 کش رہ۔

عن ابن عمر انہ قال ان الیہود جاءوا
 الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 فذکروا لہ ان رجلا منہم وامرأة زنییا
 فقال لہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم ما تجدون فی التوریت
 فی شان الرجم فقالوا نفضحہم و
 یجلدون فقال عبد اللہ بن سلام کذبتہم
 ان فیہا الرجم فاتوا بالتوریت
 فنشروہا فوضع احدہم یدہ علی آیت
 الرجم فقرأ ما قبلہا وما بعدہا
 فقال یا عبد اللہ بن سلام ارفع یدک
 فزفغ یدہ فاذا فیہا آیت الرجم
 قالو صدق یا محمد فیہا آیت الرجم
 فامر بہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم فرجما فذابت الرجل عن علی
 المرۃ یقیمہا الحجارة (بخاری ص 101)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پاس
 وہ آئے آپ نے اون سے سوال کیا
 کہ تورت میں زنا کی سزا تم کیا پاتے
 ہو وہ بولے ہم زانیوں کو رسوا کرتے
 ہیں اور وہ پیٹے جاتے ہیں۔ آپ نے
 تورت منگوائی اور پڑھوائی۔ تو
 اوس میں سے آیت رجم نکل آئی پھر
 آپ نے زانیوں کو یہی رجم کی سزا
 دی۔

اس شان نزول سے صاف ثابت ہوتا
 ہے کہ اس آیت میں اسی حکم رجم کا بیان
 مقصود ہے اور اسی حکم یا اسی کی مانند
 بعض محفوظ احکام کو نورا و بردایت کہا گیا ہے۔ اس آیت میں موجودہ تورت

کے جملہ احکام و مضامین کو نور و ہدایت نہیں کہا گیا۔ لہذا اس آیت سے ان لوگوں کا جملہ احکام و مضامین کو نور اور ہدایت اور واجب التعمیل سمجھنا غلط نہیں ہے۔

دوسری دلیل

قرآن میں ارشاد ہے: "ان کے پیچھے ہم نے سورج کو بھیجا سوچ بتانا تورت کو جو

اُس کے آگے تھی اور اس کو پہنچنے انجیل

دی جس میں ہدایت اور روشنی ہے۔

اور سچا کرتی تورت کو جو اس کے آگے

تھی۔ اور راہ بتاتی اور نصیحت کرتی

ڈر والوں کو۔ چاہے کہ حکم کرین انجیل

دلے اسپر جو اشد کے انجیل میں آتا۔

جو کوئی حکم نہ کرے اللہ کے آتا کے پر

سو وہی لوگ نے حکم ہیں۔

وقفنا علی آثارہم بعیسی ابن مریم

مصدقاً لما بین یدیه من التورۃ

واتینہ الانجیل فیہ ہدی و نور

ومصدقاً لما بین یدیه من التورۃ و ہدی

وموعظۃ للمتقین ولحکم اہل

الانجیل بما انزل اللہ فیہ ومن لم

یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم

الفسقون۔

(مائتہ ۷۰)

اس آیت کا مطلب بھی وہ لوگ یہی

سمجھتے ہیں کہ سورجوں انجیل میں جو کچھ ہے۔ نور و ہدایت اور واجب

العمل ہے۔

الجواب

اس کا جواب بھی وہی ہے جو اوں کی پہلی دلیل کا جواب دیا گیا ہے۔ کہ اس میں موجودہ انجیل کو سراپا نور و ہدایت نہیں کہا۔ صرف یہ فرمایا ہے کہ اس میں

تور و ہدایت بھی موجود ہے۔ اور اس میں ایسے احکام بھی ہیں جو خدا کی طرف سے
 اوتارے ہوئے ہیں جن کے مطابق حکم کرنا اہل انجیل پر واجب ہے۔ اور اصل
 تورات کی طرح ان احکام کو چھپانا اور اس کا خلاف عمل میں لانا جائز نہیں۔
 قرآن میں اہل تورات کا حکم رجم کو چھپانا اور اس کا خلاف عمل میں لانا ذکر کر کے
 خدا نے تعالیٰ نے اہل انجیل کو یہ حکم فرمایا ہے جس سے یہی مقصود ہے کہ وہ اہل
 تورات کی مانند احکام انجیل کو جو خدا کی طرف سے اتارے گئے ہیں نہ چھپاویں
 بلکہ ان کو عمل میں لاویں

امام زکریا نے تفسیر کبریٰ میں فرمایا ہے کہ اس آیت میں یہہ ارشاد مرا ہے کہ جو خدا
 تعالیٰ نے انجیل میں آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے دلائل و
 بشارات بیان کئے ہیں ان کو اہل
 انجیل ظاہر کریں۔ یا ان احکام انجیل
 کے مطابق فیصلہ کریں جو احکام
 قرآن سے منسوخ نہیں ہوئے یا اس
 سے یہہ مرا ہے کہ وہ احکام انجیل
 میں جو خدا کی طرف سے اترے
 ہیں یہودیوں کی طرح تبدیل و تحریف
 عمل میں لاویں۔

(الاول) ان المراد یحکم اهل الانجیل
 بما نزل الله فيه من الدلائل الدالة
 على نبوة محمد صلى الله عليه وآله وسلم
 وهو قول الاصم (والثاني) ويحكم
 اهل الانجیل بما نزل الله فيه
 زجرهم عن تحريف ما في الانجیل تغييره
 مثل ما فعله اليهود من اخفاء احكام
 التوراة قالعني بقوله ويحكم ايه
 وليقرأ اهل الانجیل بما نزل الله
 فيه صلى الوجه الذي انزله الله
 فيه من غير تحريف ولا تبديل
 و تفسیر کبریٰ ج ۳)

پہر اس آیت کے متصل ہی آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو
 یہ خطاب ہوا ہے (جس میں آپ کی آیت بھی شامل ہے) کہ ہم زبیری

<p>طرف کتاب آٹاری ہے جو پہلی کتابوں کو سچا بتاتی اور ان کی صحیح اور اصلی احکام پر گواہی دیتی (یا یہود و نصاریٰ کی تحریف و تصرف سے اور ان کی مخالفت کرتی)۔ تو لوگوں میں ایسی کے مطابق حکم کرو جو اللہ نے آمارا ہے۔ اور اسے</p>	<p>وانزلنا لیک الکتب بالحق مصداقاً لما ینزیدہ من الکتب ومہمنا علیہ فاحکم بینہم بما انزل اللہ ولا تتبعہم اھواءہم عما جاءک من الحق۔ (مائیدہ ۷۰)</p>
---	---

چھوڑ کر (یہود و نصاریٰ) کی خواہشوں پر رنج کے تابع اور انہوں نے اپنی کتابوں کو کر رکھا ہے) مت پل۔

اس سے صاف ثابت ہے کہ اس آیت میں موجودہ انجیل کو سراپا نوز و ہدایت نہیں کہا اور اسکی ان باتوں کو (جن میں نصاریٰ کی خواہش نفسانی کی ہوتی ہے) واجب العمل بلکہ جائز العمل بھی نہیں فرمایا لہذا اس آیت سے موجودہ انجیل کی سبھی باتوں کو توروہدایت اور واجب العمل سمجھ لینا اور ان لوگوں کی غلط فہمی ہے۔

یہی ان سب آیات قرآن سے استدلال کا جواب ہے جن میں خدا کے تعالیٰ نے قرآن مجید کو پہلی کتابوں کو سچا کرنے والا کہا ہے۔ یا ان کتابوں کو نوز و ہدایت فرمایا ہے جس سے مراد

<p>مصداقاً لما معکم (بقرہ ۷۶)</p> <p>وانزل التورۃ والانجیل من قبل ہدی للناس۔ (ال عمران ۱۶)</p>
--

ہے کہ اصلی اور صحیح واجب العمل احکام میں قرآن ان کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور ان ہی احکام کا نظر سے یہ کتابیں ہدایت ہیں۔ نہ یہود و نصاریٰ

کے مفتریات کی قرآن تصدیق کرتا ہے بلکہ ان کو رد کرتا ہے اور یہ مفتریات کے

اوس میں نور و ہدایت کہا گیا ہے۔

تیسری دلیل

قرآن میں ارشاد تورات لاؤ اور اسکو پڑھو اگر تم سچے ہو۔

قل فاتوا بالقرآن فاتلوہا ان کنتم صادقین۔	اس آیت کا مطلب سمجھنے میں لوگوں نے بہت دھوکھا کھایا ہے اور یہ سمجھ لیا ہے کہ اس میں تورت کو پڑھنے اور
رأی عمران ۱۰۶	اوس سے احکام نکلنے کی ترغیب پائی جاتی ہے۔

الجواب

اس آیت میں یہ مقصود نہیں کہ مسلمان تورت کو پڑھا کریں اور اوس سے سروریت میں مستوی الین اس میں تو صرف یہودیوں پر الزام قائم کرنا اور اون کو ایک ایسے دعوے میں جس کا ثبوت تورت میں نہ تھا۔ اون کو جھوٹا کرنا مقصود ہے۔

یہودیوں کا یہ دعویٰ تھا کہ اونٹ کا گوشت یا آفہ چیزیں اون پر حرام ہیں قدیم سے حرام چلی آئی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اون کا یہ طعن تھا کہ آپ ابراہیمی کہلا سکتے ہیں پھر اونٹ کا گوشت کھاتے ہیں اور بعض اور چیزوں کو جو اون پر حرام نہیں (حلال کیوں کہتے ہیں۔ جس پر خدا تعالیٰ نے	انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یحییٰ ان کل الطعام کان حلالاً صغار البعض حراماً بعد ان کان حلالاً والقوم نازعوا فی ذلک ویرثون ان الذی هو الان حرام کان حراماً ابداً * * * ان الیہود
---	--

اون کو الزام دیا اور یہ فرمایا کہ تورت
لاؤ اور اس کو پڑھ کر تباؤ کرو اور اس کا
گوشت حضرت ابراہیم علیہ السلام
پر کہان حرام تھا اور دوسری تیزون کو
جنگو انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
حلال کہتے ہیں قدیم سے کس نے حرام
کیا تھا۔

پس اس آیت سے یہ سمجھ لینا کہ اس
میں سہ ماہیوں کے لئے تورت پڑھو
کی ترغیب اور اپنی ضروریات دین
میں ان کتابوں کا فتویٰ لینے کی
اجازت مقصود خداوندی ہے فلط
فہمی نہیں تو کیا ہے۔

چوتھی دلیل

قران میں ارشاد ہے تم اہل
ذکر یعنی اہل کتاب سے پوچھ لو
اگر تمکو علم ہو
اس آیت کے مطلب سمجھنے میں اون
لوگوں نے بہت ہی دھوکا کھایا ہے

قالوا له انك تدعي انك على صلة
ابراهيم فلو كان الامر كذلك فكيف
تاكل لحوم الابل والبائها مع ان ذلك
كان حراما في دين ابراهيم فجعلوا
هذا الكلام مشبهة طاعتة في محبة وعواد
فاجاب النبي عن هذه الشبهة بان ان ذلك
كان حلالا لابراهيم وسميلا واسحاق ويعقوب
الا ان يعقوب حرمة على نفسه بسبب
من الاسباب وبقيت تلك الحرمة
في اولاده فانكر اليهود ذلك فانهم
الرسول عليه السلام باحضار التوراة
وطالبهم بان يستخرجوا منها آية تدل
على ان لحوم الابل والبائها كانت
محرفة على ابراهيم عليه السلام
فجذروا عن ذلك واقضوا فظم عند
هذا انهم كانوا كاذبين في ادعاء
حرمة هذا الاشياء على ابراهيم
عليه السلام۔

(تفسیر کبیر ص ۳۰۳ ج ۳)
فاستلوا اهل الذکر ان کنتم لا
تعلمون (المحل - الانبیاء ۱۶)

اور یہ سمجھ لیا کہ اس آیت میں خاص کر اہل کتاب سے سوال و استماع کا حکم ہوا پھر ان کتب کے اتباع میں کیا شک رہا۔

الجواب

اس آیت میں زمین و آسمان کو خطاب ہے اور نہ ہر ایک بات میں اہل کتاب کی پیروی یا سوال کا حکم ہے۔ اس میں تو خاص کر کلمہ کے مشرکوں کو خطاب ہے۔ اور خاص ایک ایسی بات کے دریافت کرنے کا حکم ہوا ہے جس سے ان کو تعجب اور انکار تھا۔

مگر ان کے مشرکین کا یہ خیال تھا کہ خدا کا کوئی رسول ہو تو بشر نہ ہونا چاہئے۔ رسول تو فرشتہ ہو۔ ورنہ خدا سے تعالے خود بلا واسطہ لوگوں کو اپنے احکام و سنن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعویٰ نبوت کیا تو ان کو سخت تعجب ہوا

اور انہوں نے آپس میں کہا کہ کیا تم ایک بشر کے پاس جاتے ہو؟ اور کہا یہ کیسا رسول ہے کھانا کھاتا ہو بازاروں

هل هذا الا بشر مثلکم افتاتون
السعرو انتم تبصرون - x x x
وما ارسلنا قبلك الا رجا لا نوحی
عنا الا ان نکره کنته

پس یہ آیات کا نزول ہوا۔ اور خدا تعالیٰ نے یہ ارشاد کہ پہلے بھی تھے رسول بھیجے میں تو وہ بشر ہی تھے۔ تم کو

راہبسیہ ۱۶
وقالوا مال هذا الرسول يا كل الطعام
يمشي في الأسواق لو انزل اليه ملك
فيكون معه نذيرا۔ (الفرقان ۱۶)

اس بات کا علم نہیں تو تم اہل علم سے یہ بات پوچھ لو یہ قرآن میں بہت جگہ تصریح بیان ہو ہے۔ اور مفسرین اسلام بیضاوی وغیرہ نے بھی ان آیات کا شان نزول بھی بیان کیا ہے۔

وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی اليهم۔ رد لقول قریش الله اعظم من ان يكون رسوله بشراً۔ (بیضاوی سورہ نحل)

وما ارسلنا قبلك الا رجالا نوحی اليهم

جس سے صاف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس حکم سوال اہل کتاب کا مخاطب مسلمانوں کو قرار دینا اور اس سے یہ بات نکالنا۔ کہ مسلمان ہر بات میں اہل کتاب یا اون کی کتابوں کی پیروی کے مامور ہیں غلط نہیں ہے۔

فاستواهل الذکر انکم لاتعلمون۔
 یوب بقول اهل مكة هل هذا الا بشر
 مشکم۔ x x وما جعلناهم جیدا
 لایاکون الطعام کاناوا خالدين۔
 نفی لما اعتقدوا انها من خواص الملک
 وقیل جواب لقولهم لهذا الرسول
 یا کل الطعام ومیشی فی الاسواق۔
 (بیضاوی سورہ الانبیاء ص ۲۳)

پانچویں دلیل

قرآن میں ارشاد ہے اگر تم سے جو منہ تیری طرف آتا ہے

کچھ شک ہے تو تو اون لوگوں کو پوچھ لے جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں

فان کنت فی شک مما نزلنا فسل الذین یقرءون الکتاب من قبلك۔
 (یونس ۱۰۶)

اس آیت کے معنی وہ لوگ یہہ بھیجے ہیں کہ اس میں ہر ایک محل شک میں اہل کتاب

سے مسئلہ پوچھنے کا حکم ہوا ہے۔ تو ان کتابوں کی پیروی کا حکم عام ہوا۔

الجواب

یہ بات تو یہود و نصاریٰ بھی جانتے اور جانتے ہیں کہ قرآن کی ہر ایک بات کی تصدیق تورات و انجیل میں پائی نہیں جاتی۔ بعض باتوں میں اس میں اور ان میں مخالفت بھی ہے۔ پھر قرآن کی ہر بات کا (جو عمل شک ہو) ان کتابوں سے رفع شک کیونکر ممکن ہے اور یہ حکم عام کیونکر ہو سکتا ہے اور جب اس حکم کا عام ہونا ممکن نہیں تو اس میں ضرور کسی خاص امر میں شک رفع کرنے کا حکم مراد ہوگا۔

یہی وجہ سے مفسرین اسلام امام رازی وغیرہ کہتے ہیں کہ اس میں نبوت

محمدیہ اور نزول قرآن میں ان کے رفع شک کا حکم ہے یا خاص ان امور میں جن کا ذکر اس آیت سے پہلے ہوا ہے۔ یعنی بنی اسرائیل کو فرعون کے پنجے سے نجات دے کر اچھے ٹھکانے لگانا اور پھر ان کا علم پونچھنے کے بعد باہم اختلاف کرنا وغیرہ وغیرہ۔

اور اس رفع شک کے حکم میں گو بظاہر مخاطب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہیں

واما ان المقصود من ذلك السؤال معرفة اى الاشياء ففیه قولان الاول انه القران ومعرفة نبوة الرسول صلى الله عليه وسلم والثانى انه رجح ذلك الى قوله تعالى فما اختلفوا حتى جاءهم العلم (تفسیر کبیر ص ۴۱ جلد ۵)

فان كنت في شك مما انزلنا اليك من القصة على سبيل الفرض التقدير فاسئل الذين يقرءون الكتاب من قبلك فانه محقق عندهم ثابت في كتبهم صلى الله عليه وآله واصحابه وسلم

گروہ حکم در پردہ اون لوگون کو سنایا گیا ہے جو شک میں تھے۔ جیسے کہی

ولایل شاید میں۔

اول۔ یہ کہ اس سورت کے اخیر میں

ارشاد ہوا ہے کہ اے رسول تو کہہ دے

لوگو! تم میرے دین سے شک میں

ہو میں تو تمہارے معبودوں کو زلوچو گھا

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت

ذیر بحث میں اون ہی لوگون کو طرف

اشارہ ہے جن کا آخری آیت میں

صاف ذکر ہے۔

دوسرے۔ یہ کہ اگر نبی کو اپنی نبوت میں

شک ہو تو دوسروں کو اس سے برکھ

ہوگا اور اس شریعت کا اعتبار بالکل

جاتا رہیگا۔

تیسرے۔ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

آرہ وسلم کو نبوت میں شک ہونا تو ان

لوگون کے بیان سے مرع کیونکہ موتا۔

باوجودیکہ اون میں اکثر کفار تھے بعض

مومن بھی تھے تو اون کا بیان موجب

اطمینان نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ اون

کتب کا جسے وہ کچھ بیان کرتے عرف

(الاول) ان الخطاب مع النسبي

عليه الصلوة والسلام في الظاهر

والمراد غيره كقوله تعالى يا ايها

النبي اتق الله ولا تطع الكافرين

والمنافقين وكقول لمن اشركت

يعبطن عمالك وكقول يا عيسى بن

مريم انت قلت للناس ومن الاثلة

المشهوره هو اياك اعني واسمعي اجاره

والذي يدل على صحة ما ذكرناه

(الاول) قوله تعالى في آخر السورة

يا ايها الناس ان كنتم في شك من

بعض ان المذكور في اول الاية

على سبيل الرمز هو المذكورون

في هذه الاية على سبيل التصريح

(الثاني) ان الرسول لو كان بشكاً

اني نبوة نفسه لكان شك غيره

في نبوة اولي وهذا يوجب سقوط الثلثة

بالكلية (الثالث) ان بتقدير

ان يكون شاكاً في نبوة نفسه فكيف

ينزل ذلك الشك باخبار اهل الكتاب

عن نبوة مع ائمتهم في الاكثر كفار وان
 حصل فيهم من كان مؤمنا الا ان قوله
 ليس بحجة لاسيما وقد تقرر ان ماني ايد بهم
 من التورية والاخليل فكل صفت محرف
 فتنت ان الحق هو ان هذا الخطاب
 وان كان في ظاهر مع الرسول صلى الله
 عليه وسلم الا ان المراد هو الامة و
 مثل هذا معتاد فان السلطان الكبير
 اذا كان له امير وكان تحت رايه ذلك
 الامير جميع فاذا اراد ان يامر الرعية
 يامر مخصوص فانه لا يوجه خطابه عليهم
 بل يوجه ذلك الخطاب على ذلك
 الامير الذي جعله اميرا عليهم ليكون
 ذلك اقوى تاثيرا في قلوبهم
 (تفسير كبير ص ۳۹ و ۴۰ ج ۵)

ہونا ثابت ہو چکا تھا۔ اس سے ثابت
 ہوا کہ یہ خطاب گو بیٹا ہے حضرت
 کی طرف ہے مگر اس سے وہی لوگ اہل
 کی مراد ہیں جنکو شک تھا۔ گو گون
 کی دیکھے مجاورہ پر قرآن اتر آیا عادت
 بھی بھی ہے جو کام ماتحت سے لینا
 وہ افسر سے کہا جاتا ہے تاکہ اس کے
 دل میں دوسکا زیادہ اثر ہو۔ اس کی
 تمثیلات امام رازی پہلے بیان کر چکے
 ہیں جنہیں بظاہر انبیاء کو خطاب ہے
 اور حقیقت میں اہل بیت مخاطب ہے۔
 فیرون کا مخاطب حکم سوال ہونا بھی
 اس سوال کا محل ہے کہ ان کتب میں
 تحریف ہو چکی ہے تو پھر ان کے سوال
 کا کیا فائدہ اور جواب کا کیا اعتبار۔ اسکا

فان قيل اذا كان مذہبکم ان هذه
 الكتب قد دخلها التحريف والتغيير
 فكيف يمكن الثبوت عليها قلنا انهم
 انما حردوها بسبب خفاء الايات الدالة
 على نبوة محمد عليه الصلوة والسلام

جواب یہ ہے کہ اس تحریف کے ساتھ بھی اون کتابوں میں آنحضرت صلعم
 کی نبوت کی بشارات و اشارات
 موجود ہیں جن سے اس دعویٰ نبوت
 کا کمال و ظہور ثابت ہوتا ہے۔
 وراقم کتاب ہے گا ز انجملہ اہل بیت میں لفظ
 وہ فارسی ہے (بسی کافی بحث ہو چکی ہے)

اور تورات کی کتاب استثناء وغیرہ میں	فان بقیت فیھا آیات دالۃ علی بنو قومہ
حضرت موسیٰ کا یہ قول کہ خداوند تیرا	کان ذلک من اقوی الدلائل علی
خدا تیرے لئے تیرے بہائیوں میں سے	صحۃ بنوۃ محمد علیہ الصلوۃ والسلام
میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔	لانہما بقیت معہ توفرد و اعیہم علی
جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا	اذا التہادل ذلک علی انہا کانت فی
مراد ہونا اہل اسلام مناظرین اہل کتاب کے	غایۃ الظہور۔
اس زور سے ثابت کیا ہے کہ عیسائیوں	(تفسیر کبیر ص ۵۵ ج ۵)
سے اس کا جواب شافی بن نہیں پڑا۔	

قصہ ہلاکت فرعون اور نجات بنی اسرائیل میں رفع شک کا حکم مراد ہو تو وہ
باد جو در تحریف تورات اسلئے ممکن ہے کہ ان قصوں کی اصل حقیقت میں
اون کی تحریف کا دخل نہیں ہوا۔ گو اون کے بیان میں کچھ تغیر و تبدل
ہوا ہو +

اس بیان سے صاف ثابت ہے کہ اس آیت میں جملہ امور محل شک میں
سوال اہل کتاب کا حکم نہیں بلکہ خاصکراہ بنو ت میں۔ یا بعض قصص و حالات
بنی اسرائیل میں جو یہود و نصاریٰ کے تصرف سے محفوظ تھی۔ لہذا ان لوگوں کا
اس آیت کے حکم کو عام ٹھہرانا اور اس سے ان کتابوں کو ہر بات میں واجب
الاعتماد ہونا سمجھنا غلطی ہے +

چھٹی دلیل

شاید اس قول خداوندی کو جو یہ صفحہ ۵۹ رسالہ نمبر ۳ میں منقول ہوا ہے اور

مذہبہم جلد یازدہم

۱۸۹ تخیل احکام توحید و تہلیل کی نسبت اسلامی اعتقاد

نمبر، جلد ۱۱

اوس میں یہ ارشاد ہے کہ پہلے نبی ہدایت یافتہ ہیں تو اون کی پیروی کرنا ہی لوگ اپنی دلیل سمجھتے ہوں۔ اسکا جواب اوسی رسالہ نمبر ۳۳ میں بصرفہ ۶۱-۶۲ و ۶۳ و ۶۴ وغیرہ ادا ہو چکا ہے جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ اس قول میں اون کتب کی پیروی کا حکم نہیں ہے اور نہ یہ عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اون کے پیروان اصحاب و تابعین وغیرہ مسلمین سے پایا گیا ہے اسہیں تو صرف ان اصول یا اخلاق اتفاقی کی پیروی کا حکم ہے جن کا سابق نبیوں سے ثابت ہوا خدا تعالیٰ نے بواسطہ وحی و تور ہوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا ہو۔ یہ قول خداوندی گویا اوس بیان کی طرف اشارہ ہے جہاں اس قول خداوندی میں جو ساتویں دلیل میں مذکور ہوگا صاف بھیج ہے کہ جن اصول و اخلاق پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہے وہ بھی ایتیار سابقین کے معمول بہا ہیں انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متصرفین ہیں۔

ساتویں دلیل

شاید وہ حضرات اس قول خداوندی سے بھی ناتجہ مابین اور اوسکو اپنے زعم فاسد

پر دلیل بٹراویں جس میں یہ ارشاد ہے
 والذی اوحینا الیک وما وصینا
 برابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقموا
 الدین ولا تتفرقوا فیہ -
 (مشوری رکوع ۲)

رکھو۔ اور اسہیں پھوٹ نہ ڈالو۔

الجواب

یہ قول بھی ان لوگوں کے غلط دعویٰ کا مثبت نہیں ہے بلکہ اس کا بطل ہے
اس میں یہ نہیں کہا گیا کہ جس دین پر اس وقت کے یہود و نصاریٰ مین اور انکی
موجودہ کتب میں وہ دین پایا جاتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
یا مسلمانوں کا واجب العمل دین ہے۔ لہذا مسلمانوں کو ان کتابوں کی پیروی
واجب ہے۔ بلکہ برعکس اسکے یہہ فرمایا گیا ہے کہ جس دین پر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم اور مسلمان ہیں یہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی طرف
سے نکالا ہوا دین نہیں ہے بلکہ مجددانیا سابقین حضرت نوح ابراہیم
موسیٰ و عیسیٰ (علیہم السلام) کا دین ہے لہذا مدعیان پیروی دین
ابراہیمی و موسوی و عیسوی کو لازم ہے کہ وہ اس دین اسلام کی پیروی
کریں اور اپنی موجودہ کتب کی پیروی کو دین موسوی و عیسیٰ کی پیروی
بہمچھینیں۔

یہ بات پھلے بھی بصفحہ (۶۱۵۹) جتائی گئی ہے اور اب پھر کہی جاتی ہے
کہ جس حصہ دین اسلام کو موسیٰ و عیسیٰ (علیہما السلام) وغیرہ کا دین التفاتی
قال مجاہد شرع لکم من
الذین ما وصی بہ نوحاً او صیناک
یا محمد وایاہ دنیا و احداً
وقال ابن عباس شرعہ و ممقاجا
سبیلہ و سنتہ
(بخاری ص ۴)

قراردیا گیا ہے اس سے اصول توحید
وغیرہ مراد ہیں جو کبھی نہیں دے۔
و مہذا یہود و نصاریٰ ان اصول کے
پیروی چھوڑ بیٹھے ہیں اسی وجہ سے
خدا تعالیٰ نے ان کو ان اصول کی
پیروی کی ہدایت فرمائی ہے اور اپنی

والعنی شرع لکم یا اصحاب محمد
 من الدین ما وصی بہ نوحاً و
 محمداً و ابراهیم و موسیٰ و
 عیسیٰ * * * * * فالْمَقْصُودُ
 من الآیة انه یقال شرع لکم من
 دینا تطایقت الانبیاء علی صحته
 و اقول یجب ان یکون المراد من هذا
 الدین شیاً مغایراً للتکالیف و الاحکام
 و ذلك لانها مختلفة متفاوثة
 قال تعالی لکل جعلنا ماثم شرعة
 و مغایراً یجب ان یکون المراد منه
 الامور التي لا تختلف باختلاف
 الشرائع و هی الامیان بالله و ملائکته
 و کتبه و رسله و الیوم الآخر و الامیان
 یوجب الاعراض عن الدنیا و الاقبالی
 علی الآخرة و السعی فی مکارم الاخلاق
 و الاحترار عن رذائل الاحوال و یحجز
 عندی ان یکون المراد من قوله ولا یستقر
 ای لا یستقر قوا بالالهة الكثيرة
 كما قال یوسف علیه السلام
 اآرباب متفرقون خیر ام الله الواحد

اس قول اور ایسی مانند کنی اور اقوال
 میں ان لوگوں کو اسلام کی طرف رجوع
 ان اصول کا نامی و محافظ ہے
 دعوت کی ہے اس دین سے وہ
 فروعاً و احکام علی مراد نہیں
 ہیں جن میں بہ مقتضائے وقت
 پہلے بھی تبدیل و تغیر واقع ہوتا رہا
 ہے۔ اور اسلام نے بھی کچھ تغیر
 و تبدل کیا۔ ان احکام کی نسبت
 دوسری آیت میں صاف ارشاد
 ہے کہ "تم میں سے ہر ایک کے لئے
 ہم نے ایک شریعت بنا دی ہے"
 ایسا ہی سلف سے حضرت ابن عباس
 (صحابی) اور مجاہد (تابعی) اور
 اون کے اتباع ائمہ اسلام انام رازی
 وغیرہ نے فرمایا ہے
 اور اس کے موید و مصدق یورپین
 علماء سے گارڈ فری بیکن اور صاحب
 مضمون رسالہ ایشیاٹک کو اور ٹری
 کے اقوال بصفہ (۱۳۵) و (۱۳۶)
 گذر چکے ہیں جن میں صاف تصریح

القهار وقال تعالى فما ارسلنا
من قبلك من رسول الا نوحي
اليه انه لا اله الا انا فاعبدون
واجتج بعضهم بقوله شرح لکم من
الدين ما وصى به نوحا على ان
النبي صلى الله عليه وآله وسلم
في اول الامركان مبعوثا بشريعة
نوح عليه السلام وللجواب
ما ذكرناه انه عطف عليه
سائر الانبياء وذلك يدل على
ان المراد هو الاخذ بالشرعية
المتفق عليه يمين الكل -
تفسير كبير ص ۳۹ ج ۷

ہے کہ دین اسلام اصلاح یافت
عیسائیت ہے اور اس کا مؤید ایک
مشغل مضمون ایک مشہور فاضل
یورپ کا نمبر ۵۸ ہین منقول ہوگا
جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ دین
اسلام اصلی عیسائیت ہے یہ کوئی
نیا مذہب نہیں ہے۔

ان اقوال کا یہی ہی مفاد ہے کہ
عیسائیوں کو چاہیے کہ دین اسلام کی
پیروی کریں نہ یہ کہ مسلمان موجودہ
کتب دین ہیود و نصاریٰ کے تابع
ہیں نہ ہو جاویں جیسا کہ اس وقت کے
ضعیف الاعتقاد بعض مسلمان سمجھے

میٹھے ہین۔ بالکل اس قول خداوندی میں مسلمانوں کو کتب ہیود و نصاریٰ
کی پیروی کا حکم نہیں ہوا بلکہ ہیود و نصاریٰ کو یہ حکم ہوا ہے کہ وہ دین اسلام
کی پیروی کریں۔

یہ اوں لوگوں کے دلائل قرآنیہ کی تشبیات ہین اب ایک دو مثالین انکی
دلائل حدیثہ کی نقل کر کے اوں کا جواب دیا جاتا ہے۔

اہلین دلیل

صحیح بخاری میں ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

عن ابن عباس قال كان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یجیب موافقہ اہل الکتاب فیما لم یؤمروا بہ وکان اہل الکتاب یسدون اشعارہم وکان المشرکون یفرقون رؤسہم فندل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ناصیتم ثم فرقا بعد۔
(بخاری ص ۶۷ وغیرہ)

ہاگ نکالا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل کتاب کی موافقت اختیار کی (یعنی ہاگ نکالنی ترک کر دی)۔

دوسری مثال - اسی صحیح بخاری میں صفحہ ۱۰۷، ۱۰۸ وغیرہ

عن البراء از النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان اول ما قدم المدینۃ نزل علی اجدادہ او قال اخوالہ من الازرار وانہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل بیت المقدس ستۃ عشر شہرا و سبعة عشر شہرا و کان یحب ان تکون قبلتہ قبل البیت وانہ صلی اللہ علیہ وسلم اول صلاۃ صلاھا صلاۃ العصر و صلی اللہ علیہ وسلم معہ قوم یخرج رجل من صلی اللہ علیہ وسلم علی اہل مسجد و معہ

منقول ہے کہ "آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو سولہ یا سترہ مہینے تک یہ دیوں کے قبلت المقدس کی طرف نماز میں استقبال کرتے رہے۔"

تیسری مثال - آپ مدینہ منورہ میں آئے تو آپ نے یہودیوں کو دعا مانگا کہ وہ دن روزہ رکھتے دیکھا آپ نے اس کا نسب پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ اس دن خدا تعالیٰ نے

ان امویین جن میں آپ کو خدا کی طرف سے کچھ حکم نہ ہوتا تھا اہل کتاب کی موافقت کو پسند کرتے تھے یعنی ان کی رسم و دستور کے موافق اور نہ کھیلانے۔ اسکی مثال ایک تو اسی حدیث بخاری میں صفحہ ۶۷، ۶۸ بیان ہوئی ہے۔ کہ اہل کتاب کے ہاں پشانی پر شکار گھا کرتے (جیسا کہ اب عوام انگریزوں میں دستور ہے) اور مشرکین کو منظر سر کے چھین

ہاگ نکالا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل کتاب کی موافقت اختیار کی (یعنی ہاگ نکالنی ترک کر دی)۔

دوسری مثال - اسی صحیح بخاری میں صفحہ ۱۰۷، ۱۰۸ وغیرہ

منقول ہے کہ "آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو سولہ یا سترہ مہینے تک یہ دیوں کے قبلت المقدس کی طرف نماز میں استقبال کرتے رہے۔"

تیسری مثال - آپ مدینہ منورہ میں آئے تو آپ نے یہودیوں کو دعا مانگا کہ وہ دن روزہ رکھتے دیکھا آپ نے اس کا نسب پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ اس دن خدا تعالیٰ نے

راکعون فقال اشهد بالله لقد
صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم
قبل مكة-

(بخاری ص ۱)

عن ابن عباس قال قدم النبي صلى الله
عليه وسلم المدينة فقرأ في اليهود
نصوم يوم عاشوراء فقال ما هذا
قالوا هذا يوم صالح هذا يوم
بجى الله بنى اسرائيل من عدوهم
فصامه موسى قال قانا احق
بموسى منكم فصامه وامر
بصيامه-

(بخاری ص ۳۹۵)

موسی (علیہ السلام) کو ورجون سے بچایا
تھا۔ اسلئے موسی (علیہ السلام) نے
اوس دن روزہ رکھا تھا۔ آپ نے

فرمایا۔ موسی (علیہ السلام) سے

موافقت کرنے کا میں تم سے زیادہ

حق دار ہوں۔ پھر آپ نے روزہ رکھا

اور لوگوں کو اس کا حکم دیا۔

اس قسم کی اور بہت سی مثالیں

ہیں جن سے اہل کتاب کی رسوم میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے موافقت کی ہے۔ اور جب کہ

رسوم و افعال میں اہل کتاب کی موافقت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

ثابت ہوئی تو اس سے ان کی کتب مذہب کی پیروی بطریق اول ثابت ہوئی

کیونکہ رسوم و افعال مذہبی کی اصل اصول و مخزن و منبع مذہبی کتب

ہوتی ہیں

الجواب

اس حدیث سے اور ان مثالوں سے جو اس حدیث کی تائید میں منقول ہوئی

میں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض

رسوم میں اون کی کتاب کی موافقت ظاہر کرنے میں ان لوگوں کے فعل و

قول پر اعتماد کیا یا اون کی کتابوں کے بیان کو واجب الاعتبار خیال فرمایا تھا۔ کیونکہ جائز نہیں کہ ان رسوم کا اصلی ہونا اور انیسائے سابقین سے صحیح و ثابت ہونا اپنی وحی الہی و لزوم نبوت جان لیا ہو۔ اور تحریف و تصرف ان کتاب سے ان کو محفوظ سمجھا ہو۔ اور اسی بنا پر ان رسوم کا اتباع کیا ہو۔ اور یہودیوں سے ان رسوم کی بابت استفسار اور اون کے بیان پر اپنی موافقت کا اظہار صرف یہودیوں کی تالیف قلوب اور استمالت کی نظر سے ہو۔ یہود کے قول و فعل اور ان کی کتابوں کے بیان پر آپ کا گہرا اعتماد نہ ہو۔

اس پر ایک روشن دلیل تو پہلے صفحہ (۶۹ و ۷۰) وغیرہ میں گزر چکی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کتابوں کے محرف ہونے اور اہل کتاب کے گمراہ ہونے کی خبر دی ہے اور کسی موقع پر اپنے عمل کے لئے کہی اوریت و انجیل کی طرف مراجعت نہیں فرمائی۔ اور نہ یہ مراجعت آپ کے بعد آپ کے صحاب و اتباع سے عمل میں آئی ہے۔ جس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ ان رسوم کی بابت یہودیوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا استفسار اور اسکے بعد اپنے تواتر کا اظہار بطور تالیف قلوب یہود تھا نہ اس وجہ سے کہ آپ کو ان کے بیان و کتاب پر اعتماد تھا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ ان رسوم سے بعض رسوم کی پیروی آپ پہلے ہی سے کیا کرتے تھے جبکہ آپ کے مخطیہ میں تھے۔ مدنیہ پہنچ کر یہودیوں اور

(۱) اس میں یہ اشارہ ہے کہ یہودیوں کو الزام دینے کی غرض سے ان کتابوں کی طرف رجوع کرنا۔ چنانچہ قصہ رحیم میں پایا گیا ہے اور وہ صفحہ ۱۷۷ پر منقول ہوا۔ عمل انکا نہیں ہے۔

اور ان کے مذہب و رسوم سے آشنا نہ ہوئے تھے۔ اس سے بھی بجز اس کے کہ وہ ظاہری استغفار و تواضع کا اظہار بغرض تالیفِ قلوب تھا نہ بچت حصولِ علم و اعتبار کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔

صحیح بخاری میں صفحہ ۶۸ صحیح مسلم میں صفحہ ۳۵ وغیرہ حضرت عائشہ سے

مروی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں

عن عائشہ قالت کانت قریش

نبوت میں عاشوراء کے دن قریش

نصوم یوم عاشوراء فی الجاہلیۃ

روزہ رکھتے انحضرت صلی اللہ علیہ

وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآر و سلم بھی کہ میں اس دن روزہ

و سلم یصومہ فلما ہاجر

رکھا کرتے۔ جب آپ مدینہ میں آئے

الی المدینۃ صامہ و امر بصلیامہ فلما

تب بھی آپ نے روزہ رکھا اور مسلمانوں

فرض شہر رمضان قال من شام صامہ

کو اس روزہ کا حکم دیا۔ اور جب

ومن شاء ترکہ۔

رمضان فرض ہوا۔ تو عاشوراء کا روزہ

و صحیح مسلم ص ۳۵

رکھنے نہ رکھنے کا اپنے مسلمانوں کو اختیار دیا۔

امام شوکانی نے فتح الباری سے نقل کیا ہے کہ قریش نے اس دن

روزہ رکھنا شاید پہلی شریعت ہو سکیا

قال فی الفتح اما صیام قریش

ہو۔ وہ اس دن کی کعبہ کو لباسِ پردہ

لعاشوراء فلعلہم تلقوہ من الشرع

وغیرہ سے مزین کرنے والے ہی اور

النسلف۔ کانوا یظنونه بکسوف

سے تعظیم بھی کیا کرتے۔

الکعبۃ وغیر ذلک۔

امام نووی نے ما زری سے

(نیل الاوطار ص ۱۲)

نقل کیا ہے کہ یہودیوں کا بیان لایق قبول و اعتبار نہ تھا۔ انحضرت

صلی اللہ علیہ وآر و سلم نے عاشوراء کو وحی الہی سے سچا جانا ہوگا۔

<p>یا ستواتر نقل سے آپ کو اسکا علم ہوا ہوگا۔</p>	<p>قال المازری خیر الیہود غیر مقبول فیحمل ان البتی صلی اللہ علیہ سلم ادری الیہ بصدقہ فیما قالوہ او تو اترعتہ النقل بذلک حتی حصل لہ العلم۔ (شرح مسلم ص ۳۵۹)</p>
--	--

دوسرا جواب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کا یہ فعل (توافق اہل کتاب) خواہ کسی نظر سے ہو اور کسی اصول پر
مبنی ہو آپ کا ابتدائی فعل تھا۔ اور آپ کا آخری فعل (جو فعل ابتدائی
سے عمل و اخذ میں مقدم ہے) اسکا مخالف ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم آخر ان رسوم و افعال میں اہل کتاب کا اختلاف کیا اور لوگوں کو
خلاف کا حکم دیا۔

پہلی اور دوسری مثال میں آپکا خلاف کرنا تو ان ہی حدیثوں میں پایا
جاتا ہے۔ جن میں ان مثالوں کا ذکر ہے۔ بخاری کی اس حدیث میں
جس میں ہر کے بال نکالنے کا ذکر ہے صاف تصریح ہے۔ کہ اس کے بعد
اپنے ہاتھ نکالنا اختیار فرمایا۔ اور حدیث استقبال بیت المقدس میں
صاف تصریح ہے کہ سولہ یا سترہ مہینے کے بعد آپ کو کعبہ کی طرف
تقبال کرنے کا حکم ہوا۔ تو آپ نے کعبہ کی طرف استقبال کیا۔

تیسری مثال میں یہودیوں کے خلاف کرنے کا ذکر صحیح مسلم کی
اس حدیث میں ہے جس میں آپ کا یہ ارشاد ہے کہ اگر میں

<p>قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لئن بقیت الی قابل</p>	<p>سال آئندہ جیتا رہا تو انہیں تاراج کر دوں رکھوں گا۔ امام احمد کی حدیث میں</p>
--	---

<p>اب کا یہ ارشاد مروی ہے کہ یہود کا خلاف کر و ایک دن عاشورہ سو پہلے روزہ رکھو ایک دن اس کے بعد۔ ایسا ہی اور ب سووم میں زمین بغرض تالیفِ قلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصل کتاب کی موافقت کی تھی بالآخر مخالفت</p>	<p>لا صوم من التاسع - رحیم مسلم فر ۳۵۹ وفی روایۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صوموا یوم عاشوراء فخالفوا الیہود - صوموا قبلہ یوماً وبعدہ یوماً - رواہ احمد (نیل الاوطار ص ۱۴۷ ج ۷)</p>
---	---

تاہت ہے۔

امام سیوطی نے کتاب توشیح میں فرمایا ہے جن امور میں آنحضرت

<p>صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے اہل کتاب کی موافقت کی اور پھر مخالفت اختیار فرمائی وہ یہ ہیں۔ (۱) بان لگانا۔ چکا خلاف آزمائش کھانے سے ہوا۔ (۲) خضاب ترک کرنا چکا خلاف فعل خضاب سے ہوا۔ (۳) عاشوراکا روزہ رکھنا۔ جس کا</p>	<p>الامور التي وافق صلی اللہ علیہ وسلم فیہا اهل الكتاب ثم خالفهم السدل ثم الفرق وترك صبغ الشعر ثم فعله وصوم عاشوراء ثم خالفهم بصوم یوم قبلہ وبعده لواء استقبال بیت المقدس ثم الکعبة وترك مخاطبة الحائض ثم المخاطبة بكل شیء الا الجماع وصوم الجمعة ثم النهی</p>
--	--

①

② اس باب میں آپ کا قول بھی صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے ان الیہود والنصار
لا یصغون فخالقوہم یعنی یہود و نصاریٰ خضاب نہیں کرتے تم ان کا
خلاف کرو۔

①

عنه والقیام بالجمازة ثم تركه -
 رتوشیم سیوطی حاشیہ
 بخاری (۱)

خلاف اس سے پہلے یا پچھلے دن کر
 روزہ کے حکم سے ہوا۔
 (۲) بیت المقدس کا نماز میں استقبال
 کرنا جس کا خلاف حکم استقبال

کتبہ سے ہوا۔

(۵) حیض والی عورت سے پرہیز کرنا جس کا خلاف اس حکم سے ہوا کہ بجز
 فعل خاص حیض سے پرہیز کا احتیاط کر دو۔
 (۶) خاص جمعہ کے دن روزہ رکھنا اس حکم کا خلاف اس روزہ کی امانت
 سے ہوا۔

(۷) جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہو جانا۔ آخر یہ فعل متروک ہوا۔

اعتراض

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تبدیلی روش موافقت
 اہل کتاب پر شاید کوئی یہودی یا عیسائی یا کوئی مسلمان اون کا بھائی یہ
 اعتراض کرے کہ اہل کتاب کی موافقت (خواہ کسی غرض سے یا کسی
 اصول پر مبنی ہو) جائز تھی تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخالفت
 کیوں اختیار کی۔ اس تبدیلی میں تو (معاذ اللہ) آپ کی کوئی خود غرضی اور
 بے ضابطی پائی جاتی ہے۔

(۱) اس باب میں آپ کا قول ترمذی میں منقول ہے "فما القوهنم" یعنی

قیام میں یہودیوں کا خلاف کر دو۔

جواب

اسکا جواب یہ ہے کہ اس تبدیلی میں نہ آپ کی بے غلطی ہے نہ خود غرضی بلکہ حکمت و کمال احتیاط پائی جاتی ہے اور اس میں عامہ خلائق کی (جن میں یہود و مسلمان سب داخل ہیں) نفع رسانی مد نظر حضرت رسالت پناہ تھی۔

آپ نے پہلے تو یہودیوں کی نفع رسانی چاہئے اور دین اسلام کی طرف جو سب انبیاء علیہم السلام کا دین ہے۔ اون کی دعوت کی۔ اور اون کو پہلے بتلایا اور سمجھایا کہ ہم تم سب ایک ہیں ایک دین یعنی ابواہی موسوی عیسوی اور مجھری کے اتنے والے۔ ایک خدا کے پوجنے والے۔ آؤ ہم تم ملکر ایک خدا کی عبادت کریں۔ اور کسی کو اُس کا شریک نہ بناؤ میں اور ایک دوسرے کو

قل یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمۃ
سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد
الا الله ولا نشک بہ شیئاً ولا
یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من
دون الله -

(سورۃ آل عمران ۶۴)

اپنا رب نہ سمجھیں

اس وحدت اعتقاد و مذہبی اتحاد کو آپ نے عملی طور پر یہی ثابت کر دکھایا کہ بعض رسوم میں ان سے اتفاق ظاہر کیا۔ اون کے کعبہ کا استقبال کیا اون کا معمولی روزہ رکھا وغیرہ وغیرہ۔ تاکہ ان لوگوں کو دین اسلام کی طرف رغبت ہو اور وہ اوس میں داخل ہو کر کفر و شرک کے عمل و اعتقاد سے باز آویں۔ مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ ان میں سے کچھ لوگ حکیمانہ نسخہ لے کر آئے اور ان پر اثر کم کیا۔ تھوڑے لوگوں نے اون میں سے اسلام

قبول کیا۔ اور بہت لوگوں کا کفر و شرک اور محرف دین پر اصرار بڑھتا گیا۔

ع مرض بڑھتا گیا جون جون دو اکی

اور آئندہ اون کی ہدایت سے خدا تعالیٰ نے آپ کو یہ کہہ کر ناامید کر دیا کہ وہ

لوگ تجھ سے (اسے میرے رسول)

ہرگز خوش نہ ہوں گے۔ جب تک تو

اون کی ملت (کفریہ شرکیہ مخلوطہ و

ولن ترضی عنک الیہود ولا النصارى

حقى تتبع ملتہم۔

(سورۃ بقرہ ۱۲۶)

مخرفہ) کا تابع نہ ہو جائے۔

تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نسخہ کو بدل دیا اور بجا

اتفاق اُن سے اختلاف کو حکمت و ہدایت سمجھا۔

اس میں آپ نے مسلمانوں کی بہرہ رومی و ہدایت و خیر خواہی و صیانت کو

پیش نظر رکھا اور بالقائے ربانی یہ خیال فرمایا کہ وہ لوگ تو دین اسلام میں

آنے سے رہ چکے اور اپنے کفریات و شرکیات میں پھنس گئے ہیں۔ ایسا

نہو کہ اون سے نہ یہی سیل جول رکھنے اور بعض رسوم میں اون کی موافقت

کرنے سے ناواقف مسلمان دھوکے میں آجائیں اور اون کو دینی شرکا

سمجھ کر اون کے کفریات و شرکیات و بدعات کی پیروی بھی کرنے

لگیں۔

اس حکیمانہ شیقہ خیال سے (جو القائے ربانی سے تھا) آپ نے مسلمانوں

کو یہ حکم دیا حکمت و مصلحت و نصیحت کے وہ ان رسوم میں اون کی موافقت

سے بچیں۔ اور اون کو گم کردہ راہ سمجھ کر کسی امر دین میں جو اون کو مخصوص

ہو ان کی موافقت نہ کریں۔ خدا انکی رسوم کا نعم البدل بیت المقدس

کے بدلے کعبہ۔ عاشورا کے بدلے رمضان و علی ہذا القیاس) اون کو عطا

قراویا ہے۔ اور جو توبہ اون کی رسوم کی پیروی میں حاصل ہونا تھا اس سے بڑھ کر اسلامی رسوم کی پیروی میں اون کو لینگا۔

اون کی رسوم کی پیروی میں جس شجر کی توقع تھی وہ اب نہیں رہی اور اس سے بڑھ کر اون کی حضرت خوف دلا رہی ہے۔ لہذا اون کی موافقت سے مخالفت بہتر ہے و شجر خیر کثیر و برکت۔

اس کی نظیر اس شفق طیب یا ڈاکٹر کا مختلف فعل ہے جو پہلے ایک زخم یا دانہ دینلی کی (جو اوس کے یا اوس کے پیارے دوست یا بھائی کے عضو میں پیدا ہو جاتا ہے) درستی اور اچھا کرنے میں دلی کوشش کرتا ہے۔ پہلے اوس کو پکاتا ہے۔ پھر پھوٹ جانے پر اوسکی پیپ دھونے میں اپنے پاکیزہ ہاتھ کو آلودہ کرتا ہے اور اوس کے اندال کے لئے اوس پر قیمتی مرہم لگاتا ہے مگر جب زخم اچھا نہیں ہوتا اور اوس میں آکلہ (گوشت خوردہ) کا تیز مادہ پیدا ہو جاتا ہے اور اس سے باقی بدن کے گلنے اور سڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے تو وہ اوس عضو کو بدن سے کاٹ ڈالتا ہے۔

دوسری نظیر۔ ایک شخص دریا میں بہا جاتا ہے ایک جوان مرد اور ہمدرد اوس کے نکلنے اور بچانے کو دوڑ کر اوس کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے اور بہہ تن کوشش کرتا ہے کہ وہ اوس کو کھینچ کر باہر نکال لے۔ مگر جب وہ دیکھتا ہے کہ وہ بد نصیب بڑا بوجھل ہے یا اوس کو کوئی چیز دریا میں کپڑے ہوئے ہے یا کھینچ رہی ہے اور اوس ہمدرد و جوان مرد کی طاقت اوس کی مقاومت نہیں کر سکتی بلکہ وہ اوس کو نہ چھوڑے تو اسکو بھی دریا میں بہانے کو تیار ہے جس سے اوس کے ڈوب جانیکا اندیشہ

ہے تو وہ اوس کا ہاتھ چھوڑ دیتا ہے۔

اس ستر تبدیلی کو معتز ضنین سمجھتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس تبدیلی کے سبب خود غرضی بے ضبطی کا گمان نہ کریں گے و باعتراف قصد حکمت و نفع۔ ان عبارت خلافت اپنے اعتراض کو واپس لین گئے۔ وہ اوس سے محروم رہیں گے تو اصل اسلام نسخ الاعتقاد تو اوس سے نفع اٹھائیں گے اور کسی مومنوں کے دھوکے میں نہ آئیں گے۔ اس ستر کو وہ لوگ بھی خیال میں لاویں اور اس سے نفع اٹھادیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صادق پیرو کہلاتے ہیں اور بے چون و چرا تسلیم احکام اسلام کے مدعی ہیں و معہذا وہ نہ صرف دنیاوی بلکہ مذہبی امور میں رسوم و قوانین اقوام غیر کی تقلید کرتے ہیں اور ان امور میں رسوم و قوانین مجوزہ و مقررہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی نہیں کرتے۔

شادی اور ماتم نین وہ رسوم خود کے پیرو ہیں۔ اور معاشرت میں وہ انگریزوں کے تیج۔ ان ہی کے قوانین و آئین کے مطابق وہ اپنی مجالس و عطا و شورش میں عمل کرتے ہیں۔ ان ہی رسوم و قوانین پر وہ اپنے دنیاوی کام بجالاتے ہیں۔ اور یہ نہیں سوچتے کہ ان امور دینی و دنیوی کے متعلق ہمارے مادی نبی عربی نے کیا رسوم و قوانین قائم کئے ہیں۔ ہم ان رسوم و قوانین کی پیروی کے امور میں با رسوم ہنود اور انگریزوں کی پیروی کے مازوں۔

ان رسوم کی تفصیل اس مقام پر جتنی ہے۔ اس باب میں ہم انشاء اللہ تالی مستقل مضامین شائع کریں گے۔ شاید وہ لوگ اس سے

نفع اور مٹا دین اور پور و پین طریق کی پیروی چھوڑ کر طریق محمدی کو اپنا مسلک بناوین - والند الموفق *

بالجملہ حدیث و مقدمات زیر بحث سے اہل کتاب کی رسوم و عادات اور ان کی کتب و روایات کی پیروی کی اجازت ثابت نہیں ہوتی - بلکہ اس پیروی کی ممانعت ان سے ثابت ہوتی ہے -

نوبن دلیل

بخاری کی حدیث میں آیا ہے کہ بنی اسرائیل کی حکایات یا روایات کو حدیثاً عن بنی اسرائیل ولا حجج -

نقل کرواوس میں کوئی تنگی یا گناہ نہیں ہے -

اس حدیث سے شاید وہ لوگ روایات و حکایات بنی اسرائیل کی صداقت نکالیں اور یہ کہہ دین کہ اصل کتاب کی روایات صحیح و صادق نہ ہوتیں تو ان کی نقل و روایت مسلمانوں کو جائز ہوتی - کیونکہ کذب کی نقل و روایت اسلام کے رو سے جائز نہیں ہے *

الجواب

جھوٹی بات کی نقل و روایت اگر اس بیان کے ساتھ ہو کہ وہ بات غلط یا کذب ہے تو اس کا نقل کرنا گناہ نہیں اور نہ اس طور پر اس کی نقل صحیح صداقت ثابت ہوتی ہے "نقل کفر کفرہ باشد" کا مقولہ یہی

وہ جو کہ کتاب ہے اور اس میں کفر کے کفر ہونے کا بیان مشروط و ملحوظ ہے۔ پس اگر اس حدیث سے علم نقل روایات اہل کتاب کی اجازت مراد ہے تو اس میں یہ شرط ملحوظ ہے کہ اہل کتاب کی غلط اور دروغ آمیز باتوں کو نقل کر سیکے وقت اون کا غلط اور دروغ ہونا بھی ظاہر کریں۔ پس اس اجازت نقل سے ان روایات کی صداقت ثابت نہوی اور اس حدیث سے ان لوگوں کی احتجاج ہل موی اس شرط و قید (کذب ہونے کے بیان) کا مراد و ملحوظ ہونا وہ لوگ تسلیم نہ کریں تو یہ کہا جائیگا کہ اس حدیث میں ہر ایک روایت و حکایت بنی اسرائیل کو نقل کرنے کی اجازت نہیں ہے تاکہ اس سے اون کی جملہ روایات کی صداقت ثابت ہو بلکہ خاص کر اون ہی روایات کی نقل و بیان کی اجازت ہے جن کی صداقت اہل اسلام کو ثابت ہو اور اون کا کذب نہ ہونا بشہادت قرآن وغیرہ دلائل مسلمہ اسلام اون کو معلوم ہو۔

اس شخص پر دلیل یہ ہے کہ جس رسول مقبول کی حدیث مذکور میں اون کی روایات کے نقل کی اجازت پائی جاتی ہے اسی کے کلام میں اور اس کے بھیجنے والے (خدا عزوجل) کی کلام میں صاف اور صریح طور پر آچکا ہے۔ کہ اہل کتاب نے اپنی کتب و روایات میں جھوٹ ملا دیا ہوا ہے اور فسق اور کنا شمار

وان منہم لفریقا یلون السنتم بالکتاب	ہو گیا ہے۔ اور یہ بھی اون کی کلام
لتحسبون من الکتاب وما ہوں من الکتاب	میں ارشاد ہے کہ جب تمہارے پاس
ویقولون ہوں عند اللہ وما ہوں	کوئی فاسق خبر لاوے تو تم اس کی
عند اللہ ویقولون علی اللہ الکذاب	تحقیق کرو۔ یعنی بلا تحقیق یا بلا انکار
وہم لعلون۔	اس کو نقل نہ کرو اور نہ اس سے

کوئی نتیجہ نکالو۔

(ال عمران رکوع ۸)

منهم المؤمنون والکذم الفاسقون -
 (آل عمران ۱۱۶)
 یا ایہا الذین آمنوا اذا جاءکم
 فاسق بینا فتنوا
 (سورۃ الحجرات ۱۶)

اس حدیث کو ان ارشادات
 کے ساتھ ملاحظہ کرنے سے صاف
 سمجھ میں آتا ہے کہ اہل کتاب کی
 ہر بات و روایت کو نقل کرنا جائز نہیں
 ہے اور اس حدیث میں جو نقل و روایت

کی اجازت موجودہ اور ان ہی روایات سے مخصوص ہے جن کی صداقت مسلمانوں
 کو معلوم ہو اور ان کے کذب نہ ہونے پر شہادت قائم ہو۔

فتح الباری و قسطلانی شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کی شرح

عن عبد اللہ بن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یغواضی لوائتہ
 وحدثوا عن بنی اسرائیل بما وقع
 لهم من الاعاجیب واز استحال
 مثلہا فی ہذہ الامۃ کذول
 النار من السماء لاکل القران بما
 لا یقلون کذبه ولا حرج لاضیق
 علیکم فی الحدیث عنہم لانه
 کان علیہ السلام زجرہم عن
 الاخذ عنہم والنظر فی کتبہم قبل
 استفرار الاحکام الدینیۃ والقوا
 الاسلامیۃ خشیۃ الفتنۃ ثم
 لما زال المحذور اذن لهم او ان
 قولہ اولاً حدثوا صیغۃ امر تفضی

میں لکھا ہے کہ اس سے وہ عجائب و
 غرائب مراد ہیں جن کا ظہور اس امت
 میں عادیہ محال ہے جیسے قرآن کو جلا
 کے لئے آسمان سے آگ کا اترنا
 مگر ایسے عجائبات بھی ایسے ہونے
 چاہئیں جن کا کذب نہ ہونا معلوم

ہو۔
 اس شرط کے ساتھ نقلی روایت کی
 رفع حرج و اجازت کی وجہ یہ ہے کہ
 اوایل اسلام میں جبکہ احکام دین
 اور قواعد اسلام کا تقرر نہ ہوا تھا اولیٰ
 روایات کو بیان کرنا اور ان کی
 کتابوں کو دیکھنا اس خوف سے کہ

تعمیل احکام تہمت و تہلیل کی نسبت اسلامی اعتقاد

لوجوب فاشار الی عدمہ و
ان الامر للاباحة بقوله ولا حرج
ای فی ترک التحدیث عنہم او المراد
رفع الحرج عن الحاکی لما فی اخبارہم
من الفاظ مستثناة کفقہم اجعل
لنا اھا واذهب انت وبعث
(فسطانی ص ۱۱۶ و ۱۱۷ ج ۵)

ما واقعہ مسلمانوں کے خیالات و
طرفی مسائل کے شغل سے گڈ بڑھ جائیگی
ممنوع ہو گیا تھا اور جب قواعد اسلام
کا اقرار ہوا۔ اور وہ حرف و درہوا
تو یہ نسل مباح ہو گیا۔ یا اس اجازت
دینے سے یہ مراد ہے کہ اون کی بری
باتوں کو تو جیسے اون کا یہہ قول کہ

اسے موسیٰ جیسا اون کا بیوہ ہے تو ہم کو بھی بناوے یا یہہ قول کہ تو اور تیرا رب
اون سے بڑا وہم تو یہاں بیٹھے ہیں، نقل کرنا گناہ نہیں ہے۔
مرقاۃ الصحیح و حاشیہ علیہ من الی و او وین لکھا ہے۔ امام

حدوثاً عن بنی اسرائیل قال
للخطابی لیس معناه الرخصة فی
الکذب ولكن معناه الرخصة
فی الحدیث عنہم علی معنی البلاغ
وان لم یحقق صحة ذلك بنقل
الاستاد و ذلك لانه امر قد
تعرضت اخبارہم لبعث
المسافة وطول المدة وقوع
الفترة بین زمانی النبوة بخلاف
الحدیث عن النسبی صلی اللہ
علیہ وسلم فانه لا یجوز الا بنقل

خطابی نے فرمایا ہے کہ اس حدیث
میں جھوٹی روایات کی نقل کی
اجازت مراد نہیں ہے اس حدیث
کے معنی یہ ہیں کہ بنی اسرائیل کی
مثنی سناٹی باتوں کو رگو اون کی
استاد معلوم نہ ہو، نقل کرنا جائز
ہے۔ کیونکہ اون کی روایت
میں بعد مسافت اور درازی مدت
کے سبب اس کا کمالاً مشکل ہے۔
بخلاف حدیث بنوی کہ جس کی نقل
کرنے کے وقت اس کی تلاش و تحقیق

<p>الاسناد والتثبت وطه زاد الدر اور دي في هذا الحديث وحدثوا عني ولا تكذبوا علي رواه الشافعي ومعلوم ان الكذب علي بنى اسرائيل لا يجوز بحالة فانما اراد بقوله وحدثوا عني ولا تكذبوا علي اي لا تجوزوا من الكذب علي بان لا تحدثوا عني الا بما يصح عندكم من جهة الاسناد الذي به يقع الخبر عن الكذب علي انتهى والخرج في الاصل الضيق ويقع علي الاثمة والحدام - قال بعض العلماء الو او في قوله ولا حرج للحال ومعناه حدثوا ما لم يكن منه حرج والخرج ههنا الكذب سمي حرجا لادائه العذاب الله الذي حرج (مقالة الصعود حاشيتن ابى داؤد جلد ۲) ^{۱۵۹}</p>	<p>ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس حدیث میں در اور دی کی روایت میں یہ جملہ بھی آیا ہے کہ مجھ سے روایت کرو تو مجھے جھوٹ نہ باندھو۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ جھوٹ باندھنا تو بنی اسرائیل پر بھی جائز نہیں ہے۔ لہذا اس حدیث سے یہی مراد ہے کہ جو حدیث مجھ سے نقل کرو اس کی اسناد دیکھ لیا کرو۔ جس سے کذب سے بچنا ممکن ہے۔ بخلاف روایت بنی اسرائیل کہ اس میں اسناد کا دیکھنا مشکل ہے۔ حرج سے (جس کی اس حدیث میں فقہی ہوئی ہے) تنگی مراد ہے۔ گناہ یہہ لفظ بولا جاتا ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ جملہ "لا حرج" میں واو حالیہ ہے۔ اور اس حدیث کے یہہ معنی ہیں کہ بنی اسرائیل کی روایات اور حالت میں نقل کرو کہ ان کی نقل میں</p>
--	--

گناہ لازم نہ آوے یعنی جھوٹ بولنا نہ پڑے۔

اسی قسم کے اور ولاییل نہیں جن سے یہ لوگ اپنے تئیں خیال پتلا
 کرتے یا کر سکتے ہیں۔ ان کی تفصیل و جواب میں بہت تطویل ہوتی ہے

اور ان چند مثالوں سے جو بیان ہوئی ہیں ناظرین ان دلائل کا جواب بھی سمجھ سکتے۔ اور ان کی ایسی دلیل کوئی نہیں جس کا جواب ہماری اجوبہ میں ادا نہ ہوا ہو۔ اور اوس میں صریح طور پر یہ بیان ہوا ہے کہ قسم سوم یا نوع دوم قسم دوم احکام تورات کی پیروی مسلمانوں پر واجب ہے۔ یا ان کتابوں کی طرف بلا تفصیل مذکورہ مراجعت مسلمانوں کا فرض ہے۔ یا ان کتابوں کی ہر ایک بات یا حکم واجب العمل ہے۔

ہمارے ان طولانی (مگر باطل) مباحث سے بخوبی ثابت ہوا کہ تعمیل احکام تورات و انجیل کی نسبت جو اعتقاد اہل اسلام میں متواتر چلا آتا ہے (جس کا ذکر صفحہ ۵۵ میں ہے) وہ صحیح اور باطل ہے۔ اور اوس کے برخلاف جو آجکل کے مسلمانوں نے نیا اعتقاد نکالا ہے (جس کا بیان صفحہ ۵۶ میں ہے) وہ کتاب و سنت تعادل و تواتر سلف امت کے مخالف ہے۔ اور تورات و انجیل وغیرہ کتب اہل کتاب بلحاظ غسل و تک قرآن کے برابر نہیں ہیں اور مسلمانوں کو قرآن کی مانند ان کتب کی تلاوت اور دینی ضروریات میں ان کی طرف مراجعت اور اپنے قیام و حوادث میں ان سے قوی لینا اور بلا واسطہ شہادت قرآن الٰہی کسی بات پر اعتماد کرنا جائز نہیں ہے۔

ان مباحث میں ان کتب کا حدیث صحیح سے مقابلہ نہیں کیا گیا اور نہ حدیث صحیح کا بلحاظ عمل و اعتبار ان کتب سے عدم ہونا جبکہ ادا صفحہ ۵۶ میں ہوا ہے نصوحیت و تصریح کے ساتھ بیان ہوا ہے مگر یہ امر ان کتب کے حالات تحریف و عدم محفوظیت سے (جو بیان ہوئے ہیں) ثابت و مفہوم ہوتا ہے۔ و معہذا اس امر پر خانہ میں جو ذیل میں مرقوم ہے خصوصیت

کے ساتھ تصحیح ہوگی اور یہ بات ثابت کی جائے گی کہ احکام و اخبار قسم سوم و نوع دوم قسم دوم ان کتب کا رتبہ حدیث صحیح کے برابر بھی نہیں ہے۔ *

خاتمہ

خاتمہ میں تین امور کا بیان پیش نظر ہے۔

امر اول - جسکے بیان کا وعدہ صفحہ ۱۶۳ میں ہوا تھا ہے کہ تحریف نطفی عہد قدیم و جدید میں اہل کتاب کے عذرات کیا ہیں اور اہل اسلام کی طرف سے اون کے جوابات کیا ہیں۔

امر دوم - جسکے بیان کا وعدہ صفحہ ۱۶۳ میں ہوا تھا ہے کہ قرآن کی کیفیت جمع و تالیف سے اہل کتاب کیا نتائج نکالتے ہیں اور اس پر وہ کیا اعتراض کرتے ہیں اور اہل اسلام کی طرف سے اون کا کیا جواب ہے۔ *

امر سوم - جسکے بیان کا وعدہ اب صفحہ ۲۱۰ و ۲۰۹ میں ہوا ہے کہ ان کتابوں کے احکام یا اخبار قسم سوم و نوع دوم قسم دوم کا رتبہ حدیث صحیح کے برابر بھی نہیں ہے۔

بیان امر اول

تحریف نطفی میں جو عذرات پیش کئے جاتے ہیں وہ تین ہیں - اناجملہ

اور تو اہل کتاب نے پیش کئے ہیں اور قسرا ایک اہل اسلام نے۔
 اول یہ کہ جن الفاظ کے سبب اہل اسلام نے ان کتب میں تحریف کا دعویٰ
 کیا ہے۔ یہ افلاط کا تب ہیں۔

دوم یہ کہ از انجیل جو الفاظ باہم مختلف ہیں اور ان کے اختلاف کے
 سبب اہل اسلام ان میں تحریف کا گمان کرتے ہیں وہ قرأت
 مختلفہ ہیں جو مضمون و ہدایت میں باہم متفق ہیں جیسا کہ قرآن کی
 قرأت مختلفہ میں۔ جسے اہل اسلام تحریف قرآن تجویز نہیں کرتے

تیسرا عذر جو اس وقت کے ایک مسلمان (صاحب تبیین الکلام) نے
 کیا ہے وہ یہ ہے کہ جو الفاظ یا فقرات ان کتابوں میں اپنی طرف سے بڑائی
 گئے ہیں وہ تحریف لفظی میں داخل نہیں ہیں وہ جعل و وضع سے قسم
 کے ہیں اور قسم غلط نہیں۔

اختلاف قرآن کی تجویز کا ذکر گاؤ فرمی بیکنس کی کتاب کے فقرہ - ۱۹۲ میں
 ہے جو صفحہ (۱۵۴) منقول ہے۔

غلطی کتابت کی تجویز کا بیان مارن صاحب کی کلام ذیل میں ہے * *
 * * مارن صاحب اپنے انٹروڈکشن میں صفحہ (۳۱۴) بحوالہ
 ڈاکٹر ہٹلی لکھتے ہیں - "اب کوئی ایک نسخہ قلبی یا چھاپہ کا مقدس
 لکھے والوں کی اصلی کتاب کے مطابق نہیں ہے۔ مگر سب کتابوں میں
 پھیلے ہوئے اور متفرق ہوئے ہوئے ہیں اور یہ کتابیں بلاشبہ وہی
 کتابیں ہیں یہاں تک کہ غلط سے غلط قلبی نسخہ میں بھی جو اب موجود ہے
 کوئی بات مذہب کی یا تہذیب اخلاق کی یا نصیحت کی
 بدلی نہیں گئی۔ اور نہ اس میں سے کم ہوئی ہے۔"

اس عبارت کو صاحب تبیین الکلام نے صفحہ ۹۷ تبیین نقل کیا اور اسکے بعد کہا ہے اور نیز علامہ شیخ اقبال سے بخوبی روشن ہو کر کتب مقدسہ نقل ہوئے غلط اور آپس میں مختلف ہو گئی تھیں اسکے بعد صفحہ ۹۸ کہا ہے۔
 ماہرن صاحب ہے ہیں کہ عہد عتیق اور عہد جدید کی کتابیں اور دیگر تمام قدیمی تحریریں عموماً بذریعہ نقل کے ہر ایک پاس ہیں اور مروج ہوئی ہیں اسلئے ممکن نہ تھا کہ اون میں غلطیاں داخل نہ ہوتیں اور مجتہد کثرت سے کتابیں بڑھیں اسلئے غلطیاں ان میں پڑیں اور اختلاف عبارت ان میں پیدا ہوئے۔

تیسرے حذر کی تفصیل میں صاحب تبیین الکلام لکھتے ہیں۔ ہمارے مذہب کے بعض علماء علویوں نے کتب مقدسہ میں پہلی تین سیموں کی تحریف کا ہونا بھی مانا ہے۔ انکی رائے کی بنیاد تین باتوں پر ہے ایک یہ کہ وہ لوگ آیات کو بھی اگر کوئی شخص خود کو ہی رسالہ لکھے اور اسکو بطور جھوٹ کر کسی سنی پیر یا جواری کے نام مشہور کرے تحریف میں داخل کرتے ہیں دوسرے یہ کہ ان کو معلوم ہوا ہے کہ بعض یوں نے بعض جگہ قصداً تحریف لفظی کی ہے جیسے کہ سار لویوں نے درس ۱۴ باب ۲۲ کتاب استنشاہ میں سچا جو میاں کے پہاڑ (کرگندم کا پہاڑ) بنا دیا ہے تیسرے یہ کہ بعض منیر اسیحوں کی نسبت ہے انکو تحریف لفظی کرنا ثابت ہوا ہے (اسکی تمثیل میں صاحب تبیین نے اخیل لوقا و تسی کے وہ الفاظ نقل کئے ہیں جو ماہرن صاحب کی کلام میں صفحہ ۵۸ اور ۵۹ اور ۶۰ پر منقول ہوئے)۔ اس کے بعد کہا ہے۔

مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں دلیلیں ان لوگوں کی ٹھیک نہیں ہیں اور قرآن مجید میں جس تحریف کا ذکر آیا ہے اس سے کچھ علاقہ نہیں رکھتیں کیونکہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اپنی طرف سے کوئی رسالہ لکھ کر کسی سنی پیر یا جواری کے نام مشہور کرنا وہ تحریف نہیں ہے

(۱) کتب مقدسہ میں اپنی طرف سے کچھ لانا (۲) ان کتب سے کچھ گنا (۳) ان کے الفاظ کو بدلنا۔ (۴) یہ

بلکہ سر سے موضوعات میں داخل ہے اور کسی شخص نے کسی نسخہ میں تحریف لفظی کی تو اس سے عبارت قرآن مجید میں بحث نہیں ہو بلکہ ہمارے قرآن مجید میں اس تحریف سے بحث ہو جو عوام پروردگار اور عیسائیوں میں رائج ہو گئی تھی بعض منیہ دار علماء مسیحی نے اگر کچھ لفظی تغیر و تبدیلی کی تو وہ بھی وہ تحریف ہے کہ قرآن مجید میں ذکر ہے مگر نہیں ہو سکتی کہ چونکہ وہ لوگ یقینی جانتے تھے کہ اس کے صحیح اور اصلی اور پھر معنی وہی ہیں حطاح منہ لفظوں کو بدلنے سے حالانکہ قرآن مجید میں جس تحریف کا ذکر ہے وہ ایسی تحریف نہیں بلکہ وہ اس تحریف کا ذکر ہے جو وہ لوگ جانتے تھے کہ صحیح اور سچا اور اصلی مطلب یہ نہیں ہے جو ہم بیان کرتے ہیں اور پھر دیدہ و دانستہ اس میں تحریف کرتے تھے

ان عذرات کے جوابات

عذر اول و دوم کا جواب

یہ دونوں عذر مجدد ڈیرہ لاکھ یا تیس ہزار امثلہ تحریف کے جنکو اختتام مباحثہ دینی پادری فندرا اور تحقیق الایمان و نہایت المسلمین پادری عماد الدین نے رقم نمبر ۱۹۲۲ کتاب گاڈ فری بیکنس منقولہ ص ۱۵۵ میں حکیم کر گیا اس الفاظ میں چل گئے ہیں جن میں ہم اتفاق ممکن ہے اور ان کے اصل مطلب کو اصول دین و ایمان سے مخالفت نہیں ہے۔

اور جو امثلہ تحریف ہم نے ذکر کئے ہیں ان میں یہ عذر ہرگز نہیں چل سکتے۔ اور نہ ان کو غلطی کتابت یا اختلاف قرارت پر محمول ہونے دیتے ہیں (حضرت لوط علیہ السلام کا شراب پیکر بیٹیوں سے نہا کر نیا مارون علیہ السلام کا بانی گو سالہ پرستی ہونا یا حضرت داؤد علیہ السلام کا نسل زنا سے پیدا ہونا یا تین خدا کا ایک ہونا یا حضرت مسیح علیہ السلام کا خدا ہونا یا اوس بے گناہ کا خدا یا فرزند خدا ہو کر تمام گناہگاروں کے بدلہ سزا یا سب

ہونا وغیرہ وغیرہ کیونکہ غلطی کتابت یا اختلاف قرات پر محمول ہو سکتا ہے۔

کوئی عاقل مفسر اہل کتاب ہو خواہ اہل اسلام یہ نہیں کہہ سکتا کہ ایک قرات میں خدا کا تین ہونا ثابت ہے ایک میں ایک ہونا۔ یا ایک قرات میں حضرت داؤد ہی علیہ السلام کا نسل زنا سے ہونا اور جماعت خدا سے خارج ہونا بیان ہوا ہے دوسری قرات میں اون کا نبی برحق ہونا اور تخم زنا سے بری ہونا یا ایک قرات میں حضرت لوط علیہ السلام کا بیٹہ ان سے زنا کرنا وارث ہے دوسری میں زنا سے بری ہونا و علیٰ ہذا القیاس اور نہ کوئی یہ تجویز کر سکتا ہے کہ ان باتوں کے بعض الفاظ کتابت کی غلطی سے ہیں بکراؤن کا اصل مدعا صحیح ہے۔

اہل کتاب ان باتوں کی نسبت یہ تجویز کریں تو اون کو اختیار ہے۔ مگر سب تکلی کتاب مقدس (قرآن) نے ان باتوں کو کذب اور محرف ہونے پر شہادت دی ہے۔ ان باتوں کو اختلاف قرات پر محمول کر کے صحیح نہیں کہہ سکتے اور نہ بعض الفاظ کو صرف غلطی کتابت قرار دیکر اون کے اصلی مطلب کو صحیح کہہ سکتے ہیں۔

اور یہ مضمون خاص مسلمانوں ہی کی ہدایت اور فہمائش کے لئے معرض تحریر میں آیا ہے اہل کتاب سے اس مضمون میں خطاب نہیں ہے اور نہ انکی تاویلات و تجویزات سے بحث ہے۔

تیسرے عذر کا جواب

اگر یہاں صرف نقلی نزاع ہے اور ان باتوں کا منفری و موضوع ہونا صاحب

بتیین کے نزدیک مسلم ہے تو ہم اہل ان مفتریات پر لفظ تحریف کا اطلاق نہیں کرتے۔ اور اہل ان مفتریات کی نظر سے یہ کہتے ہیں کہ ان کتب میں اہل کتاب کی جعل و وضع و بناوٹ کا دخل ہے۔ اس لئے قسم سوم و نوع دوم قسم دوم کی نسبت مسلمانوں کا وہ اعتقاد ہے جو بصرفہ (۶۴ و ۶۸) بیان ہوا۔ صاحب بتیین نے جو یہ کہا ہے کہ جو تبدیلات بعض و سیدارون سے ہوئی ہیں وہ اسلئے تحریف میں داخل نہیں کہ وہ لوگ انہیں الفاظ کو صحیح سمجھتے تھے جنکو وہ ہونے لے از خود داخل کیا تھا اور قرآن میں اوس تبدیل کو تحریف کہا گیا ہے جس میں اہل تبدیل کو علم ہو کہ جو الفاظ ہم نے بدلے ہیں وہ اصلی نہیں ہیں وضعی یا کذب ہیں۔ یہ بعض معاذ ہے جن و سیدارون نے الفاظ تورات و انجیل کو از خود اس غرض سے بدلا دیا تھا کہ وہ کسی اعتراض کو دفع کریں یا کوئی اور مدعا اوس سے نکالیں وہ خوب جانتے تھے کہ اصل الفاظ اور میں ہم ایک خاص غرض سے اون کو بدل رہے ہیں۔ صاحب بتیین الکلام کو خدا جانے اس بات کا کہان سے الہام ہوا ہے کہ وہ لوگ اپنے بڑے ہوئے الفاظ کو اصلی اور صحیح سمجھتے تھے۔ ظاہر قرآن تو یہ کہہ رہا ہے کہ وہ یہی الفاظ بدلانے والے یہ جانتے تھے کہ ہم جو بول رہے ہیں اور الفاظ کتاب کو بدل رہے ہیں اب مسلمان خدا کی بات مانیں یا صاحب بتیین الکلام کی۔

بیان امر دوم

قرآن کے جمع و تالیف کے بیان حالات میں عیسائیوں نے اپنے بائبل کہتے ہیں

یہ بیانات خود صاحب بتیین الکلام نے بتیین کے ص ۱۴۱ میں اردن صاحب کو نقل کی ہے چنانچہ اشاعت السنۃ مبر ۱۹۱۲ بصرہ ۱۲۲ نقل ہو چکی ہے۔

(۱) قرآن انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جمع ہوا تھا۔
 (۲) وہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسی قسم کی اختلاف کے ساتھ
 پڑھا جاتا تھا جس قسم کا اختلاف تورات و انجیل میں پایا جاتا ہے۔
 (۳) حضرت ابو بکرؓ نے اس کو جمع کیا اور حضرت عثمانؓ نے اس میں
 اصلاح دی۔

(۴) اور بعض آیات اس میں سے نکالی گئیں۔
 (۵) اپنے مرتبہ اور اصلاح و ادوہ نسخہ کے سوا باقی سب نسخے جلا دیئے۔
 ان باتوں سے انہوں نے یقین برت لیا اور دو معارضات پیدا کئے
 ہیں اور ایک اعتراض قائم کیا ہے۔
 پہلا نتیجہ یا معارضہ تورت و انجیل میں جو بعض الفاظ میں اختلاف پایا
 جاتا ہے وہ اسی قسم کا اختلاف ہے جو مختلف قراوت قرآن میں پایا جاتا ہے
 اس اختلاف کے سبب تورت و انجیل میں تحریف ثابت ہوئی ہے۔ تو قرآن
 میں بھی ثابت ہونی چاہئے۔

دوسرا نتیجہ یا معارضہ تورت و انجیل سے بعض الفاظ نکالے گئے
 ہیں یا بعض کتب و صحف بعض کے نزدیک کم لکئی گئے ہیں تو ایسا ہی
 قرآن سے بعض آیات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نکال دی تھیں وہ
 کی مثبت تحریف ہے تو یہ بھی ہونی چاہئے۔

تیسرا نتیجہ یا اعتراض حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے مرتبہ و
 صحیحہ نسخہ کے سوا اور سب نسخوں کو جلا دیا تو اس سے معلوم ہوا کہ
 ان کا مرتبہ نسخہ اصل قرآن نہیں ہے۔ یہ اور ہے اور اگلے نسخوں
 میں ہر ایک اور طرح کا تھا۔ اس نتیجہ کی تائید میں وہ کہتے ہیں کہ اگر حضرت

عثمان کا مرتبہ نسخہ مضمون والفاظ میں سب اگلے نسخوں کی مانند تھا اور اوہین اور اسپس صرف تیب سورتوں یا آیتوں کا فرق تھا۔ تو اوہینوں نے ان سب کو کیوں جلادیا۔ سب کو نہ سہی بعض ہی نسخوں کو رکھ چھوڑا ہوتا کہ جسکو نسخہ عثمانی میں تغیر و تبدل کا شبہ ہوتا وہ ان نسخوں کو دیکھ سکتا۔

الجواب

ہمارے بیان سے (جو صفحہ ۲۱۲ سے ۲۱۳ تک ہوا ہے اور اس سے بڑھ کر کسی عیسائی یا یہودی یا کسی اور غیر مذہب کا بیان بلا اسناد و لائق اعتماد نہیں ہے) صاف ثابت ہے کہ پانچوں باتیں جو عیسائیوں نے بیان کی ہیں محض غلط ہیں۔

قرآن سب کا سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت لکھا گیا تھا (گو ایک جلد میں نہ تھا) حضرت ابوبکر نے اوسے متفرق کتب کو ایک جگہ کیا اور حضرت عثمان نے اوس میں کوئی اصلاح نہیں دی۔ بعض آیات کے (جو کئی محاورات سے پڑھی جاتی تھیں) صرف ایک محاورہ قریش کو رہنے دیا۔ دوسرے محاورات کو راجح نہیں فرمایا۔ اور ایسا ہرگز نہیں کیا کہ کسی آیت کے کچھ محاورات قرآن سے خارج کر دیا ہو۔ اور جن نسخوں کو آپ نے جلادیا تھا وہ عام لوگوں کے متفرق نسخے تھے جن میں مختلف محاورات موجود تھے نہ وہ صحیفے جو حضرت ابوبکر کے عہد میں لکھے گئے تھے وہ صحیفے و تحفہ کے پاس واپس کئے گئے تھے جہاں سے وہ طلب ہو کر آئے تھے۔

ان متفرق نسخوں کے جلانے کا سبب اوس بھی اختلافات کا رفع کرنا تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں مختلف محاورات میں

قرآن پڑھنے سے واقع ہوا تھا (جبکہ عیسائیوں نے یہی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے) اس مرض اختلاف کا صرف یہی علاج تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا وہ متفرق نسخے لوگوں کے ہاتھ میں بٹھتے تو وہ لوگ ہمیشہ وہی بھگڑے و فساد برپا رکھتے جو صحیفہ حضرت حفصہ کے پاس واپس بھیجے گئے اور وہ جلائے نئے تھے رفع شبہ کے لئے (اگر کسی کو واقعہ ہوتا) کافی تھی۔ ان مختلف محاورات کے مضامین میں اختلاف تھا جو تورت و انجیل میں پایا جاتا ہے اس بیان سے ان سب باتوں کا غلط ہونا ثابت ہوا تو ان نتائج و معاوضات کا یہی ابطال ہو گیا۔ تاہم انہما عوام کی نظر سے ہم ان نتائج کا ابطال بلا استقلال کرتے ہیں *

پہلے نتیجے و معاوضہ کا ابطال

جو اختلاف تورت و انجیل میں پائے جاتے ہیں۔ ان میں بہت سی اختلاف اس قسم کے ہیں جنہیں اتفاق ممکن نہیں اور وہ سب کے سب اصول ایمان و ہدایت کے بھی برخلاف ہیں۔ چنانچہ بعض بیان امر اول ثابت ہو چکا ہے۔ لہذا ان اختلافات کو اختلاف قرأت قرآن کی مانند سمجھنا اور اس پر عدم تحریف تورت و انجیل کا نتیجہ نکالنا قیاس صحیح ہے۔

دوسرے نتیجے و معاوضہ کا ابطال

قرآن میں سے ایک آیت بھی نہیں نکالی گئی بعض آیات کے صرف بعض محاورات

کتاب مذکور میں ہے "رومن کیتھک کہتا ہے کہ میں پر دستوں سے پوچھتا ہوں کہ کتاب
الیا شکر کہاں ہے؟

(۳۰) اول سوائیل کے باب ۱۰۔ آیت ۲۵ میں ہے "پہر سوائیل نے جماعت کو سلطنت کر
آداب بتلائے اور کتاب میں لکھے خداوند کے حضور رکھے" کتاب مذکور میں یہ بیان بھی کہوئی
(۳۱) اول مخاطبین کے باب ۴۔ آیت ۳۲ میں ہے "اور اسنو تین ہزار شیلیں کہیں اور اس کے
گیت ایک ہزار اور پانچ تھے" کتاب مذکور میں ہے "گیت اور مثالیں کہاں ہیں محمد
عقیق میں تو اسوقت ۹۰۰ مثالیں ہیں۔ اور ۱۱۶ گیت ہیں۔

(۳۲) اول تواریخ باب ۲۹۔ آیت ۲۹ میں ہے "اور داؤد بادشاہ کے اعمال اول و آخر
دیکھ وہ سب سوائیل غیب میں کی تواریخ میں اور نائن بنی کی تواریخ میں اور جاو غیب
بین کی تواریخ میں" کتاب مذکور میں ہے "یہ تینوں کتاب میں ہی اسوقت عہد
عقیق میں موجود ہیں اور کہیں۔

(۳۳) دوم تواریخ باب ۹۔ آیت ۲۹ میں ہے "اور سلیمان کا باقی احوال
اول و آخر جو ہے وہ تو نائن بنی کی کتاب میں اور سیلانی انبیاء کی پیشین گوئی
میں اور عید و غیب میں کی رویتوں کی کتاب میں جو اس نے یرجام میں
نیات کی بابت دیکھی تھیں لکھا ہے" کتاب مذکور میں ہے "یہ تینوں
کتاب میں بھی کم ہو گئی ہیں۔ راقم کہتا ہے ان تینوں میں نائن بنی کی
کتاب کا مفقود ہونا پہلے بیان ہو چکا۔ لہذا اب دو شمار کرنی
چاہئیں۔

اس کتاب کے باب ۱۲۔ آیت ۱۵ میں ہے "اور یرجام کا احوال اول و آخر جو
سو سمعیاء بنی کی کتاب میں اور عید و غیب میں کی کتاب میں اور لب
ناموں کی بابت لکھا ہے اور یرجام اور یرجام کے درمیان ہمیشہ جنگ تھی"